

# کتاب المتکوی

زکوٰۃ

مناسک

تیسرا حصہ

روزہ

جسائز

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

ترتیب

مفتی محمد عبد اللہ سلیمان مظاہری

زمزم پبلشرز

# کتاب الفقاوی



”زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق سوالات کا جواب اور مسائل کا حل، کتاب و سنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں، حوالہ جات کے اہتمام کے ساتھ اور آسان زبان میں“



منہاج  
جہانگیر  
زکوٰۃ  
روزہ

تالیف

مولانا خاں الدسیف اللہ رحمہ

ترتیب

مفتی محمد عبد اللہ سلیمان مظاہری

زمزم پبلشرز

## جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

”کتاب الفتاویٰ“ کے جملہ حقوق اشاعت، طباعت پاکستان میں مولانا محمد رفیق بن عبد المجید زمزم پبلشرز کراچی کو حاصل ہیں لہذا اب پاکستان میں کوئی شخص یا ادارہ اس کی طباعت کا مجاز نہیں بصورت دیگر زمزم پبلشرز کو قانونی چارہ جوئی کا مکمل اختیار ہے۔

از  
مولانا خالد سیف اللہ رحمان

اس کتاب کا کوئی حصہ بھی زمزم پبلشرز کی اجازت کے بغیر کسی بھی ذریعے بشمول فوٹو کاپی برقیاتی یا میکینیکی یا کسی اور ذریعے سے نقل نہیں کیا جاسکتا۔  
زمزم پبلشرز کراچی

## ملنے کی جگہیں

- ✱ مکتبہ ایشیائی اسلام، لندن کراچی، فون: 2018342
- ✱ قدیمی کتب خانہ، بالمقابل آرام باغ کراچی
- ✱ صدیقی ٹرسٹ، السید چوک کراچی۔
- ✱ مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور
- ✱ کتب خانہ رشیدیہ، راج بازار اولپنڈی
- ✱ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ
- ✱ ادارہ تالیفات اشرفیہ، بیرون بوئریٹ ملتان
- ✱ دارالاشاعت، اردو بازار کراچی

Books Also Available in  
\* United Kingdom

AL-FAROOQ INTERNATIONAL  
68, Asfordby Street Leicester  
LE5-3QG

\* United States of America

ISLAMIC BOOK CENTRE  
119-121 Bellwell Road, Bolton BL1 3NE

\* South Africa

Madrasah Arabia Islamia

P.O. Box 9786

Alexandria 1751 South Africa

E-mail: galsam@worldnet.co.za

کتاب کا نام ————— کتاب الفتاویٰ تیسرا حصہ

تاریخ اشاعت ————— جنوری ۲۰۰۸ء

تالیف ————— مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

ترتیب ————— مفتی محمد عابد اللہ علیہ السلام مظہری

سرورق ————— احباب زمزم پبلشرز

مطبع ————— احباب زمزم پبلشرز

ناشر ————— زمزم پبلشرز کراچی

شاہ زیب سینٹرز و مقدس مسجد، اردو بازار کراچی

فون: 021-2760374

فیکس: 021-2725673

ای میل: zamzam01@cyber.net.pk

ویب سائٹ: http://www.zamzampub.com





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ





وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجَالًا نُوحِيَ إِلَيْهِمْ  
فَسَأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٤٣﴾ (النحل)  
” (اے محمد ﷺ) ہم نے آپ سے پہلے بھی جب کبھی  
رسول بھیجے ہیں، آدمی بھیجے ہیں، جن کی طرف ہم اپنے  
پیغامات وحی کیا کرتے تھے، پس اے لوگو! اہل ذکر  
(علم) سے پوچھ لو، اگر تم لوگ خود نہیں جانتے۔“



# کتاب الفتاویٰ

تیسرا حصہ

## کتاب نماز

نماز سے متعلق سوالات





## فہرست مضامین

صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
	<b>نماز جمعہ کا بیان</b>	
۳۳	جمعہ کی نماز اور اذان سلطان	۷۶۵
۳۵	ہندوستان میں جمعہ کی نماز	۷۶۶
۳۶	دیہات میں جمعہ	۷۶۷
۳۷	نماز جمعہ اور اس کی سنتیں	۷۶۸
۳۸	جمعہ کا طویل خطبہ	۷۶۹
۳۹	غیر عربی میں خطبہ جمعہ	۷۷۰
۴۰	زوال سے پہلے اذان جمعہ	۷۷۱
۴۱	سنت جمعہ کے درمیان خطبہ شروع ہو جائے	۷۷۲
۴۱	جمعہ کی دو اذانیں	۷۷۳
۴۲	غیر آباد مسجد میں نماز جمعہ	۷۷۴
۴۳	جمعہ کے ساتھ احتیاطا ظہر	۷۷۵
۴۳	نماز جمعہ میں سورہ ضحیٰ اور الم نشرح	۷۷۶

صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
۴۵	جمعہ میں دوسرا خطبہ بھول جائے	۷۷۷
۴۵	خطبہ جمعہ سے متعلق چند مسائل	۷۷۸
۴۷	منبر پر اردو تقریر	۷۷۹
۴۸	خطبہ اور تقریر سے پہلے سلام	۷۸۰
۴۹	جمعہ میں خطبہ سے پہلے تقریر	۷۸۱
۵۰	خطبہ میں بیٹھنے کی ہیئت اور دعاء	۷۸۲
۵۱	خطبہ جمعہ میں عصا کا استعمال	۷۸۲
۵۲	جمعہ کے لئے علیحدہ امام	۷۸۳
۵۲	خرید و فروخت کی ممانعت جمعہ کی اذان اول پر ہے یا اذان ثانی پر؟	۷۸۵
۵۴	خطبہ اولیٰ میں خلفاء راشدین کے نام	۷۸۶
۵۴	خطبہ میں خلفاء راشدین کے نام لینے کا ثبوت	۷۸۷
۵۵	خطبہ میں خلفاء راشدین کے لیے امیر المؤمنین کا استعمال	۷۸۸
۵۶	خطبہ میں خلفاء راشدین کی کنیت	۷۸۹
۵۶	جمعہ کے دن عورتیں ظہر کب پڑھیں؟	۷۹۰
۵۷	خطبہ جمعہ کے وقت نفل نماز	۷۹۱
۵۸	خطبہ جمعہ کے درمیان سنت جمعہ	۷۹۲
۵۹	دو خطبہ کے درمیان بیٹھک	۷۹۳
۵۹	جمعہ کے خطبوں کے درمیان کتنی دیر بیٹھے؟	۷۹۴
۶۰	منبر پر دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کی حکمت	۷۹۵
۶۰	خطبہ کوئی اور دے، امامت کوئی ادا کرے	۷۹۶

صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
۶۲	کارخانوں میں نماز جمعہ	۷۹۷
۶۳	جمعہ میں کب آنا ضروری ہے؟	۷۹۸
۶۴	جمعہ کے بعد کی سنتیں	۷۹۹
۶۴	جمعہ میں فرض و سنت کی نیت	۸۰۰
۶۵	خطبہ کے درمیان درود شریف اور رضی اللہ عنہ پڑھنا	۸۰۱
۶۶	مسجد ہوتے ہوئے گھر کی چھت پر جمعہ	۸۰۲
۶۷	نماز جمعہ چھوڑنے سے متعلق حدیث	۸۰۳
۶۸	ترک جمعہ کا گناہ	۸۰۴
۶۹	نماز جمعہ فرض عین ہے	۸۰۵
۷۰	خطبہ کے درمیان سامعین کی بیٹھک	۸۰۶
۷۰	انفرادی طور پر جمعہ و عیدین	۸۰۷
۷۱	جمعہ سے پہلے بیوی اور محرم خواتین کی پیشانی کا بوسہ	۸۰۸
۷۲	ایک ہی مسجد میں ایک سے زیادہ بار جمعہ کی ادائیگی	۸۰۹
۸۱	جمعہ کی جماعت ثانیہ	۸۱۰
<b>نماز عیدین کا بیان</b>		
۸۳	۶ رڈ سمبر اور عید الفطر	۸۱۱
۸۴	عید کی نماز میں رکوع یا اس کے بعد شریک ہو	۸۱۲
۸۴	خطبہ عید کے درمیان چندہ	۸۱۳
۸۵	نماز کے بعد تکبیر تشریق	۸۱۴



صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
۸۶	نماز عید کی قضاء	۸۱۵
۸۶	عید میں شیر خرما	۸۱۶
۸۷	خواتین اور عیدین کی نماز	۸۱۷
۸۸	عورت کا عید گاہ جانا	۸۱۸
۸۹	اگر عید میں تکبیرات زوائد چھوٹ جائیں؟	۸۱۹
	<b>نماز اور نماز کے باہر دعاء</b>	
۹۱	لکنت کی دعاء	۸۲۰
۹۲	سب سے بہتر ذکر	۸۲۱
۹۲	نماز کے بعد قرآن مجید کی تلاوت	۸۲۲
۹۳	اعمال کے وسیلہ سے دعاء	۸۲۳
۹۳	فجر اور عصر میں دعاء سے پہلے اٹھ جانا	۸۲۴
۹۵	ناقص طریقہ پر درود شریف	۸۲۵
۹۵	فرائی رزق کی دعاء	۸۲۶
۹۶	نفل نماز میں دعاء	۸۲۷
۹۷	ہر موقع پر درود ابراہیمی	۸۲۸
۹۷	دعاء، نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد؟	۸۲۹
۹۸	دعاء کس طرح کی جائے؟	۸۳۰
۹۹	نمازوں کے بعد طویل دعائیں	۸۳۱
۱۰۰	تسبیح کس ہاتھ پر پڑھی جائے؟	۸۳۲

صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
۱۰۰	عصر کے بعد ذکر و دعا کا اہتمام	۸۳۳
۱۰۲	سلام کے بعد دعاء کے لئے بیٹھنے کی مقدار	۸۳۴
۱۰۲	نمازوں کے بعد تسبیح	۸۳۵
۱۰۳	نمازوں کے بعد کے اذکار	۸۳۶
۱۰۶	بیچ وغیرہ پر تسبیحات پڑھنا	۸۳۷
۱۰۷	دو سجدوں کے درمیان دعاء	۸۳۸
۱۰۸	نمازوں کے بعد تسبیح فاطمی اور ان کی تعداد	۸۳۹
۱۰۹	استغفار اور اس کے لئے دعاء	۸۴۰
۱۱۰	قوت حفظ کی دعاء	۸۴۱
<b>نماز سے متعلق مختلف مسائل</b>		
۱۱۴	مصور جائے نماز کا حکم	۸۴۲
۱۱۵	بعض نمازیوں کا مسجد میں اپنی جگہ مقرر کر لینا	۸۴۳
۱۱۵	بڑی مسجد میں نمازی سے کتنا آگے سے گزر سکتا ہے؟	۸۴۴
۱۱۶	نماز اور روزہ کی نیت	۸۴۵
۱۱۷	نماز میں مردوں اور عورتوں کی بیٹھک	۸۴۶
۱۱۹	مردوں اور عورتوں کی نمازوں میں فرق	۸۴۷
۱۲۰	صلوٰۃ وسطیٰ کون سی نماز ہے؟	۸۴۸
۱۲۱	حاملہ عورت کیسے نماز پڑھے؟	۸۴۹
۱۲۲	غیر مسلم کی نماز کا دوسرے نمازیوں پر اثر	۸۵۰

صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
۱۲۲	جائے نماز پر کعبہ کی تصویر	۸۵۱
۱۲۳	نمازی کے سامنے چپل رکھنا	۸۵۲
۱۲۳	تعلیم و تربیت کے لئے بچہ کا جہز اظہار ادا کرنا	۸۵۳
۱۲۴	نماز کے لئے بیدار کرنا	۸۵۴
۱۲۵	اگر نمازی کو آواز دی جائے؟	۸۵۵
۱۲۶	ملازمت کی وجہ سے ترک نماز	۸۵۶
۱۲۷	مسجد حرام اور مسجد نبوی ﷺ میں خواتین کی نماز	۸۵۷
۱۲۸	نماز میں غیر معتدل اور ناہموار آواز	۸۵۸
۱۲۹	جائے نماز پر سونا	۸۵۹
۱۲۹	نماز حنفی یا شافعی طریقہ پر؟	۸۶۰
۱۳۰	مصلیٰ پر کعبہ اور گنبد خضراء کی تصویر	۸۶۱
۱۳۱	نمازی کے سامنے سے گزرنے کا مسئلہ	۸۶۲
۱۳۱	محراب میں اسماء مبارکہ اور مقامات مقدسہ کی تصویریں	۸۶۳
۱۳۳	بیٹھے ہوئے شخص کو اٹھا کر بیٹھنا	۸۶۴
۱۳۳	نماز اور افطار میں غیر مسلم بھائیوں کی شرکت	۸۶۵
<b>کتاب الجنائز</b>		
<b>قریب مرگ سے متعلق احکام</b>		
۱۳۷	قریب مرگ اور میت کو کس طرح لٹایا جائے؟	۸۶۶



صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
۱۳۸	میت کا پاؤں قبلہ کی طرف کیوں؟	۸۶۷
۱۳۹	میت کے قریب قرآن کریم کی تلاوت	۸۶۸
۱۳۹	میت کو دیر تک رکھنا	۸۶۹
۱۴۰	وفات کے بعد شوہر کا بیوی یا بیوی کا شوہر کو ہاتھ لگانا	۸۷۰
۱۴۱	غیر مسلم کی موت پر کیا پڑھے؟	۸۷۱
۱۴۲	میت پر نہ آنے کی وصیت	۸۷۲
۱۴۲	میت کے ڈولے سے پھول کا سہرا باندھنا	۸۷۳
۱۴۳	میت کو تاریک کمرہ میں نہیں چھوڑا جاتا	۸۷۴
۱۴۳	عورتوں کے لئے غیر محرم میت کا دیدار	۸۷۵
۱۴۴	میت کا دیدار	۸۷۶
۱۴۴	حاملہ کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو	۸۷۷
۱۴۵	میت کے قرض کی ادائیگی	۸۷۸
۱۴۵	میت کے ذمہ باقی روزے	۸۷۹
۱۴۶	میت کے سینہ پر قرآن مجید	۸۸۰
	<b>میت کا غسل اور کفن</b>	
۱۴۷	مردہ کو غسل دینے کا طریقہ	۸۸۱
۱۴۸	شوہر کا بیوی کو غسل دینا	۸۸۲
۱۵۰	میت کے غسل کا پانی	۸۸۳
۱۵۱	غسل کون دے؟	۸۸۴

صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
۱۵۲	غسل میت کے چند مسائل	۸۸۵
۱۵۴	چار دن زندہ رہ کر جو بچہ انتقال کر جائے، اس کو غسل دینا	۸۸۶
۱۵۵	غسل کے پانی پر دعاء پڑھنا	۸۸۷
۱۵۶	کفن پر کلمہ طیبہ لکھنا	۸۸۸
۱۵۶	عورتوں کا کفن	۸۸۹
۱۵۷	رنگین کفن	۸۹۰
۱۵۸	کنواری لڑکی کو سرخ کفن	۸۹۱
۱۵۹	کفن کو آب زمزم میں دھونا	۸۹۲
	<b>نمازِ جنازہ</b>	
۱۶۱	نمازِ جنازہ کی دعاء	۸۹۳
۱۶۲	مرد و عورت کے مشترک جنازہ پر دعاء	۸۹۴
۱۶۳	ایک مرد اور ایک عورت کا جنازہ	۸۹۵
۱۶۴	مسجد میں نمازِ جنازہ	۸۹۶
۱۶۵	صحن مسجد میں جنازہ	۸۹۷
۱۶۵	رسول اللہ ﷺ کی نمازِ جنازہ	۸۹۸
۱۶۶	مشرکین کے جنازہ یا ان کی تقریبات میں شرکت	۸۹۹
۱۶۷	غیر مسلموں کے جنازہ میں شرکت	۹۰۰
۱۶۷	غائبانہ نمازِ جنازہ	۹۰۱
۱۶۸	نمازِ جنازہ میں آسمان کی طرف دیکھنا	۹۰۲

صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
۱۶۸	پہلے عید یا نماز جنازہ؟	۹۰۳
۱۶۹	کن کی نماز جنازہ نہیں ہے؟	۹۰۴
۱۶۹	جنازہ کی نماز میں ہاتھ کب چھوڑا جائے؟	۹۰۵
۱۷۱	مہلوکین زلزلہ پر نماز جنازہ	۹۰۶
۱۷۲	جنازہ پر چار کے بجائے تین تکبیرات	۹۰۷
۱۷۳	نماز جنازہ میں ایک سلام یا دو؟	۹۰۸
۱۷۴	سڑک پر نماز جنازہ کی ادائیگی	۹۰۹
۱۷۵	میت کے گھر والوں کو سلام	۹۱۰
۱۷۶	جنازہ کے ساتھ کچھ مخصوص اذکار	۹۱۱
۱۷۶	نماز جنازہ کی صفیں	۹۱۲
۱۷۷	نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ	۹۱۳
۱۷۷	نماز جنازہ میں غلطی ہو جائے	۹۱۴
۱۷۸	ایک ساتھ کئی جنازوں پر نماز	۹۱۵
۱۷۹	اگر ایک ساتھ تین جنازہ پر نماز ادا کی جائے؟	۹۱۶
۱۸۰	چپل پہن کر نماز جنازہ	۹۱۷
۱۸۰	جوتہ پہن کر نماز جنازہ	۹۱۸
۱۸۱	مردہ بچہ پر نماز جنازہ	۹۱۹
۱۸۲	پیدا ہو کر مرنے والے بچہ پر نماز جنازہ	۹۲۰
۱۸۲	نماز جنازہ کہاں پڑھیں؟	۹۲۱
۱۸۳	خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ	۹۲۲



صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
۱۸۳	پہلے نماز جنازہ یا پہلے سنتیں	۹۲۳
۱۸۴	میت پر ایک سے زیادہ نماز جنازہ	۹۲۴
۱۸۵	ہم حادثہ کے مہلوک کی نماز جنازہ	۹۲۵
	<b>میت کو لے جانے اور دفن کرنے کا طریقہ</b>	
۱۸۶	جنازہ لے جاتے وقت میت کا سر آگے ہو یا پاؤں؟	۹۲۶
۱۸۷	جنازہ کے ساتھ زور سے تسبیحات پڑھنا	۹۲۷
۱۸۸	نماز جنازہ اور تدفین کے بعد کی دعاء	۹۲۸
۱۸۹	بیوی کے جنازہ کو کاندھا دینا	۹۲۹
۱۸۹	گھر میں مردہ کی تدفین	۹۳۰
۱۹۰	بوسیدہ قبر میں دوبارہ تدفین	۹۳۱
۱۹۱	تدفین کا طریقہ	۹۳۲
	<b>غیر مسلم کی اسلامی طریقہ پر تجہیز و تکفین</b>	۹۳۳
۱۹۲	اور مسلمانوں کے قبرستان میں تدفین	
۱۹۳	غیر مسلم کی اسلامی طریقہ پر تدفین	۹۳۴
۱۹۴	دفن کرنے کے بعد کی دعاء	۹۳۵
۱۹۵	تدفین کے بعد دعاء اور سورہ بقرہ کی ابتدائی و آخری آیات کی تلاوت	۹۳۶
۱۹۷	تدفین کے چند مسائل	۹۳۷
۱۹۸	رات میں مردوں کی تدفین	۹۳۸

صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
	<b>زیارت اور ایصالِ ثواب کا بیان</b>	
۲۰۲	سورۃ ملک کی تلاوت اور ایصالِ ثواب	۹۳۹
۲۰۲	مردوں کے لئے قرآن سے ایصالِ ثواب	۹۴۰
۲۰۳	ایصالِ ثواب کے لئے مسجد میں کتابیں	۹۴۱
۲۰۴	ایصالِ ثواب کے لئے مسجد میں طہارت خانہ	۹۴۲
۲۰۴	ایصالِ ثواب کی مختلف صورتیں	۹۴۳
۲۰۹	قرآن مجید سے ایصالِ ثواب اور حدیث	۹۴۴
۲۱۰	قرآن مجید سے ایصالِ ثواب کی دلیل	۹۴۵
۲۱۲	شوہر کے لئے ایصالِ ثواب	۹۴۶
۲۱۳	چہلم اور دہم سے پہلے چونا ڈالنا	۹۴۷
۲۱۳	مطلقہ بیوی کے لئے ایصالِ ثواب اور قبر کی زیارت	۹۴۸
۲۱۴	سویم، دسواں وغیرہ	۹۴۹
۲۱۶	غیر مسلم والدین کے لئے استغفار	۹۵۰
۲۱۷	تدفین سے پہلے قرآن کے ذریعہ ایصالِ ثواب	۹۵۱
۲۱۷	غیر مسلموں کے لئے ایصالِ ثواب	۹۵۲
۲۲۰	بہترین ایصالِ ثواب	۹۵۳
۲۲۱	ہائے! یہ قرآن فروشی	۹۵۴
۲۲۲	زندہ کو ایصالِ ثواب	۹۵۵
۲۲۳	قرآن مجید کی بعض سورتوں سے ایصالِ ثواب	۹۵۶

صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
۲۲۴	قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا	۹۵۷
۲۲۵	قبرستان میں دعا کا طریقہ	۹۵۸
۲۲۵	قبر پر سورہ ملک دم کر کے پانی ڈالنا	۹۵۹
۲۲۷	عورت کا قبرستان سے گزرنا	۹۶۰
۲۲۸	خواتین کا قبر کی زیارت	۹۶۱
<b>قبروں سے متعلق متفرق مسائل</b>		
۲۳۰	قبر کی قیمت	۹۶۲
۲۳۱	قبروں کو پختہ بنانا اور کتبہ لگانا	۹۶۳
۲۳۲	قبر میں حضور ﷺ کے بارے میں سوال	۹۶۴
۲۳۳	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر کہاں ہے؟	۹۶۵
۲۳۳	کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر افغانستان میں ہے؟	۹۶۶
۲۳۴	قبر میں شہداء سے سوال و جواب	۹۶۷
۲۳۵	قبرستان میں آگ لگانا	۹۶۸
۲۳۶	جس کی قبر نہ ہو، اس پر عذاب قبر	۹۶۹
۲۳۷	حساب و کتاب سے پہلے ہی عذاب قبر کیوں؟	۹۷۰
۲۳۸	کافر کی روح اور اس پر عذاب قبر کا مسئلہ	۹۷۱
۲۳۹	میدان حشر میں بندوں کو کس نسبت سے پکارا جائے گا؟	۹۷۲
۲۴۰	منخت کا حشر	۹۷۳
۲۴۰	کیا خودکشی کرنے والا ہمیشہ دوزخ میں رہے گا؟	۹۷۴

صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
	<b>متفرق مسائل</b>	
۲۴۱	شہید اور اس کا اجر	۹۷۵
۲۴۲	شہادت اور دین	۹۷۶
۲۴۳	شہید کون ہے؟	۹۷۷
۲۴۳	شہداء پر سوگ	۹۷۸
۲۴۵	اظہار افسوس کے لئے سیاہ کپڑے	۹۷۹
۲۴۵	غیر مسلموں کی تعزیت	۹۸۰
۲۴۶	مدینہ میں موت	۹۸۱
۲۴۷	جمعہ کے دن کی موت	۹۸۲
۲۴۹	موت طبعی و غیر طبعی	۹۸۳
۲۴۹	مرنے والوں کی تصویر اور آواز کو محفوظ رکھنا	۹۸۴
۲۵۰	اگر پتہ نہ چلے کہ میت مسلمان ہے یا غیر مسلم؟	۹۸۵
۲۵۰	پوسٹ مارٹم کا حکم	۹۸۶
	<b>کتاب الزکوۃ</b>	
	<b>زکوۃ اور واجب ہونے کی شرطیں</b>	
۲۵۵	زکوۃ — معنی اور وجہ تسمیہ	۹۸۷
۲۵۶	زکوۃ کو زکوۃ کہنے کی حکمت	۹۸۸



صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
۲۵۶	زکوٰۃ، فطرہ اور صدقہ	۹۸۹
۲۵۷	زکوٰۃ واجب ہونے کی شرطیں	۹۹۰
۲۵۹	سال گزرنا	۹۹۱
۲۶۰	دین کی منہائی	۹۹۲
۲۶۱	اموال زکوٰۃ	۹۹۳
۲۶۱	زکوٰۃ کا نصاب	۹۹۴
۲۶۳	زکوٰۃ کی مقدار	۹۹۵
۲۶۴	سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ ادا کرنا	۹۹۶
۲۶۴	فرض و واجب میں فرق	۹۹۷
۲۶۵	زکوٰۃ کا حساب	۹۹۸
۲۶۶	مقدار نصاب زکوٰۃ	۹۹۹
۲۶۷	مسجد و مدرسہ کی رقم میں زکوٰۃ	۱۰۰۰
<b>مال تجارت کی زکوٰۃ</b>		
۲۶۸	شیرازی خرید و فروخت اور اس پر زکوٰۃ	۱۰۰۱
۲۶۹	نہ فروخت ہونے والے مال کو زکوٰۃ میں دینا	۱۰۰۲
۲۷۰	مٹھائی کی دوکان پر زکوٰۃ	۱۰۰۳
۲۷۱	مکان پر زکوٰۃ	۱۰۰۴
۲۷۱	ٹرک پر زکوٰۃ کا مسئلہ	۱۰۰۵
۲۷۲	جوتے کے تاجروں کا جوتوں کی صورت میں زکوٰۃ ادا کرنا	۱۰۰۶



صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
۲۷۲	یہ مال تجارت نہیں	۱۰۰۷
۲۷۳	حج کی محفوظ رقم اور زکوٰۃ	۱۰۰۸
	<b>سونے چاندی کی زکوٰۃ</b>	
۲۷۵	چاندی سونے کے نصاب کی مقدار	۱۰۰۹
۲۷۶	پانچ تولہ سونا، پانچ تولہ چاندی	۱۰۱۰
۲۷۷	سونے پر زکوٰۃ	۱۰۱۱
۲۷۸	کہاں کی قیمت معتبر ہوگی؟	۱۰۱۲
۲۷۸	زیر ضمانت کی زکوٰۃ	۱۰۱۳
۲۷۹	زیورات میں نگ اور زکوٰۃ	۱۰۱۴
۲۸۰	زیورات میں زکوٰۃ کی مقدار	۱۰۱۵
۲۸۰	زیر استعمال زیورات پر زکوٰۃ	۱۰۱۶
۲۸۱	استعمال شدہ زیورات میں زکوٰۃ	۱۰۱۷
۲۸۱	نقد رقم کی زکوٰۃ	۱۰۱۸
۲۸۲	زیورات کی زکوٰۃ	۱۰۱۹
۲۸۳	بیوی کے زیورات کی زکوٰۃ شوہر پر ہے؟	۱۰۲۰
۲۸۳	رہن اور چٹھی میں زکوٰۃ	۱۰۲۱
	<b>زکوٰۃ کے مصارف کا بیان</b>	
۲۸۳	زکوٰۃ کے مصارف	۱۰۲۲

صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
۲۸۹	بنو ہاشم سے مراد	۱۰۲۳
۲۸۹	سادات کوزکوۃ	۱۰۲۴
۲۹۰	قریبی رشتہ دار اور سید کوزکوۃ	۱۰۲۵
۲۹۱	سادات کے لئے زکوۃ کیوں حرام ہے؟	۱۰۲۶
۲۹۲	سادات کوزکوۃ سے تنخواہ	۱۰۲۷
۲۹۳	ہمشیرہ سیدہ کوزکوۃ	۱۰۲۸
۲۹۵	اگر شوہر شیخ ہو اور بیوی سیدہ ہو؟	۱۰۲۹
۲۹۶	سید کی بیوی کوزکوۃ	۱۰۳۰
۲۹۶	نابالغ اور بالغ کوزکوۃ کی ادائیگی	۱۰۳۱
۲۹۷	مطلقہ بہن کوزکوۃ	۱۰۳۲
۲۹۸	سفر حج کے لئے سوال اور ایسے شخص کوزکوۃ دینا	۱۰۳۳
۲۹۹	خاندان ہی میں زکوۃ و فطرہ کی تقسیم	۱۰۳۴
۲۹۹	زکوۃ کے پیسے کو تعمیری کاموں میں لگانا	۱۰۳۵
۳۰۰	بہو کوزکوۃ	۱۰۳۶
۳۰۱	غیر مسلموں کو صدقہ و زکوۃ	۱۰۳۷
۳۰۲	قادیانی کوزکوۃ	۱۰۳۸
۳۰۲	زکوۃ و صدقات سے دعوت عام و خاص	۱۰۳۹
۳۰۳	گجرات ریلیف فنڈ اور زکوۃ	۱۰۴۰
۳۰۵	زکوۃ اور صدقات واجبہ سے تنخواہ	۱۰۴۱
۳۰۷	شوہر و بیوی ایک دوسرے کوزکوۃ دیں؟	۱۰۴۲

صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
۳۰۷	حیلہ تمملیک	۱۰۴۳
۳۱۰	زکوٰۃ اور چرم قربانی کے چند مسائل	۱۰۴۴
	<b>زکوٰۃ ادا کرنے کے احکام</b>	
۳۱۳	زکوٰۃ ادا کرنے کے آداب	۱۰۴۵
۳۱۴	زکوٰۃ کی ادائیگی	۱۰۴۶
۳۱۷	رمضان المبارک میں زکوٰۃ کی ادائیگی	۱۰۴۷
۳۱۷	سال گزرنے سے قبل زکوٰۃ کی ادائیگی	۱۰۴۸
۳۱۸	زکوٰۃ سے کیسٹ بنانا	۱۰۴۹
۳۱۸	زکوٰۃ ادا کرنے کی ایک خاص صورت	۱۰۵۰
۳۲۰	زکوٰۃ کی ادائیگی میں وکیل زکوٰۃ کی کوتاہی	۱۰۵۱
۳۲۱	زکوٰۃ حساب سے زیادہ ادا کر دی؟	۱۰۵۲
۳۲۱	بیوی کیا خود زکوٰۃ ادا کرے؟	۱۰۵۳
۳۲۲	قسط وار زکوٰۃ کی ادائیگی	۱۰۵۴
۳۲۳	زکوٰۃ کی ماہ بہ ماہ ادائیگی	۱۰۵۵
۳۲۴	قرض میں زکوٰۃ	۱۰۵۶
۳۲۴	ادھار مال کی زکوٰۃ	۱۰۵۷
۳۲۵	واجب الاداء قرض میں زکوٰۃ کی نیت	۱۰۵۸
۳۲۶	چٹھی کی ادا شدہ رقم میں زکوٰۃ	۱۰۵۹
۳۲۶	فکس ڈپازٹ کی گئی رقم پر زکوٰۃ	۱۰۶۰

صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
۳۲۸	پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ	۱۰۶۱
۳۲۸	چار مینار بینک میں جمع شدہ رقم کی زکوٰۃ	۱۰۶۲
۳۲۹	زکوٰۃ سے مقروض کی مدد	۱۰۶۳
۳۳۰	زکوٰۃ میں قرض سے متعلق احکام	۱۰۶۴
۳۳۰	زکوٰۃ کا اجتماعی نظام	۱۰۶۵
۳۳۱	بہن کو زکوٰۃ	۱۰۶۶
۳۳۲	صحت مند کی گداگری	۱۰۶۷
۳۳۳	ٹی وی وغیرہ میں زکوٰۃ	۱۰۶۸
۳۳۴	کمیشن پر زکوٰۃ وصول کرنا	۱۰۶۹
۳۳۴	صدقہ میں زیادتی سے مراد	۱۰۷۰
۳۳۶	جس کا انتقال ہو جائے اور زکوٰۃ ادا نہ کر پائے	۱۰۷۱
۳۳۷	شادی کے لئے جمع شدہ اسباب پر زکوٰۃ	۱۰۷۲
۳۳۷	حرام مال میں زکوٰۃ	۱۰۷۳
۳۳۸	نیت پر صدقہ کا ثواب	۱۰۷۴
۳۴۰	شوہر کی اجازت کے بغیر شوہر کا مال خرچ کرنا	۱۰۷۵
۳۴۱	کیا حرم شریف میں ایک روپیہ کا صدقہ ایک لاکھ کے برابر ہے؟	۱۰۷۶
۳۴۲	بینک کی رقوم اموال ظاہرہ میں ہیں	۱۰۷۷
	<b>جانوروں کی زکوٰۃ</b>	
۳۴۶	بکریوں اور مرغیوں کی زکوٰۃ	۱۰۷۸



صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
	<b>عشر کا بیان</b>	
۳۴۸	زرعی پیداوار میں عشر	۱۰۷۹
۳۵۰	انگور میں زکوٰۃ	۱۰۸۰
	<b>صدقۃ الفطر کے احکام</b>	
۳۵۲	صدقۃ الفطر کا وجوب	۱۰۸۱
۳۵۳	ادائیگی کا وقت	۱۰۸۲
۳۵۴	فطرہ کن لوگوں پر واجب ہے؟	۱۰۸۳
۳۵۴	مالدار ہونے کا معیار	۱۰۸۴
۳۵۵	بیوی کا صدقۃ الفطر کون نکالے گا؟	۱۰۸۵
۳۵۶	صدقۃ الفطر کن پر اور کن کی طرف سے؟	۱۰۸۶
۳۵۷	واجب ہونے کا وقت	۱۰۸۷
۳۵۸	صدقۃ الفطر کی مقدار	۱۰۸۸
۳۵۹	فطرہ کی مقدار — حنفی اور شافعی نقطہ نظر	۱۰۸۹
۳۶۰	فطرہ کی مقدار موجودہ اوزان میں	۱۰۹۰
۳۶۲	صدقۃ الفطر نماز عید کے پہلے یا بعد؟	۱۰۹۱
۳۶۳	عید اور رمضان المبارک سے پہلے صدقۃ الفطر	۱۰۹۲
۳۶۴	عید کے بعد صدقۃ الفطر	۱۰۹۳
۳۶۴	چاول سے صدقۃ الفطر	۱۰۹۴



صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
	<b>صدقہ فطر کے مصارف</b>	
۳۶۶	مصارف صدقہ	۱۰۹۵
۳۶۷	کہاں صرف کیا جائے؟	۱۰۹۶
۳۶۸	ملازمین اور غیر مسلموں کو صدقہ الفطر	۱۰۹۷
۳۶۹	ایک فطرہ کئی آدمیوں پر؟	۱۰۹۸
۳۶۹	چند ضروری مسائل	۱۰۹۹
	<b>کتاب الصوم</b>	
	<b>روزہ و رمضان سے متعلق سوالات</b>	
	<b>رویت ہلال</b>	
۳۷۵	کیا دہلی کی رویت حیدرآباد کے لیے معتبر ہوگی؟	۱۱۰۰
۳۷۶	فون اور ٹی وی سے رویت ہلال کی خبر	۱۱۰۱
	مطلع ایک ہونے کے باوجود چاند کا	۱۱۰۲
۳۷۸	کہیں دیکھا جانا اور کہیں نہ دیکھا جانا	
	<b>روزہ کے مفسدات و مکروہات</b>	
۳۸۰	روزہ دار کے حلق میں دھواں	۱۱۰۳

صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
۳۸۱	عورت کا اپنی اندام نہانی میں روئی کا پھاہار کھنا	۱۱۰۴
۳۸۱	روزہ کی حالت میں دانت سے خون نکل آئے	۱۱۰۵
۳۸۲	روزہ میں ٹی وی دیکھنا	۱۱۰۶
۳۸۳	روزہ میں منی خارج ہو جائے	۱۱۰۷
۳۸۳	روزہ کی حالت میں ناخن کاٹے یا خون نکل آئے؟	۱۱۰۸
۳۸۴	روزہ کی حالت میں بال، ناخن کاٹنا اور مسواک و سرمہ کا استعمال	۱۱۰۹
۳۸۵	روزہ میں کن باتوں سے پرہیز ضروری ہے؟	۱۱۱۰
۳۸۶	روزہ کی نیت	۱۱۱۱
۳۸۷	روزہ میں مسواک اور سرمہ وغیرہ	۱۱۱۲
۳۸۸	روزہ کی حالت میں بوس و کنار	۱۱۱۳
۳۸۹	روزہ میں قئے	۱۱۱۴
۳۸۹	روزہ میں انجکشن اور گلوکوز	۱۱۱۵
۳۹۰	روزہ میں تیل، سرمہ اور خوشبو	۱۱۱۶
۳۹۱	روزہ میں دمہ کے مریض کا انہیلر استعمال کرنا	۱۱۱۷
۳۹۲	روزہ میں انہیلر اور انجکشن	۱۱۱۸
۳۹۳	روزہ میں دھواں لینا	۱۱۱۹
۳۹۴	روزہ کی حالت میں زنڈ و بام	۱۱۲۰
۳۹۴	روزہ میں احتلام	۱۱۲۱
۳۹۵	کیا گیس سونگھنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟	۱۱۲۲
۳۹۵	روزہ کی حالت میں کان میں پانی چلا جائے؟	۱۱۲۳

صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
۳۹۶	روزہ میں ہونٹ پر سرخی لگانا	۱۱۲۴
۳۹۶	اگر مسوڑھوں کا خون پیٹ میں چلا جائے؟	۱۱۲۵
۳۹۷	روزہ کی حالت میں دانت نکلوانا	۱۱۲۶
۳۹۸	لفافہ کا گوند تھوک سے ترکرنا	۱۱۲۷
۳۹۸	روزہ کی حالت میں خون دینا	۱۱۲۸
۳۹۹	روزہ میں ٹوتھ پیسٹ	۱۱۲۹
۳۹۹	کھارے پانی سے کلی	۱۱۳۰
<b>جن اعذار کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے</b>		
۴۰۱	سفر میں روزہ	۱۱۳۱
۴۰۲	اگر سحری نہ کھا سکے	۱۱۳۲
۴۰۲	روزہ کے لئے مانع حیض ادویہ کا استعمال	۱۱۳۳
۴۰۴	حالت حیض میں روزہ داروں کی مشابہت	۱۱۳۴
۴۰۵	روزہ میں ماہواری شروع ہو جائے	۱۱۳۵
۴۰۵	بیماری کی وجہ سے روزہ کی قضا	۱۱۳۶
۴۰۷	شدید مرض کے باوجود روزہ	۱۱۳۷
۴۰۷	روزہ اور جسمانی نقاہت	۱۱۳۸
<b>روزہ کا کفارہ اور فدیہ</b>		
۳۹۹	غسل واجب سے روزہ نہیں ٹوٹتا	۱۱۳۹

صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
۳۱۰	روزہ کا کفارہ کیا اور کب؟	۱۱۴۰
۳۱۰	رمضان کے روزہ کے بجائے نفل روزہ	۱۱۴۱
۳۱۱	اگر ۲۸ رہی روزے رکھے؟	۱۱۴۲
۳۱۲	۲۹ روزے	۱۱۴۳
۳۱۳	روزہ میں جلق	۱۱۴۴
۳۱۳	ایک شخص کو کئی روزوں کا فدیہ	۱۱۴۵
۳۱۴	کیا قضاء کے ساتھ فدیہ بھی ادا کرے؟	۱۱۴۶
۳۱۵	حالت حیض کے روزوں کی قضاء	۱۱۴۷
۳۱۵	حائضہ کا کھانے پینے سے رکا رہنا	۱۱۴۸
<b>روزہ — مختلف مسائل</b>		
۳۱۷	رمضان المبارک اور غیر مسلم بھائی	۱۱۴۹
۳۱۸	رمضان المبارک کے ہر دن و رات کی فضیلت	۱۱۵۰
۳۱۹	آخری عشرہ میں ممسک حیض دوائیں	۱۱۵۱
۳۲۰	جمعة الوداع	۱۱۵۲
۳۲۰	رمضان المبارک میں نظام الاوقات کی طباعت	۱۱۵۳
۳۲۱	روزہ رکھائی	۱۱۵۴
۳۲۱	بچوں سے روزہ رکھوانا	۱۱۵۵
۳۲۲	اکتیسواں روزہ	۱۱۵۶
۳۲۳	بغیر نماز کے روزہ	۱۱۵۷



صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
	<b>سحر و افطار کے احکام</b>	
۴۲۴	سحری کا آخری وقت	۱۱۵۸
۴۲۵	مچھلی، انڈا وغیرہ سحری میں کھانا	۱۱۵۹
۴۲۵	سحر سعودی عرب میں اور افطار ہندوستان میں	۱۱۶۰
۴۲۶	صحبت کے بعد بغیر غسل کے سحری	۱۱۶۱
۴۲۶	غسل کریں یا سحری کھائیں؟	۱۱۶۲
۴۲۷	افطار کے وقت اجتماعی دعا	۱۱۶۳
۴۲۷	مسجد میں افطار	۱۱۶۴
۴۲۹	غیر مسلم کی اور بینک کی دعوتِ افطار	۱۱۶۵
۴۳۰	افطار میں اسراف	۱۱۶۶
۴۳۱	اگر بس میں افطار کا سامان نہ ہو	۱۱۶۷
۴۳۱	جس کی آمدنی مشکوک ہو اس کی دعوتِ افطار	۱۱۶۸
۴۳۲	دعوتِ افطار میں غریبوں کو نظر انداز کر دینا	۱۱۶۹
۴۳۳	کس چیز سے افطار مستحب ہے؟	۱۱۷۰
۴۳۴	افطار کس چیز سے کرے؟	۱۱۷۱
۴۳۵	افطار اور نماز مغرب کے درمیان فاصلہ	۱۱۷۲
۴۳۵	ایک کھجور پر افطار	۱۱۷۳
۴۳۶	ہوائی جہاز میں افطار	۱۱۷۴
۴۳۷	افطار کرانے کی فضیلت	۱۱۷۵



صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
۴۳۷	افطار اور نماز میں غیر مسلم بھائیوں کی شرکت	۱۱۷۶
	<b>نذر کے روزے وغیرہ</b>	
۴۳۹	روزہ کی نذر	۱۱۷۷
۴۴۰	کیا نذر میں نماز و روزہ کا تسلسل سے رکھنا ضروری ہے؟	۱۱۷۸
۴۴۱	نفل روزے کی نیت کر کے روزہ نہیں رکھ سکا؟	۱۱۷۹
	<b>نفل روزے</b>	
۴۴۲	شوال کے چھ روزوں کا حکم	۱۱۸۰
۴۴۳	رمضان المبارک کے علاوہ روزے	۱۱۸۱
۴۴۳	جمعہ کو نفل روزہ	۱۱۸۲
۴۴۴	عشرہ ذی الحجہ میں روزہ	۱۱۸۳
۴۴۵	تنہا ایک نفل روزہ	۱۱۸۴
۴۴۶	نفل روزے	۱۱۸۵
۴۴۷	پیر کے دن کا روزہ	۱۱۸۶
	<b>اعتکاف کے مسائل</b>	
۴۴۹	اعتکاف کی افضل جگہ	۱۱۸۷
۴۴۹	زنجیری اعتکاف	۱۱۸۸
۴۵۰	اگر اعتکاف فاسد ہو جائے؟	۱۱۸۹
۴۵۱	ایک محلہ میں کئی مسجدیں ہوں	۱۱۹۰

صفحہ	عناوین	سلسلہ نمبر
۲۵۲	بغیر روزہ کے اعتکاف	۱۱۹۱
۲۵۳	ڈیوٹی کے ساتھ اعتکاف	۱۱۹۲
۲۵۴	حالت اعتکاف میں خروج ریح	۱۱۹۳
۲۵۵	خروج ریح کے مریض کا اعتکاف کرنا	۱۱۹۴
۲۵۵	سگریٹ پینے کے لیے معتکف کا باہر نکلنا	۱۱۹۵
۲۵۶	غسل جمعہ کے لئے مسجد سے باہر نکلنا	۱۱۹۶
۲۵۷	معتکف کا مسجد میں چہل قدمی کرنا	۱۱۹۷
۲۵۷	اعتکاف میں بیوی سے ملاقات	۱۱۹۸
۲۵۸	خواتین کا اعتکاف	۱۱۹۹

## نماز جمعہ کا بیان

### جمعہ کی نماز اور اذانِ سلطان

سوال :- {765} ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جمعہ کی نماز حکومت کی اجازت کے بغیر درست نہیں، تاہم اس کی تفصیلات میں کچھ اختلاف ہے، جہاں مسلمانوں کی حکومت باقی نہ رہے، وہاں فقہاء نے یہ صورت متعین کی ہے کہ مسلمان خود ایک والی کا انتخاب کریں، یا غیر مسلم حکومت سے مسلم والی کا مطالبہ کریں یہ بھی نہ ہو سکے تو مسلمان اپنی باہمی رضامندی سے قاضی کا انتخاب کر لیں، اب اس وقت جو قاضی حضرات موجود ہیں، ان کی حیثیت مجسٹریٹ کی نہیں، بلکہ صرف قاری الزکاح کی ہے، تو کیا یہ ممکن ہے کہ مسلمان اپنی رضامندی سے ایک والی کا انتخاب کریں، حکومت اس کو منظور کرے، اور اس کی اجازت سے جمعہ قائم کیا جائے؟ (سید نصیر الدین احمد، بی اے عثمانیہ، ریڈ ہلز)

جواب:- امیر و قاضی کے انتخاب کا مسئلہ جمعہ سے زیادہ مسلمانوں کے معاشرتی مقدمات کے لئے ضروری ہے، کیوں کہ غیر مسلم حج کا کیا ہوا نسخ نکاح نسخ نہیں ہوتا، اسی لئے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ سے لے کر ماضی قریب تک کے تقریباً تمام ہی علماء ہند نے مسلمانوں پر یہ بات واجب قرار دی ہے کہ اگر حکومت ان کے لئے مسلمان والی کا تقرر نہیں کرتی ہے تو وہ اپنے طور پر امیر کا انتخاب کریں، اور امیر ان کے لئے قاضی مقرر کرے، یا کم سے کم قاضی ہی کا انتخاب کر لیں، چنانچہ مفکر اسلام حضرت ابوالحسن محمد سجادؒ نے بہار میں ان ہی خطوط پر امارت شرعیہ کا نظام قائم فرمایا جو پورے ملک کے لئے مشعل راہ ہے، آندھرا پردیش میں بھی ”امارت ملت اسلامیہ“ کا قیام عمل میں آیا، جس کے پہلے امیر حضرت مولانا مفتی عبدالحمید صاحب شیخ الجامعہ نظامیہ تھے، اور موجودہ امیر مولانا محمد حمید الدین حسامی عاقل ہیں، جن ریاستوں میں امارت کا نظام قائم نہیں ہے، وہاں ال انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ نظام قضاء قائم کرنے کی کوشش کر رہا ہے، کیونکہ مسلم پرسنل لاء بورڈ مسلمانوں کا متفق علیہ پلیٹ فارم ہے، اس لئے اسے مسلمانان ہند پر ایک طرح کی ولایت حاصل ہے، اور اسی ولایت کی وجہ سے امیر کو قاضی مقرر کرنے کا حق ہوتا ہے۔

جہاں تک جمعہ کی بات ہے تو جمعہ کے لئے سلطان کی شرط کا مقصد مسلمانوں کی اجتماعیت کو برقرار رکھنا اور ان کو انتشار سے بچانا ہے، اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے:

”ولو تعذر الاستئذان من الإمام فاجتمع

الناس علی رجل یصلی لهم الجمعة جاز“ (۱)

”اگر امام المسلمین سے اجازت لینا دشوار ہو اور لوگ ایک

شخص پر اتفاق کر لیں کہ وہ نماز جمعہ پڑھائے، تو اس شخص کا

نماز پڑھا دینا درست ہے“

بلکہ اگر امام بلا وجہ جمعہ قائم کرنے کی اجازت نہ دیتا ہو، تب بھی مسلمان ایک شخص پر متفق ہو کر سلطان کی ممانعت کے باوجود جمعہ قائم کر سکتے ہیں:

”لو منع السلطان أهل مصر أن يجتمعوا  
أضراراً وتعنتاً فلهم أن يجتمعوا على رجل  
يصلی بهم الجمعة“ (۱)

موجودہ زمانہ میں مساجد کی انتظامیہ کمیٹیاں یا مسجد کے متولیان کی حیثیت اس مسجد کے حق میں ذمہ دار کی ہے، اور ان کا کسی شخص کو جمعہ قائم کرنے پر مامور کر دینا اس شرط کو پوری کرنے کے لئے کافی ہے، حکومت یا حکومت کی جانب سے مقرر کسی شخص کی اجازت ضروری نہیں، بلکہ ایسی شرطوں سے نقصان کا اندیشہ ہے۔

## ہندوستان میں جمعہ کی نماز

مولانا: {766} ہمارے ایک خاص ملاقاتی خان صاحب کا کہنا ہے کہ نماز جمعہ کی شرطوں میں ایک اہم شرط یہ ہے کہ ملک کا سربراہ مسلمان ہو، ہندوستان چونکہ دارالحرب ہے اس لئے یہاں نماز جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز ادا کرنا ہوگا، کیا یہ صحیح ہے؟ (محمد رحیم الدین، باکارام)

جواب: - فقہاء نے لکھا ہے کہ جمعہ قائم کرنے کے لئے امام المسلمین کا ”اذن“ (اجازت) ضروری ہے، وہی خطیب جمعہ مقرر کر سکتا ہے، لیکن یہ ان ملکوں کے لئے ہے جہاں اسلامی حکومت ہو، جہاں یہ صورت حال نہ ہو، جیسا کہ ہمارا ملک ہندوستان، وہاں عام مسلمان جسے جمعہ کا امام و خطیب مقرر کریں، اس کی امامت و خطابت میں جمعہ ادا کیا جاسکتا ہے۔



”نصب العامة الخطيب غير معتبر مع وجود

من ذكر أما مع عدمهم فيجوز للضرورة“ (۱)

یہاں تک کہ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ

”... فلهم أن يجمعوا على رجل يصلی بهم

الجمعة“ (۲)

”اگر مسلم سلطان بھی ظلماً جمعہ قائم کرنے سے منع کر دے تو

لوگوں کے لئے یہ بات درست ہوگی کہ وہ کسی شخص پر متفق

ہو کر اس کے پیچھے نماز جمعہ ادا کر لیں“

لہذا ہندوستان اور اس جیسے ملک میں مصلیانِ مسجد اور ان کی طرف سے منتخب کمیٹی کا جمعہ

قائم کرنا درست ہے۔

## دیہات میں جمعہ

سوال:- {767} ایک دیہات میں ایک مسجد ہے،

وہاں پانچ وقتہ نماز نہیں ہوتی، کیا اس مسجد میں نماز جمعہ درست

ہوگی؟ (ایم، اے حسین، عنبر پیٹ)

جواب:- فقہاء احناف کے نزدیک دیہات میں جمعہ وعیدین نہیں پڑھی جائے گی،

بلکہ جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز ادا کی جائے گی، اس لئے کہ حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ

”لا جمعة ولا تشریق إلا في مصر جامع“ (۳) ”جمعہ وعیدین شہر ہی میں پڑھی

جائیں“ لیکن شہر (مصر) سے کیا مراد ہے؟ یہ حدیث میں متعین نہیں ہے، فقہاء نے اپنے ذوق

(۱) الدر المختار: ۱۴/۳۔

(۲) رد المحتار: ۱۴/۳۔

(۳) دیکھئے: نصب الراية: ۱۹۵/۲۔

ومزاج اور اپنے عہد کے عرف کو ملحوظ رکھتے ہوئے مصر کا مفہوم متعین کرنے کی کوشش کی ہے اور اس میں خاصا اختلاف ہے، فقہاء کے نزدیک شہر کا جو مفہوم رائج ہے وہ یہ ہے کہ اگر اس جگہ کے تمام لوگ وہاں کی بڑی مسجد میں جمع ہو جائیں تو مسجد نا کافی ہو جائے، (۱) یہ شہر کا ایسا مفہوم ہے کہ اس کے اعتبار سے شہر کا دائرہ بہت وسیع ہو جاتا ہے اور ضرورت اس وقت یہی ہے کہ شہر کا ایسا مفہوم متعین ہو کہ زیادہ سے زیادہ مقامات پر نماز جمعہ کی گنجائش نکل آئے، کیوں کہ جمعہ نہ صرف ایک عبادت ہے، بلکہ یہ تذکیر و موعظت کا بھی بہترین موقعہ ہے اور بعض علاقوں میں جمعہ ہی کی وجہ سے اسلام سے اپنی وابستگی محسوس کرتے ہیں۔

اب آپ غور کر لیں کہ اس تشریح کے مطابق وہ جگہ دیہات ہے یا قصبہ و شہر ہے، اگر دیہات ہے اور پہلے سے نماز جمعہ کا سلسلہ نہیں ہے تو ظہر ہی پر اکتفا کرنا چاہئے، البتہ پنج وقتہ نماز کے لئے آبادی کے کسی خاص معیار کی شرط نہیں، اس لئے اس کی کوشش کرنی چاہئے کہ پنج وقتہ جماعت کا اہتمام ہو، ورنہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی سخت پکڑ کا اندیشہ ہے۔

## نماز جمعہ اور اس کی سنتیں

سوال :- {768} نماز جمعہ فرض ہے یا واجب؟ اور

جمعہ میں کل کتنی رکعتیں ہیں؟ (محمد حسنین، مہدی پنٹم)

جواب :- جمعہ کی نماز فرض عین ہے، یہاں تک کہ اس کا انکار باعث کفر ہے، ”ہی

فرض عین یکفر جاحدھا“ (۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جمعہ سے پہلے چار رکعت اور جمعہ کے بعد بھی چار رکعت پڑھا کرتے تھے، (۳) اس لئے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک

(۱) الدر المختار مع رد: ۵۳۶/۱۔

(۲) الدر المختار مع رد: ۳/۳۔

(۳) سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۱۱۳۲۔

جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد چار چار رکعتیں سنت ہیں، بعض روایتوں میں جمعہ کے بعد چار کے علاوہ مزید دو رکعتوں کا ذکر ہے، اس لئے امام ابو حنیفہؒ کے دونوں ممتاز تلامذہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ جمعہ کے بعد چھ رکعت سنت کے قائل ہیں اور بعض صحابہؓ سے بھی یہ عمل ثابت ہے، اس لئے بہتر ہے کہ جمعہ کے بعد چھ رکعتیں ادا کی جائیں، گویا فریضہ جمعہ اور اس سے متعلق پہلے اور بعد کی سنتیں ملا کر ۱۲ رکعتیں ہو جاتی ہیں۔

## جمعہ کا طویل خطبہ

سوال :- {769} بعض حضرات جمعہ کے دن عربی

خطبہ کو طوالت دیتے ہیں اور نماز کو مختصر پڑھتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟  
(شیخ حسن، ہمم)

جواب :- نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے خطبہ کا پایا جانا شرط ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے ہمیشہ اس کی پابندی فرمائی ہے، البتہ اس کی کیفیت کے بارے میں احادیث میں صراحت ہے کہ وہ مختصر ہوا کرتے تھے:

”کان رسول اللہ ﷺ لا یطیل الموعظة یوم

الجمعة، و إنما هن کلمات یسیرات“ (۱)

• ایک موقع پر آپ ﷺ نے خطبہ کو مختصر دینے کا حکم دیا ہے، حضرت عمار بن یاسرؓ کی روایت ہے کہ ”أمرنا رسول اللہ ﷺ بإقتصار الخطب“ (۲) اسی لیے فقہاء نے طویل خطبہ کو مکروہ قرار دیا ہے اور خطبہ کی سنتوں میں سے ایک سنت یہ بھی بیان کی ہے کہ وہ مختصر یعنی طوالت منسل (ق تا بروج) کے برابر ہو:

(۱) سنن أبی داؤد، حدیث نمبر: ۱۱۰۷۔

(۲) سنن أبی داؤد، حدیث نمبر: ۱۱۰۶۔

”أما سننها فخمسة عشر ... و الرابع عشر

تخفيف الخطبتين بقدر سورة من طوال

المفصل و يكره التطويل“ (۱)

اور رہ گئی قراءت، تو نماز جمعہ میں مستحب ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ اعلیٰ اور دوسری رکعت

میں سورہ غاشیہ پڑھی جائے، یا اس کے برابر دوسری آیتیں، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا جمعہ میں

زیادہ تر انہیں سورتوں کے پڑھنے کا معمول مبارک تھا۔

## غیر عربی میں خطبہ جمعہ

سوال:- {770} جمعہ کی نماز کے لیے خطبہ مسنونہ کیا

اردو میں پڑھ سکتے ہیں؟ یا عربی میں پڑھنا ضروری ہے؟ اگر

کوئی عالم دین خطبہ اولیٰ کو اردو میں اور خطبہ ثانیہ کو عربی میں

دے تو کیا حکم ہے؟ (محمد توفیق، معین آباد)

جواب:- خطبہ عربی میں دینا چاہئے، یہی متواتر طریقہ رہا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں

بہت سے عجمی علاقے فتح ہوئے، لیکن وہاں بھی مقامی زبانوں میں خطبہ دینے کا کوئی ذکر نہیں ملتا،

اس لیے بہتر ہے کہ خطبہ سے پہلے اردو میں ضروری دینی باتیں بیان کی جائیں، پھر عربی میں خطبہ

دے دیا جائے، تاہم اس مسئلہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک غیر

عربی زبان میں بھی خطبہ دیا جاسکتا ہے، اور ان کے دونوں ممتاز شاگرد امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ کے

نزدیک جو شخص عربی زبان پر قادر ہو اس کے لیے عربی میں ہی خطبہ دینا ضروری ہے، ہاں! جو

عربی زبان پر قادر نہ ہو وہ غیر عربی میں بھی خطبہ دے سکتا ہے:

”لم یقید الخطبة بكونها العربية اكتفاء بما

قدمه في باب صفة الصلوة من أنها غير شرط و



لومع القدرة على العربية عنده خلافا لهما " (۱)

ہندوستان میں اکثر اہل علم عربی زبان میں ہی خطبہ کو واجب قرار دیتے رہے ہیں، البتہ مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ (۲) اور مولانا محمد علی مونگیریؒ (۳) وغیرہ کا رجحان اس کے برخلاف تھا اور اسی کے مطابق رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی فقہ اکیڈمی کا فیصلہ بھی ہے۔ (۴)

اس لیے اس حقیر کا نقطہ نظر یہ ہے کہ خطبہ تو عربی زبان ہی میں ہو، تاکہ اس کے درست ہونے میں کوئی اختلاف نہ رہے، لیکن اگر کسی مسجد میں پہلے سے اردو زبان میں خطبہ مروج ہو، جس میں عربی میں حمد و صلاۃ کے کلمات بھی پڑھے جاتے ہیں اور اس میں تبدیلی لانے کی صورت میں اختلاف و انتشار کا اندیشہ ہو، تو وہاں اس کو گوارہ کر لینے میں کوئی قباحت نہیں۔

## زوال سے پہلے اذان جمعہ

مولانا: - { 771 } بعض مساجد میں جمعہ کے دن

پورے سال بارہ بج کر تیس منٹ پر اذان ہوتی ہے، جب کہ بعض موسموں میں ظہر کا وقت بارہ بج کر چالیس منٹ پر شروع ہوتا ہے؟

(محمد رفیق، کورٹلہ)

جواب: - جمعہ کا وقت وہی ہے جو ظہر کا ہے، یہی فقہاء احناف اور اکثر فقہاء کا مسلک

ہے، (۵) اور وقت شروع ہونے کے بعد ہی اذان معتبر ہے، اس لئے جن دنوں میں زوال ساڑھے بارہ کے بعد ہوتا ہے ان میں ساڑھے بارہ سے پہلے اذان دے دینا کافی نہیں۔

(۱) رد المحتار: ۱/ ۷۵۷۔

(۲) مجموعة الفتاوى على هامش خلاصة الفتاوى: ۱/ ۱۳۱، الفصل الخامس والعشرون، بحث النوع الثاني - محشی۔

(۳) مولانا مونگیریؒ کا اس موضوع پر "القول المحکم فی خطابة العجم" نامی مفصل رسالہ ہے۔

(۴) دیکھئے: جدید فقہی مسائل: ۱/ ۱۶۵ - محشی۔

(۵) "من شرائطها الوقت فتصح في وقت الظهر ولا تصح بعده" (الهداية: ۱۳۸/۱) - محشی۔



## سنت جمعہ کے درمیان خطبہ شروع ہو جائے

سوال :- {772} اگر کوئی شخص سنت مؤکدہ پڑھ

رہا ہو اور جمعہ کا خطبہ شروع ہو جائے، تو کیا سماعت خطبہ کے

لیے سنت کو چھوڑ دینا چاہیے، کیونکہ خطبہ واجب ہے اور یہ نماز

سنت، یا سنت کو پورا کرنا چاہیے؟

(خان فیروز خان، نظام آبادی)

جواب :- سنت شروع کرنے کے بعد خطبہ شروع ہو تو صحیح یہی ہے کہ سنت کو پورا

کر لے اور توڑے نہیں:

”إذا شرع في الأربع قبل الخطبة ثم افتتح

الخطبة... تكلموا فيه والصحيح أنه يتم

ولا يقطع“ (۱)

یہ شبہ نہ ہونا چاہیے کہ خطبہ واجب اور یہ نماز سنت ہے، کیونکہ نفل نماز بھی شروع کرنے

کے بعد واجب ہو جاتی ہے، اس لیے اس صورت میں ایک واجب ہی کے لیے دوسرے واجب

کو چھوڑنا ہے۔

## جمعہ کی دواذانیں

سوال :- {773} بعض لوگ کہتے ہیں کہ جمعہ کی ایک

ہی اذان حدیث سے ثابت ہے تو آج کل دواذانیں کیوں دی

(راشد حسین)

جاتی ہے؟

جواب :- رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جمعہ کی ایک ہی اذان ہوا کرتی تھی، خلیفہ

راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں ایک اور اذان کا اضافہ فرمایا، اور یہ منقول نہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس سے کوئی اختلاف کیا ہو، پھر یہ کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”میرے اور میرے خلفاء راشدین کے طریقہ کو اختیار کرو“ (۱) اس لئے ایسے امور میں خلفاء راشدین کی اتباع بھی رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہے، اسی لئے ائمہ اہل سنت جمعہ کی دو اذان پر متفق ہیں، (۲) اور عہد عثمانی سے آج تک حریم شریفین میں یہی معمول چلا آ رہا ہے، پس جمعہ میں دو اذانیں سنت کے مطابق ہیں۔

### غیر آباد مسجد میں نماز جمعہ

سوال: - {774} ایک ایسی مسجد جہاں کہ پانچ وقت کی باجماعت نماز نہیں ہوتی، جب کہ امام مقرر ہے، صرف امام اکیلا ہی نماز پڑھ لیا کرتے ہیں، البتہ جمعہ کے دن کچھ لوگ آ جاتے ہیں، تو کیا ایسی مسجد میں جمعہ پڑھنا درست ہے؟  
(عبدالرشید، سکندر آباد)

جواب: - کسی مسجد میں نماز جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس مسجد میں نماز پنج وقتہ جماعت کے ساتھ ادا ہوتی ہو، فقہاء لکھتے ہیں کہ ”اگر بادشاہ اپنے خدام کے ساتھ ایسے گھر میں جمعہ کی نماز پڑھ لے جہاں عام لوگوں کو بھی آنے کی اجازت ہو تو جمعہ کی نماز ادا ہو جائے گی، فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

”السلطان إذا اراد أن يجمع بحشمه في داره ،  
فلما فتح باب الدار وأذن اذنا عاما جازت  
صلاته شهدا العامة أو لم يشهد“ (۳)

(۱) سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۴۲، باب اتباع سنة خلفاء الراشدين المہدیین - محشی۔

(۲) ”و لم ينكر أحد من المسلمين“ (فتح القدیر: ۳۸/۲) محشی۔

(۳) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۸۔

توجہ عام جگہوں میں نماز جمعہ درست ہے تو ایسی مسجد میں بدجہ اولیٰ درست ہوگی۔

## جمعہ کے ساتھ احتیاطاً ظہر

سوال :- {775} جمعہ کی کتنی رکعتیں فرض ہیں، اور

جمعہ کے دن ظہر پڑھی جائے، یا نہ پڑھی جائے؟ بعض حضرات

احتیاطاً ظہر کا بھی حکم دیتے ہیں۔ (محمد اسلم، کنگ کوٹھی)

جواب :- جمعہ میں دو رکعت نماز فرض ہے، اس پر امت کا اجماع ہے:

”اجتمعت الأمة على أن الجمعة ركعتان“ (۲)

ہندوستان میں جمعہ کے درست ہونے پر اہل علم اور ارباب افتاء کا اتفاق ہے اور علماء نے

لکھا ہے کہ ہر آبادی میں مسلمانوں کے ذمہ دار اصحاب سلطان کے درجہ میں ہیں، لہذا ان کی

اجازت سے جمعہ قائم ہو سکتا ہے، ایسی صورت میں جمعہ کے بعد احتیاطاً نماز ظہر ادا کرنا بے معنی

بات ہے، اور اصل فریضہ اور اس کے قائم مقام فریضہ دونوں کو جمع کرنا ہے، اور یہ جائز نہیں، نہ

قرآن و حدیث سے اس کا کوئی ثبوت ہے، اس لئے جمعہ کے دن صرف جمعہ کی نماز ادا کرنی

چاہئے، جمعہ کے بعد ظہر کی نیت سے دوبارہ نماز پڑھنا درست نہیں۔

## نماز جمعہ میں سورہ ضحیٰ اور الم نشرح

سوال :- {776} ہمارے محلہ کی جامع مسجد میں امام

صاحب ہمیشہ نماز جمعہ کی پہلی رکعت میں ”سورۃ الضحیٰ“

اور دوسری رکعت میں ”الم نشرح“ کی تلاوت کرتے ہیں،

حالانکہ مذکورہ امام صاحب، حافظ وقاری ہونے کے ساتھ

ساتھ شہر کے ایک ممتاز عالم دین بھی ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے

انہیں ”لحن خاص“ عطا کیا ہے، جسے سننے کے لئے شہر کے مختلف مقامات سے لوگ اسی جامع مسجد میں آتے ہیں، لیکن امام صاحب مذکورہ بالا چھوٹی چھوٹی دو سورتوں میں رکعت ختم کر دیتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا ایک حافظ قرآن کے لئے نماز میں اس طرح سورتوں کو مخصوص کرنا شرعاً درست ہے؟ اگر ہے تو مذکورہ بالا دو سورتوں کی نماز جمعہ میں کیا افضلیت ہے؟  
(محمد عارف ضیا وغیرہ، ورنگل)

جواب:- حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے نماز جمعہ میں ”سبح اسم ربك الأعلى“ اور ”هل اتاك حديث الغاشية“ پڑھا کرتے تھے“ (۱) اس لئے بہتر ہے کہ زیادہ تر یہ سورتیں جمعہ میں پڑھی جائیں، لیکن کبھی کبھی ان کے بجائے دوسری سورتیں بھی پڑھ لینی چاہئے، تاکہ لوگ جمعہ میں انہی سورتوں کی تلاوت واجب نہ سمجھ بیٹھیں، اس مصلحت کی بناء پر فقہاء حنفیہ نے انہی سورتوں کے التزام کو منع کیا ہے، --- نماز میں قراءت قرآن کے سلسلہ میں فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ مستحب مقدار سے اتنی زیادہ نہیں پڑھی جائے کہ لوگوں پر بوجھ ہو۔ (۲)

اس کی بھی رعایت ضروری ہے کہ مثلاً کسی مسجد میں ملازم پیشہ لوگ جمعہ پڑھتے ہوں، تو اتنی قراءت کرنی چاہئے کہ دفتر کی طرف سے انہیں جتنی مہلت دی گئی ہے اس کے اندر ہی نماز ختم ہو جائے۔

رہ گیا مذکورہ امام صاحب کا ہمیشہ نماز جمعہ میں ”سورہ ضحیٰ“ اور ”الم نشرح“ پڑھنا تو یہ بہتر نہیں، کیونکہ جمعہ میں خاص ان سورتوں کا اہتمام حدیث سے ثابت نہیں، گا ہے گا ہے

(۱) سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۱۱۲۵۔

(۲) الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۷۸۔



پڑھ لیں تو مضائقہ نہیں، ویسے جمعہ میں کسی قدر طویل قراءت یعنی فجر کی مقدار کے قریب قرآن پڑھنا بہتر ہے۔ (۱)

## جمعہ میں دوسرا خطبہ بھول جائے؟

سوال:- {777} ایک مسجد میں خطیب صاحب جمعہ کے دن خطبہ اولیٰ کے فوراً بعد نماز کے لئے کھڑے ہو گئے، خطبہ ثانی پڑھنا بھول گئے، تو کیا خطبہ ثانی کے بغیر نماز جمعہ درست ہوگی؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- دوسرا خطبہ مسنون ہے، اگر ایک خطبہ بھی دے دے، تو نماز جمعہ ہو جائے گی، بلکہ اگر صرف حمد و تسبیح کا کلمہ یا ”لا الہ الا اللہ“ خطبہ کی نیت سے پڑھ لے تو اس سے بھی خطبہ ادا ہو جاتا ہے اور نماز درست ہو جاتی ہے؛ البتہ قصد ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے:

”ومنها الخطبة قبلها ... وكفت تحميدة أو تهليلة  
أو تسبيحة كذا في المتون، هذا إذا كان على  
قصد الخطبة“ (۲)

لہذا جو صورت آپ نے لکھی ہے اس میں نماز جمعہ ادا ہوگئی۔

## خطبہ جمعہ سے متعلق چند مسائل

سوال:- {778} (الف) خطبہ جمعہ کا اردو خطبہ

پڑھتے وقت کیا سنتیں پڑھنا درست ہے؟

(۱) دیکھئے: بدائع الصنائع: ۱/۴۷۹-۶۰۳۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۶۔



(ب) اذان کے ساتھ تمام لوگ مسجد نہیں جاتے، بلکہ بازار میں رہتے ہیں اور اردو خطبہ کے درمیان مسجد میں پہنچتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

(ج) بہت سے لوگ جمعہ کی دو رکعت فرض پڑھ کر مسجد سے باہر نکل جاتے ہیں اور کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں، یہ عمل کس حد تک درست ہے؟

(د) خطبہ جمعہ کا اردو ترجمہ سنایا جائے یا نہیں؟

(قادر خان، دھرم آباد)

جواب:- (الف) اصل وہ دونوں خطبے ہیں جو عربی زبان میں دئے جاتے ہیں، اس سے پہلے اگر خطیب اردو زبان میں اپنے اس خطبہ کا خلاصہ لوگوں کو سنائے اور بتائے تو یہ خطبہ کے حکم میں نہیں، اس دوران سنت ادا کی جاسکتی ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ اتنے پہلے آئیں کہ اردو تقریر شروع ہونے سے پہلے سنت ادا کر لیں یا مسجد میں ایسا نظام بنایا جائے کہ اردو تقریر اور عربی خطبہ کے درمیان سنت پڑھنے کے لئے وقفہ دیا جائے، کیونکہ یہ اردو تقریریں دعوت و تذکیر کا بہت مؤثر ذریعہ ہیں اور ان سے لوگوں کو بہت سارا دینی نفع حاصل ہوتا ہے۔

(ب) اذان اول کے ساتھ ہی مسجد آ جانا چاہئے، اور کاروبار کو ترک کر دینا چاہئے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”جب جمعہ کی اذان دی جائے تو خطبہ کی طرف دوڑ پڑو“ (۱) اور فقہاء نے لکھا ہے کہ ”و يجب السعي وترك البيع بالأذان الأول“ (۲) ”اس سے اذان اول مراد ہے“ (ج) جمعہ کے بعد سنت کا ادا کرنا خود رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، (۳) اور آپ ﷺ

(۱) الجمعة: ۹۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۹۔

(۳) الجامع للترمذی، عن عبد اللہ بن عمر ؓ، حدیث نمبر: ۵۲۱، باب ما جاء فی الصلاة قبل الجمعة و بعدها۔

نے لوگوں کو بھی اس جانب متوجہ فرمایا ہے، (۱) البتہ رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک جمعہ کے بعد گھر میں سنت ادا کرنے کا تھا۔ (۲) اس لئے اگر کوئی شخص مسجد سے جا کر گھریا دوکان میں نماز پڑھنے کا اہتمام کرتا ہو تو اس کے لئے یہ درست ہے کہ مسجد سے جا کر سنت ادا کر لے، لیکن جن لوگوں کو اندیشہ ہو کہ وہ اپنے گھریا کاروبار کی جگہ پہنچ کر سنت ادا نہیں کر پائیں گے تو ان کو مسجد ہی میں سنت ادا کر کے جانا چاہئے۔

(د) خطبہ تو عربی زبان میں ہونا چاہئے، لیکن خطبہ سے پہلے اردو زبان میں تقریر و بیان نہ صرف جائز بلکہ مناسب ہے، تاکہ مسلمانوں کی اصلاح ہو سکے۔

## منبر پر اردو تقریر

سوال :- {779} کیا منبر پر ٹھہر کر عربی خطبہ کے علاوہ

اردو میں تقریر کرنا بھی درست ہے؟ (احمد، علی نگر)

جواب :- یوں تو منبر پر اردو میں بھی بیان و تقریر کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ جمعہ و عیدین کے خطبات کے علاوہ عام مواعظ بھی منبر پر کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر ارشاد فرمایا کرتے تھے، تاہم جمعہ میں چونکہ منبر پر کھڑے ہو کر اردو بیان میں اس کے خطبہ ہونے کا وہم ہو سکتا ہے، حالانکہ خطیب کا مقصد اس سے خطبہ دینا نہیں ہے، اس لئے بہتر ہے کہ اردو بیان منبر پر نہ ہو۔

(۱) الجامع للترمذی، عن أبي هريرة ؓ، حدیث نمبر: ۵۲۳، باب ما جاء في الصلاة قبل الجمعة و بعدها۔

(۲) الجامع للترمذی، عن عبد الله بن عمر ؓ، حدیث نمبر: ۵۲۳، باب ما جاء في الصلاة قبل الجمعة و بعدها۔

## خطبہ اور تقریر سے پہلے سلام

سوال: - {780} خطبہ سے پہلے سلام کرنے کا کیا حکم ہے؟ نیز کیا کوئی مقرر تقریر اور دینی بیان سے پہلے بغیر سلام کے بیان شروع کر سکتا ہے؟

(عثمان بن محمد باوزیر، پبلک گارڈن)

جواب: - شوافع و حنابلہ کے نزدیک جب خطیب منبر پر بیٹھے تو اس کو سلام کرنا چاہئے، کیونکہ ابن ماجہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر بیٹھے تو سلام فرماتے، ”کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم إذا صعد المنبر سلم“ (۱) حنفیہ کے یہاں قول مشہور یہی ہے کہ خطیب سلام نہیں کرے کیونکہ اگر وہ سلام کرے تو سامعین جواب دینے پر مجبور ہونگے اور امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد سامعین کے لئے گفتگو کی ممانعت ہے، (۲) جہاں تک حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، تو اس کو امام بیہقی اور بعض اور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن حنفیہ میں سے علامہ حدادی اور ایک گروہ کا خیال ہے کہ خطیب سلام کر سکتا ہے (۳) اس لئے بہتر تو یہی ہے کہ خطیب سلام نہ کرے، لیکن اگر کر لے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

جہاں تک عام بیانات اور تقریروں سے پہلے سلام کی بات ہے، تو اگر حاضرین سے پہلے ملاقات ہو چکی ہو، تب تو بیان سے پہلے سلام نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ سلام کا تعلق ملاقات سے ہے، نہ کہ بیان سے، اور سلام کی جگہ اول ملاقات ہے اور وہ پہلے ہو چکی، اور اگر پہلے سے حاضرین

(۱) سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۱۱۰۹، باب ما جاء فی الخطبة یوم الجمعة، نیز دیکھئے: جمع الفوائد، عن ابن عمر رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر: ۱۹۱۷۔ محشی۔

(۲) دیکھئے: صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۹۳۴، باب الأنصات یوم الجمعة و الإمام یخطب، نیز دیکھئے: الفقہ الاسلامی و أدلتہ: ۱۹۱/۲۔

(۳) دیکھئے: مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحطاوی: ص: ۲۸۳۔

سے ملاقات نہیں ہوئی ہو، یا حاضرین میں زیادہ لوگ ہوں، کچھ سے ملاقات ہوئی اور کچھ سے نہیں تو تقریر کرنے سے پہلے سلام کر سکتے ہیں، تاہم ایسا کرنا ضروری نہیں ہے، کیونکہ سلام کرنا سنت ہے، نہ کہ واجب۔

## جمعہ میں خطبہ سے پہلے تقریر

سوال:- {781} آج کل یہ عام رواج ہو گیا ہے کہ جمعہ کے دن امام صاحب خطبہ سے پہلے تقریر یا نصف گھنٹہ تقریر کرتے ہیں، اس درمیان جو لوگ آتے ہیں، ان کو نہ تحیۃ المسجد پڑھنے کا موقع ملتا ہے، نہ قرآن کی تلاوت کی جاسکتی ہے، نہ سورہ کہف پڑھنے کا موقع ملتا ہے اور نہ توبہ و استغفار کا امام صاحب کا وعظ ختم ہو جانے کے بعد اعلانات شروع ہو جاتے ہیں، پھر امام صاحب اعلان کرتے ہیں کہ اگر کسی نے سنت نہ پڑھی ہو تو پڑھ سکتے ہیں، اور اس ضمن میں مصلیان کو پانچ منٹ کا وقت ملتا ہے، اس کے بعد اذان و خطبہ شروع ہوتا ہے، شرعی خطبہ سے پہلے بیان یا طویل کتابی خطبات پڑھ کر سنانا کہاں تک درست ہے؟ (عامر بن عبد اللہ، بنی کلو، محبوب نگر)

جواب:- بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا امت مسلمہ کا فریضہ منصبی ہے، اور اس کی ایک صورت وعظ و بیان بھی ہے، جمعہ کے دن لوگ جس یکسوئی کے ساتھ دینی باتیں سنتے ہیں شاید ہی کسی اور موقع پر سنتے ہوں، پھر مسجد کا پاکیزہ ماحول اور خود سامعین کے پاکی اور طہارت کی حالت میں ہونے کا بھی اثر پڑتا ہے، اس لئے یہ بہت ہی مفید سلسلہ ہے اور اس سے خطبہ کے مقصد کی بھی تکمیل ہوتی ہے، خطبہ ذکر بھی ہے اور تذکیر بھی، عربی زبان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے عربی خطبہ سے ذکر کا مقصد تو پورا ہو جاتا ہے، لیکن تذکیر کا مقصد حاصل نہیں ہو پاتا، خطبہ سے پہلے کا



بیان اس کمی کی تلافی کر دیتا ہے، اس لئے اس میں کچھ حرج نہیں، فی الجملہ اس کا ثبوت حدیث سے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل سے بھی ہے، کتب سیرت کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوہ احد (جس میں عبد اللہ بن ابی کافلق پوری طرح واضح ہو کر آ گیا) سے پہلے تک رسول اللہ ﷺ کے خطبہ سے پہلے کچھ دیر اس کی گفتگو ہوا کرتی تھی، جس میں وہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی تلقین کرتا، اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ شاہان بنو امیہ کے زمانہ میں خطبہ سے پہلے وہ کچھ وعظ فرمایا کرتے تھے۔ (۱)

جہاں تک تحیۃ المسجد کی بات ہے تو یہ اس بیان کے درمیان بھی پڑھی جاسکتی ہے، اور توبہ و استغفار کے لئے بھی اور مواقع ہیں، اور جہاں تک سورہ کہف پڑھنے کی بات ہے تو اس کا اذان جمعہ کے بعد ہی پڑھنا ضروری نہیں، اس سے پہلے یا جمعہ کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد بھی پڑھ سکتے ہیں، کیونکہ احادیث میں مطلقاً جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھنے کی ترغیب آئی ہے، (۲) دن کے کسی خاص وقت کی تحدید منقول نہیں۔ وباللہ التوفیق۔

## خطبہ میں بیٹھنے کی ہیئت اور دعاء

سوال :- {782} اکثر لوگوں کو دیکھا جا رہا ہے کہ جمعہ کے خطبہ اولی کے وقت دونوں ہاتھ باندھ لیتے ہیں، اور خطبہ ثانیہ کے وقت دونوں ہاتھوں کو زانوں پر رکھ لیتے ہیں، اور خطبہ کے آخری کلمات کی ادائیگی پر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعاء کرتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ (ریاض احمد، وجے نگر کالونی)

(۱) سیر اعلام النبلاء ۲/۶۲۳، ط: مؤسسة الرسالة، بیروت۔ مرتب۔

(۲) "من قرأ سورة الكهف يوم الجمعة أضاء له النور ما بينه وبين البيت" (کنز العمال، حدیث نمبر: ۲۵۹۸، باب الأذکار بسورة الكهف) محشی۔



جواب:- خطبہ جمعہ کے درمیان سامعین کو حسب سہولت بیٹھنے کی گنجائش ہے، کیونکہ تمام کیفیات میں نماز کے حکم میں نہیں ہے:

”إذا شهد الرجل عند الخطبة إن شاء جلس

محتبياً أو متربعاً أو كما تيسر“ (۱)

اسی طرح بیٹھے: ”ويستحب أن يقعد فيها كما يقعد في الصلاة“ (۲) اس لئے خطبہ اولی و ثانیہ میں الگ الگ ہیٹوں کو متعین کر لینا نہ حدیث سے ثابت ہے اور نہ سلف صالحین سے۔

خطبہ کے درمیان جو دعاء آتی ہے اس پر سامعین کا ہاتھ اٹھانا اور آمین کہنا مناسب نہیں، کیونکہ خطبہ کے درمیان ہر طرح کے ذکر سے منع کیا گیا ہے، (۳) خطیب کی دعائیوں بھی تمام حاضرین کی طرف سے ہوتی ہے۔

## خطبہ جمعہ میں عصا کا استعمال

سوال:- {783} بعض مساجد میں خطبہ جمعہ کے

درمیان عصا لے کر خطبہ دیا جاتا ہے، اور اس کے برخلاف

بعض مساجد میں عصا نہیں لیا جاتا، ان دونوں میں کون سا عمل

جائز و بہتر ہے؟ (محمد عبد الحفیظ، مہدی پٹنم)

جواب:- رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ

”ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ جمعہ میں حاضر ہوئے، تو

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۲۸۔

(۲) حوالہ سابق۔

(۳) دیکھئے: صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۹۳۳، باب الانصات يوم الجمعة والإمام

یخطب۔

آپ ﷺ عصا یا کمان کا سہارا لئے ہوئے کھڑے تھے“ (۱)

اس لئے خطبہ میں عصا لینا بہتر ہے، علامہ شامیؒ نے قہستانی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ  
 ”إن أخذ العصا سنة كالقيام“ (۲) البتہ چونکہ یہ حکم سنت غیر مؤکدہ یا مستحب کے درجہ کا ہے، اس لئے عصا لینے کو ضروری نہ سمجھنا چاہئے، اور نہ کبھی اس کو وجہ اختلاف بنانا چاہئے، کہ امت کا اتحاد اور اس کی اجتماعیت کو برقرار رکھنا مستحبات اور افضل و غیر افضل سے زیادہ اہم ہے۔ وباللہ التوفیق۔

## جمعہ کے لئے علیحدہ امام

سوال:- {784} ہماری مسجد کے امام صاحب حافظ

قرآن ہیں، اس کے باوجود متولی صاحب ایک اور صاحب سے جمعہ کی نماز پڑھواتے ہیں، کیا ان کا یہ عمل درست ہے؟  
 (عبدالحمید، کرنول)

جواب:- متولی یا مسجد انتظامی کو یہ حق حاصل ہے کہ کچھ نمازوں کے لئے ایک امام اور کچھ نمازوں کے لئے دوسرا امام مقرر کریں، البتہ ان کی ذمہ داری ہے کہ پنج وقتہ نماز کے امام کے رہتے ہوئے جسے جمعہ کا امام مقرر کیا جائے اسے پنج وقتہ کے امام سے زیادہ امامت کا اہل ہونا چاہئے، اگر وہ اس کی رعایت ملحوظ نہ رکھیں تو وہ اس کے لئے شرعاً جواب دہ ہوں گے۔

## خرید و فروخت کی ممانعت جمعہ کی اذان اول پر ہے یا اذان ثانی پر؟

سوال:- {785} جمعہ کی پہلی اذان کے ساتھ ہی خرید

و فروخت بند کر دینا چاہئے یا یہ حکم اذان ثانی کے وقت کے لئے

(۱) سنن أبي داود: ۱/۱۵۶، حدیث نمبر: ۱۰۹۶، باب الرجل یخطب علی قوس -

(۲) رد المحتار: ۳/۴۱۔

ہے؟ اگر کوئی اذان کے وقت بیچ و شرا کر ہی لے تو کیا اس سے گناہ بھی ہوگا؟  
(خان فیروز خان، پھولانگ)

جواب:- اللہ تعالیٰ نے جمعہ کی اذان کے ساتھ جمعہ کے لئے دوڑ پڑنے اور خرید و فروخت کو چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے (۱) اب یہ خرید و فروخت کی ممانعت کا حکم کس اذان سے متعلق ہوگا؟ اس میں خود فقہاء حنفیہ کی دورائیں ہیں، ایک یہ کہ اس سے دوسری اذان مراد ہے، جو خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دی جاتی ہے، یہی رائے مشہور فقیہ علامہ کاسانی کی ہے:

”یکره البیع و الشراء يوم الجمعة إذا صعد

الإمام المنبر و أذن المودنون بین یدیه“ (۲)

بہ ظاہر یہ رائے زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے، کیونکہ جس وقت قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی اس وقت اسی اذان کا معمول تھا، اذان اول تو عہد عثمانی سے شروع ہوئی۔ دوسری رائے یہ ہے کہ اس سے پہلی اذان مراد ہے، اور اذان اول کے ساتھ ہی خرید و فروخت کو ترک کرنا اور جمعہ کے لئے سعی واجب ہے، عام طور پر فقہاء حنفیہ کا رجحان اسی طرف ہے:

”ووجب سعی إليها وترك البیع ... بالأذان

الأول فی الأصح“ (۳)

اور اسی رائے میں احتیاط معلوم ہوتی ہے، کیونکہ اس حکم کا مقصد یہ ہے کہ لوگ خطبہ جمعہ کو بھی سن سکیں اور آج کل آبادیوں کے پھیلاؤ کے لحاظ سے یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ اذان اول ہی پر مسجد کے لئے روانہ ہو جائیں۔

(۱) الجمعة: ۹۔

(۲) بدائع الصنائع: ۱/۶۰۵۔

(۳) الدر المختار مع الرد: ۱/۵۵۲۔

جمعہ کی اذان پر کاروبار کو بند کرنے کا حکم قرآن مجید میں صراحۃً موجود ہے، اس لئے جو شخص جس مسجد میں جمعہ پڑھتا ہو، اس مسجد کی اذان کے بعد کاروبار میں لگا رہنا مکروہ تحریمی اور باعث گناہ ہے:

”و افاء فی البحر صحة اطلاق الحرمة علی  
المکروه تحریماً“ (۱)

## خطبہ اولیٰ میں خلفاء راشدین کے نام

سوال: - {786} ہماری مسجد میں ایک عالم صاحب کا  
تقرر ہوا ہے، وہ جمعہ کے خطبہ ثانیہ کے بجائے خطبہ اولیٰ میں  
خلفائے راشدین کا نام لیتے ہیں، اور پوچھنے پر کہتے ہیں کہ  
”خطبہ علمی“ میں ایسا ہی ہے؟ (محمد عماد الدین، شاہ پور، گلبرگ)

جواب: - اس میں کچھ حرج نہیں، دونوں میں سے کسی بھی خطبہ میں خلفاء راشدین کے  
نام لئے جاسکتے ہیں۔

## خطبہ میں خلفاء راشدین کے نام لینے کا ثبوت

سوال: - {787} آج کل بہت سے علماء خطبہ میں  
خلفاء راشدین کا نام لیتے ہیں، کیا رسول اللہ ﷺ نے اپنی  
زندگی میں ایسا کیا تھا؟ یا اپنی وفات کے بعد ایسا کرنے کو کہا  
تھا؟ (محمد قمر الدین ودیگر افراد، مشیر آباد)

جواب: - رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں خلفاء راشدین ﷺ کا نام نہیں لیا جاتا تھا، اور اس  
وقت ظاہر ہے کہ یہ حضرات خلیفہ بنے بھی نہیں تھے، آپ ﷺ نے اس کا حکم بھی نہیں فرمایا،



اسی لئے خطبہ میں خلفاء راشدین ؓ کا نام لینا فرض یا واجب نہیں، لیکن بہتر ہے، اور ایک زمانہ سے علماء اور صالحین کا اس پر عمل رہا ہے، چنانچہ علامہ شرنبلالی کہتے ہیں:

”وذكر خلفاء الراشدين والعلمين مستحسن“

بذلك جرى التوارث“ (۱)

خلفاء راشدین ؓ کے نام لینے کا سلسلہ یوں شروع ہوا کہ حضرت عثمان غنی ؓ کے بعد ہی سے اہل سنت والجماعت کے علاوہ دو گروہ پیدا ہو گئے، ایک گروہ روافض کا تھا، جو خلفاء ثلاثہ حضرت ابوبکر ؓ، حضرت عمر ؓ اور حضرت عثمان ؓ کی شان میں بدگوئی کرتا تھا، دوسرا گروہ ناجیہ کا تھا، جو سیدنا حضرت علی ؓ اور اہل بیت کو برا بھلا کہتا تھا، اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ ؓ قابل احترام ہیں، صحابی ؓ کی بھی محبت دل میں ہونی چاہئے، اور اہل بیت بھی ہمارے چشم محبت کا سرمہ ہیں، اس لئے خاص طور پر خطبہ میں خلفاء راشدین اور بعض اہل بیت کے تذکرہ کا سلسلہ شروع ہوا، تاکہ تمام صحابہ ؓ کی عظمت دل میں قائم ہو، اور لوگ سوء اعتقاد اور فکری آوارگی سے محفوظ رہیں، جب تک یہ دونوں طبقے باقی رہیں گے جو صحابہ ؓ کی بابت بدگمانی رکھتے ہوں، خلفاء راشدین کا تذکرہ مستحسن رہے گا۔

## خطبہ میں خلفاء راشدین کے لیے امیر المؤمنین کا استعمال؟

سوال:- {788} جمعہ کے خطبہ ثانیہ میں خلفاء

راشدین کے اسم گرامی کے ساتھ نہ ”امیر المؤمنین“ کہا جاتا

ہے، اور نہ ”حضرت“ بلکہ عام شخصیتوں کی طرح ان کے نام

لئے جاتے ہیں۔ (صدیقی، ملک پیٹ)

جواب:- امیر المؤمنین اس شخص کو کہتے ہیں، جو موجودہ وقت میں مسلمانوں کا امیر ہو،

اور حضرت کا لفظ عربی زبان میں احترام کے طور پر استعمال نہیں کیا جاتا، اس لئے یہ الفاظ خلفاء



راشدین کے اسماء گرامی کے ساتھ نہیں بولے جاتے، البتہ ”رضی اللہ عنہ“ کہا جاتا ہے، جو ان سب سے بڑھ کر احترام کو ظاہر کرتا ہے، بنیادی طور پر اس کا تعلق عربی زبان کی تعبیر اور اسلوب سے ہے، عربوں کے یہاں القاب و آداب کا عجمیوں کی طرح رواج نہیں تھا، اس لئے عربی زبان میں بھی اس طرح کا استعمال نہیں ملتا۔

## خطبہ میں خلفاء راشدین کی کنیت

سوال :- {789} دوران خطبہ خلفاء راشدین کے نام

کے ساتھ ابن خطاب، ابن عفان، ابن ابی طالب کا نام لیا جاتا ہے، لیکن خلیفہ اول کے نام کے ساتھ ان کے والد کا نام نہیں لیا جاتا، اس کی کیا وجہ ہے؟ خطاب، عفان اور ابوطالب ایمان لائے یا نہیں؟ (محمد عرفان، سنگاریڈی)

جواب :- ایسا نام جو والد یا اولاد کی طرف منسوب ہو ”کنیت“ کہلاتا ہے، بعض لوگوں کی کنیت والد کی نسبت سے مشہور ہو جاتی ہے اور بعض کی اولاد کی نسبت سے، حضرت ابو بکرؓ کی نسبت اپنی اولاد سے زیادہ معروف تھی، اور خلفاء ثلاثہ کی اپنے والد سے، اسی لئے حضرت ابو بکرؓ کا نام ابو بکر سے لیا جاتا ہے، اور بقیہ حضرات کی نسبت ان کے والد کی طرف کی جاتی ہے، کیونکہ وہ اسی نسبت سے مشہور تھے، اس کی کوئی اور وجہ نہیں، خطاب، عفان اور ابوطالب کا ایمان لانا ثابت نہیں۔

## جمعہ کے دن عورتیں ظہر کب پڑھیں؟

سوال :- {790} جمعہ کے دن عورتوں کو ظہر کی نماز کس

وقت پڑھنی چاہئے؟ جمعہ سے پہلے یا جمعہ کے بعد؟

(سید حفیظ الرحمان، پھولانگ)

جواب:- جن لوگوں پر اصلاً جمعہ واجب ہے، لیکن کسی خاص وقتی عذر کی وجہ سے جمعہ کے بجائے ظہر پر اکتفا کرنے کی اجازت ہے، چنانچہ مریض، مسافر اور قیدی، ان کے لئے یہی مستحب ہے کہ وہ امام کے جمعہ سے فارغ ہونے تک نماز کو مؤخر کریں:

”وистحب للمريض والمسافر وأهل السجن

تأخير الظهر إلى فراغ الإمام من الجمعة“ (۱)

خواتین پر چونکہ نماز جمعہ فرض نہیں ہے اس لئے ان کو نماز جمعہ تک نماز ظہر کو مؤخر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

## خطبہ جمعہ کے وقت نفل نماز

سوال:- {791} جمعہ کے خطبہ کے وقت سنت یا نفل

پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟ (محمد عمران، کنگ کوٹھی)

جواب:- تحیۃ المسجد کے سوا اور کوئی سنت یا نفل خطبہ کے درمیان نہیں پڑھی جاسکتی، اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، البتہ تحیۃ المسجد کے بارے میں اختلاف ہے، (۲) بعض فقہاء کے نزدیک خطبہ کے درمیان تحیۃ المسجد پڑھی جاسکتی ہے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک تحیۃ المسجد بھی مکروہ ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے خطبہ کے درمیان کسی بھی کام سے منع فرمادیا جس سے خطبہ سننے میں حرج ہو۔ (۳)

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۴۸۔

(۲) ”جرى الخلاف فيما إذا دخل الرجل و الخطيب يخطب ، فقد ذهب الحنفية و المالكية إلى أنه يجلس و لا يصلى ... و ذهب الشافعي و أحمد إلى أنه يصلى ركعتين خفيفتين ما لم يجلس تحية للمسجد“ (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۰۵/۲۷، صلاة الجمعة) مٹھی۔

(۳) بدائع الصنائع: ۱/۵۹۲۔

## خطبہ جمعہ کے درمیان سنت جمعہ

سوال:- {792} خطبہ جمعہ شروع ہونے کے بعد کیا

سنت پڑھنا درست ہے اور خطبہ جمعہ سے پہلے جو بیان

کیا جاتا ہے، کیا وہ بھی خطبہ میں شمار ہوگا؟

(خالد عبدالحسیب، ناندیڑ)

جواب:- حضرت عبداللہ بن عباس ؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کے بارے میں

مروی ہے کہ جوں ہی امام خطبہ کے لئے نکلتا اس وقت سے ہی یہ حضرات نماز اور گفتگو کو ناجائز سمجھتے

تھے: ”کانوا یکرہون الصلاة والكلام بعد خروج الإمام“ (۱) اس لئے خطبہ شروع

ہونے کے بعد تحیۃ المسجد یا جمعہ کی سنت نہیں پڑھنی چاہئے، ایک روایت حضرت سلیم غطفانی ؓ

کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو خطبہ کے درمیان دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا تھا، (۲) لیکن یہ ایک

استثنائی واقعہ ہے، کیونکہ حدیث میں یہ بات بھی آئی ہے کہ جب تک وہ دو رکعت پڑھتے رہے،

آپ ﷺ خطبہ سے رکے رہے، (۳) پس یہ بات درست نہیں کہ خطیب خطبہ دینے میں مشغول ہو

اور لوگ نفل پڑھنے میں، کہ یہ آداب خطبہ کے خلاف ہے۔

خطبہ سے پہلے اردو زبان میں جو بیان ہوتا ہے وہ خطبہ کے حکم میں نہیں، بیان کے دوران

نماز پڑھی جاسکتی ہے، البتہ چونکہ ان بیانات کی بڑی افادیت ہے اور اصلاح نفس میں ان بیانات

سے بڑا نفع ہوتا ہے، اس لئے چاہئے کہ بیانات سے پہلے ہی سنت ادا کر لیں، اور اگر بیان و خطبہ

کے درمیان سنت کے لئے وقت دیا جائے تو توجہ کے ساتھ سنیں اور وقفہ میں سنت ادا کریں۔

(۱) نصب الراية بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/۲۰۲۔

(۲) دیکھئے: سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۱۱۱۶، باب إذا دخل الرجل و الإمام یخطب -

معمش۔

(۳) نصب الراية بحوالہ السنن الدار قطنی: ۲/۲۰۳۔

## دو خطبہ کے درمیان بیٹھک

سوال:- {793} جمعہ کے خطبہ اولیٰ اور خطبہ ثانی

کے درمیان بیٹھنے کا کیا حکم ہے؟

(جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا مسنون ہے (۱) اور رسول اللہ ﷺ کے

وقت سے آج تک یہ طریقہ چلا آ رہا ہے، یہ بیٹھک تین آیات کے بقدر ہونا چاہئے، علامہ طحطاویؒ فرماتے ہیں:

”وسن الجلوس بين الخطبتين جلسة خفيفة

وظاهر الرواية مقدار ثلاث آيات“ (۲)

## جمعہ کے خطبوں کے درمیان کتنی دیر بیٹھے؟

سوال:- {794} ہمارے شہر کے ایک امام صاحب

جمعہ کے خطبوں کے درمیان کافی دیر تک منبر پر بیٹھتے ہیں، جس

سے لوگ اکتا جاتے ہیں، کیا یہ درست ہے، نہیں ہے تو امام کو

کتنی دیر تک بیٹھنا چاہئے؟ (سید منیر الدین، کریم نگر)

(۱) حضرت عبداللہ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کا معمول مبارک دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کا

تھا: کان النبی ﷺ یخطب خطبتین یقعہ بینہما“ (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۹۲۸،

باب القعدة بین الخطبتین یوم الجمعة، نیز دیکھئے: حدیث نمبر: ۹۲۰، باب الخطبة قائما، نیز

ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۸۶۱، باب ذکر الخطبتین قبل الصلاة وما فیہما من

الجلسة) مختص۔

(۲) مراقی الفلاح علی هامش الطحطاوی: ج: ۲۸۱۔



جواب:- دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا مسنون ہے، لیکن یہ بیٹھنا تھوڑی دیر کا ہو، فقہاء نے اس کے لئے ”جلسہ خفیفہ“ کا لفظ استعمال کیا ہے اور لکھا ہے کہ بیٹھنے کی مقدار تین آیات پڑھنے کی بقدر ہونی چاہئے، فقہ حنفی کی مشہور کتاب ”مراقی الفلاح“ میں ہے:

”وسن الجلوس بین الخطبتین جلسة خفیفة“

وظاهر الروایة مقدار ثلاث آیات “ (۱)

اس سے زیادہ بیٹھنا مناسب نہیں، امام صاحب کو ان کا احترام برقرار رکھتے ہوئے حکمت کے ساتھ اس کی طرف توجہ دلائیں۔

## منبر پر دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کی حکمت

سوال:- {795} جمعہ کے خطبہ میں پہلے اور دوسرے

خطبہ کے درمیان کیوں بیٹھتے ہیں؟ اور خطبہ منبر پر کھڑے ہو کر

کیوں دیا جاتا ہے؟ حالانکہ تقریر نیچے کی جاتی ہے۔

(محمد غلام دستگیر، شمس آباد)

جواب:- عبادتوں کی روح یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عمل مبارک کی نقل کی جائے،

آپ ﷺ دو خطبہ دیتے تھے، اور منبر پر کھڑے ہو کر دیتے ہیں، اسی لئے اسی طرح خطبہ دینا

مسنون ہے، بہ ظاہر بیٹھنے کی حکمت یہ ہے کہ دو الگ الگ خطبے محسوس ہوں اور منبر پر کھڑے

ہونے کا مقصود یہ ہے کہ دور دور تک سامعین خطیب کو دیکھ سکیں۔

## خطبہ کوئی اور دے، امامت کوئی ادا کرے

سوال:- {796} (الف) ہمارے یہاں مسجد میں

ایک صاحب خطبہ دیتے ہیں، اور ایک دوسرے حافظ صاحب

نماز کی امامت کرتے ہیں، کیا یہ صورت درست ہے؟

(ب) خطبہ کچھ اس طرح کا ہوتا ہے کہ خطبہ اولیٰ میں پہلے قرآنی آیات تلاوت کی جاتی ہے، پھر دس پندرہ منٹ کتاب میں دیکھ کر اردو میں خطبہ پڑھا جاتا ہے، اور اختتامی جملہ عربی میں کہے جاتے ہیں، البتہ خطبہ ثانیہ مکمل عربی میں دیا جاتا ہے، کیا اس طرح خطبہ ہو جاتا ہے؟

(محمد اقبال الدین احمد، عثمان پورہ)

جواب:- (الف) بہتر طریقہ یہ ہے کہ جو خطبہ دے وہی نماز پڑھائے، لیکن خطبہ

دینے والا اور ہو اور نماز پڑھانے والا اور، تب بھی خطبہ اور نماز ادا ہو جاتے ہیں:

”لا ینبغی أن یصلی غیر الخطیب، لأن الجمعة مع

الخطبة کشی واحد فلا ینبغی أن یقیمہما اثنان،

وإن فعل جاز“ (۱)

اس لئے بہتر ہے کہ خطیب صاحب ہی نماز بھی پڑھایا کریں۔

(ب) عربی زبان شعائر اسلام کا درجہ رکھتی ہے، اس لئے بہتر تو یہی ہے کہ عربی زبان

ہی میں خطبہ دیا جائے، بلکہ اکثر فقہاء کے نزدیک اگر کوئی شخص عربی میں خطبہ دے سکتا ہو تو اس

کے لئے اردو میں خطبہ دینا جائز نہیں، لیکن امام ابو حنیفہؒ کے ایک قول کے مطابق غیر عربی زبان

میں بھی خطبہ دیا جاسکتا ہے، فتاویٰ سراجیہ میں ہے کہ ”اگر فارسی زبان میں خطبہ دے، تو یہ بھی جائز

ہے۔“ ولو خطب بالفارسیۃ یجوز“ (۲) اس لئے بہتر طریقہ یہ ہے کہ خطیب صاحب

خطبہ سے پہلے اردو میں تقریر کیا کریں، اور خطبہ عربی زبان میں دیں، تاکہ لوگوں کو تذکیر کا مقصد

(۱) رد المحتار: ۱۱/۳۔

(۲) فتاویٰ سراجیہ: ص: ۱۷۰۔

بھی حاصل ہو جائے، اور سلف صالحین کے طریقہ کی پیروی بھی ہو، لیکن اگر کسی جگہ اس کی مخالفت میں، فتنہ اور انتشار کا اندیشہ ہو تو چوں کہ ایک قول غیر عربی زبان میں خطبہ کا موجود ہے، اور بہت سے علماء نے اس کو ترجیح دی ہے، اس لئے زیادہ شدت اور اصرار سے کلام نہیں لینا چاہئے، کیوں کہ مسلمانوں کی اجتماعیت کو برقرار رکھنا ان جزوی اختلافات سے زیادہ اہم ہے۔

## کارخانوں میں نماز جمعہ

سوال: {797} ایک فیکٹری ہے جس میں مسلمان ملازموں کی تعداد بہت کم ہے، اس کے قریب کوئی مسجد نہیں ہے اور نہ ہی فیکٹری میں کوئی جگہ مختص کی جاسکتی ہے کہ پانچ وقت کی اذان اور نماز کا اہتمام کیا جاسکے، نماز ظہر کبھی اجتماعی طور پر اور کبھی انفرادی طور پر ادا کر لی جاتی ہے، لیکن نماز جمعہ کی ادائیگی میں جو دشواریاں درپیش ہیں وہ یہ ہیں کہ لنچ کا وقفہ صرف آدھا گھنٹہ یعنی ساڑھے بارہ سے ایک بجے تک ہے اور فیکٹری سے مسجد کا فاصلہ دو یا ڈھائی کیلومیٹر دور ہے، اتنے کم وقت میں مسجد جا کر نماز جمعہ ادا کرنا ممکن نہیں ہے، ہفتہ میں اس ایک دن کے لئے آدھا گھنٹہ کے وقفہ پر اضافہ وقت اجرت کے نقصان کے ساتھ لینا چاہتے ہیں، انتظامیہ اس کے لئے بھی تیار نہیں ہے، ان کوششوں سے مایوس ہو جانے کے بعد کچھ لوگوں نے یہ طے کیا کہ فیکٹری کے احاطہ میں نماز جمعہ کا اہتمام کر لیا کریں گے، چنانچہ کچھ عرصہ سے یہ سلسلہ جاری ہے، کیا ہمارا یہ فعل صحیح ہے اور نماز جمعہ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟

(سید محمد رفیع اللہ)

جواب:- کارخانہ میں بھی نماز جمعہ پڑھی جاسکتی ہے، جمعہ کے لئے اذن عام شرط ہے، لیکن فقہاء نے ایسے قلعوں میں جمعہ کو صحیح قرار دیا ہے، جہاں مسجد کا دروازہ اندرون قلعہ کے لوگوں کے لئے بند نہ ہو، لیکن باہر والوں کے لئے بند ہو:

”ولا یضر غلق باب القلعة لعدو أو لعادة قديمة  
لأن الإذن العام مقرر لأهله وغلقه لمنع العدو  
ولا المصلی نعم لو لم یغلق لکان أحسن“ (۱)

## جمعہ میں کب آنا ضروری ہے؟

سوال:- {798} نماز جمعہ کے لئے اذان کے ساتھ  
ہی مسجد میں آ جانا ضروری ہے یا خطبہ پڑھنے کے وقت  
آجائے؟ (قادر خان نصیر، دھرم آباد)

جواب:- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

”جب جمعہ کی اذان دی جائے تو اللہ کی ذکر کی طرف دوڑ  
پڑو، اور خرید و فروخت چھوڑ دو“ (۲)

اہل علم کا خیال ہے کہ تجارت اور کاروبار کو بند کرنا اور جمعہ کے لئے تیزی کے ساتھ روانہ  
ہو جانا پہلی اذان کے بعد ہی واجب ہو جاتا ہے: ”ویجب السعی وترك البیع بالأذان  
الأول“ (۳) کیونکہ اگر اذان ثانی کے بعد جمعہ کے لئے پہنچنا ہو تو خطبہ پانا جو مقصود ہے وہ نہ  
پاسکے گا، اس لئے مسجد پہنچنے میں عجلت کرنی چاہئے، اور خطبہ میں شریک رہنا چاہئے۔

(۱) الدر المختار علی رد المحتار: ۱/۵۴۶۔

(۲) الجمعة: ۹۔

(۳) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۴۹۔



## جمعہ کے بعد کی سنتیں

سوال: - {799} بہت سے لوگ جمعہ کی فرض پڑھ کر مسجد سے باہر نکل جاتے ہیں، اور کاروبار میں لگ جاتے ہیں، تو جمعہ کے بعد کی سنتوں کا کیا حکم ہے؟

(قادر خان نصیر، دھرم آباد)

جواب: - رسول اللہ ﷺ جمعہ کی نماز کے بعد سنت ادا فرمایا کرتے تھے، اور آپ ﷺ نے لوگوں کو اس کی تلقین بھی فرمائی تھی، (۱) اسی پر حضرات صحابہؓ کا بھی عمل تھا، حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ جمعہ کے بعد پہلے دو رکعت پھر چار رکعت پڑھا کرتے تھے، اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے صرف چار رکعت پڑھنا ثابت ہے، (۲) لہذا بہتر تو یہ ہے کہ چھ رکعت سنت ادا کی جائے، چنانچہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی یہی رائے ہے، اور اگر کسی وجہ سے اتنا موقع نہ ہو تو کم سے کم چار رکعت سنت پڑھ لی جائے، جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے، کیونکہ یہ سنت ظہر کی نائب ہے، لہذا اس کی حیثیت بھی سنت مؤکدہ کی ہے۔ (۳)

## جمعہ میں فرض و سنت کی نیت

سوال: - {800} نماز جمعہ کے فرض و سنت اور نفل وغیرہ سب جمعہ کی نیت سے پڑھیں گے؟ یا سنتیں پڑھتے وقت نماز ظہر کی نیت کیا جائے؟ (محمد سلطان، محبوب نگر)

جواب: - پہلے تو یہ بات ذہن میں رکھیں کہ نیت اصل میں دل کے پختہ ارادہ کا نام ہے،

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۵۲۱، ۵۲۳، باب فی الصلاة قبل الجمعة وبعدها -

(۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۵۲۳، باب فی الصلاة قبل الجمعة وبعدها -

(۳) دیکھئے: الجوهرة النيرة: ۱/۱۱۱۔

نیت کے لئے زبان سے اظہار ضروری نہیں، جب آپ جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے مسجد گئے اور نماز پڑھنے کی غرض سے کھڑے ہوئے اور آپ کی ایسی کیفیت ہے کہ کوئی شخص آپ سے پوچھ لے کہ آپ کیا پڑھ رہے ہیں؟ تو آپ بلا تامل جواب دے سکیں کہ میں نماز جمعہ ادا کر رہا ہوں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز جمعہ کی نیت آپ کے دل میں موجود ہے، بس اسی قدر کافی ہے۔

بہر حال جمعہ کے لئے جمعہ ہی کی نیت کرنا ضروری ہے، مشہور حنفی فقیہ علامہ حلبیؒ فرماتے ہیں:

”كذا ينوي صلاة الجمعة وصلاة العيد أي

يشترط فيها التعيين“ (۱)

سنتوں کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ اس کے درست ہونے کے لئے متعین طور پر اس کی نیت کرنا ضروری نہیں، آپ جمعہ کی سنت کی نیت کر لیں، نفل کی نیت سے پڑھ لیں، یا صرف نماز کی نیت کر لیں، کافی ہے، علامہ ابن نجیم مصریؒ فرماتے ہیں:

”والصحيح المعتمد عدم الاشتراط، وعندنا

تصح بنية النفل وبمطلق النية“ (۲)

البتہ سنت ظہر کی نیت نہ کرے، یہ بہتر ہے، نفل نمازوں کے بارے میں اتفاق ہے کہ محض

نماز کی نیت کر لینا ہی کافی ہے۔ (۳)

## خطبہ کے درمیان درود شریف اور رضی اللہ عنہ پڑھنا

مولانا:- {801} خطبہ کے دوران حضور ﷺ کا نام

آنے پر ”درود شریف“ پڑھنا، یا صحابہ کرام کا نام آنے پر

”رضی اللہ عنہ“ کہنا کیسا ہے؟ (محمد محبوب علی، ناگر، کرنول)

(۱) کبیری: ص: ۲۴۷۔

(۲) الأشباه والنظائر مع الحموی: ۱/۱۲۰، ط: کراچی۔

(۳) حوالہ سابق۔

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے خطبہ کے درمیان گفتگو، یہاں تک کہ نماز سے بھی منع فرمایا ہے۔ (۱) نماز کی ممانعت اجزاء نماز کو شامل ہے، اور اجزاء نماز میں ایک رسول اللہ ﷺ پر صلاۃ و سلام بھی ہے، اس لئے خطبہ کے درمیان زبان سے درود شریف نہیں پڑھنا چاہئے، ہاں! دل ہی دل میں پڑھے تاکہ درود شریف پڑھنے کا عمل بھی ہو جائے اور خطبہ کے درمیان خاموش رہنے کے حکم پر بھی عمل ہو جائے، چنانچہ علامہ ہسکفیؒ فرماتے ہیں:

”فیصلی المستمع سرا بنفسه وینصت بلسانہ

عملا بأمری، صلوا، وانصتوا“ (۲)

اس طرح رسول اللہ ﷺ کے دونوں احکام پر عمل ہو جائے گا، نیز علامہ ابن نجیم مصریؒ

فرماتے ہیں:

”اختلفوا فی الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ

وسلم عند سماع اسمہ والصواب أنه یصلی فی

نفسه“ (۳)

جب درود شریف کے بارے میں یہ حکم ہے تو ”رضی اللہ عنہ“ کے بارے میں بدرجہ اولیٰ

یہی حکم ہوگا، اس لئے ”رضی اللہ عنہ“ کا دعائیہ کلمہ دل ہی دل میں کہنے پر اکتفا کیا جائے۔

**مسجد ہوتے ہوئے گھر کی چھت پر جمعہ**

سوال:- {802} شہر کی چار مسجدوں میں جمعہ کی نماز

(۱) ”عن ابن عمر رضی اللہ عنہما رفعہ: ”إذا دخل أحدکم المسجد و الإمام یخطب علی المنبر فلا صلاة ولا کلام حتی یفرغ الإمام“ (رواہ الطبرانی فی الکبیر بضعف بحوالہ جمع الفوائد: ۳۱۳/۱، حدیث نمبر: ۱۹۱۸، باب وقت الجمعة و ندائها و خطبتها و ما یتعلق بذلك) محشی۔

(۲) الدر المختار مع الرد: ۲/۲۶۸۔

(۳) البحر الرائق: ۲/۲۷۱۔

ہوتی ہے، شہر کے سارے لوگ انہیں چار مسجدوں میں جمعہ کی نماز ادا کرتے ہیں، لیکن ۱۳ جولائی کو جمعہ کی نماز کچھ لوگوں نے ایک غیر مسلم کے مکان کی چھت پر ادا کی، کیا ان لوگوں کی نماز ہوگئی اور کیا اس طرح جمعہ کی نماز مسجدوں کو چھوڑ کر غیر مسلم کے گھر پر ادا کی جاسکتی ہے؟ (محمد عبدالرحیم، پالونچہ)

جواب:- شہر میں کسی بھی مقام پر جمعہ کی نماز ادا کی جاسکتی ہے، جمعہ قائم کرنے کے لئے مسجد ہونا ضروری نہیں، لیکن جب شہر میں چار مسجدیں موجود ہیں اور وہ تمام مسلمانوں کے لئے کفایت کرتی ہیں، یا اگر کفایت نہ کرتی ہوں تو ان کے گرد و پیش مسجد کی توسیع اور صفیں لگانے کی گنجائش موجود ہو، تو ایسی صورت میں بہتر طریقہ یہی ہے کہ نماز مسجد میں ادا کی جائے، مسجد چھوڑ کر دوسری جگہ نماز جمعہ ادا کرنا مسجد کی حق تلفی ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ:

”اگر امیر اپنے محل میں جمعہ قائم کرے اور لوگوں کو اس میں آنے کی اجازت دے دے، تو جمعہ تو ہو جائے گا، لیکن یہ مکروہ فعل ہوگا، کیونکہ یہ مسجد کی حق تلفی کے مترادف ہے“

”... لأنه لم يقض حق المسجد“ (۱)

خاص کر غیر مسلم بھائی کے گھر کی چھت پر نماز پڑھنے میں اندیشہ ہے کہ کہیں آئندہ دوسرے مسلمان اس پر اصرار کرنے لگیں، تو ظاہر ہے کہ یہ نہ صرف انصاف کے خلاف ہوگا، بلکہ یہ بات اسلامی تعلیمات کے بھی خلاف ہوگی اور اس سے نقض امن بھی ہو سکتا ہے۔

نماز جمعہ چھوڑنے سے متعلق حدیث

سوال:- {803} کیا یہ صحیح ہے کہ پانچ مرتبہ نماز جمعہ



قضاء ہو جائے تو وہ مسلمان نہیں رہتا؟

(حیدر علی جواد، دیہ لگور)

جواب:- غالباً یہ بات روایت میں نہیں آئی ہے، البتہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”من ترك الجمعة ثلاث مرات من غير ضرورة

طبع على قلبه“ (۱)

”جس نے تین دفعہ بلا ضرورت جمعہ چھوڑ دیا اس کے دل پر

مہر لگا دی جاتی ہے“

دل پر مہر لگ جانے سے مراد یہ ہے کہ اس سے خیر کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔

## ترک جمعہ کا گناہ

سوال:- {804} جو شخص مسلسل تین جمعہ میں نماز ادا

نہیں کرتا، کیا اس کے گھر سے خیر و برکت اٹھالی جاتی ہے؟

کیونکہ ایک صاحب جمعہ کو مسجد میں نماز ادا نہیں کرتے، بلکہ گھر

میں ہی نماز ادا کرتے ہیں۔ (ایکس، وائی، زیڈ)

جواب:- بلا عذر جمعہ چھوڑ دینا بہت ہی گناہ اور محرومی کی بات ہے، مسند احمد میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ

سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”من ترك الجمعة ثلاث مرات من غير

(۱) مجمع الزوائد: ۱۹۲/۲۔

امام ترمذی اور ابوداؤد نے بھی اسی مفہوم کی ایک حدیث اپنی جامع میں ذکر کی ہیں: ”قال رسول

اللہ ﷺ من ترك الجمعة ثلاث مرات تهاوناً طبع اللہ علی قلبه“ (الجامع للترمذی،

حدیث نمبر: ۵۰۰، باب فی ترک الجمعة بغير عذر، نیز دیکھئے: سنن أبي داؤد، حدیث نمبر:

۱۰۵۲، باب التشديد في ترك الجمعة) محشی۔

ضرورة طبع علی قلبه“ (۱) ”جس نے تین دفعہ بلا ضرورت جمعہ چھوڑ دیا اس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے“ اور بعض روایتوں میں ہے کہ اس کا دل منافقوں کا سا ہو جاتا ہے، بیماری، شدید بارش، دشمن کا خوف اور بینائی سے محرومی ان اعذار میں سے ہے جن کی وجہ سے فقہاء نے ترک جمعہ کی اجازت دی ہے۔ (۲) اگر ان صاحب کو اس طرح کے اعذار نہ ہوں تو انہیں سمجھائیے کہ وہ ایسی ناشائستہ حرکت سے باز آئیں۔

## نماز جمعہ فرض عین ہے

سوال :- {805} کیا جمعہ کی نماز فرض ہے؟ بعض

حضرات اسے واجب بھی کہتے ہیں۔ (محمد اعجاز احمد، ایرہ گڈا)

جواب :- محقق علماء کی رائے یہی ہے کہ جمعہ مستقل فرض عین ہے، اور چونکہ قرآن

مجید اور حدیث متواتر سے اس کا ثبوت ہے، اس لئے جمعہ کا انکار کفر ہے:

”الجمعة هي فرض عين يكفر جاحدها،

لثبوتها بالدليل القطعي“ (۳)

ویسے واضح ہو کہ فرض اور واجب میں عملی لزوم کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں، جیسے فرض کا

ادا کرنا لازم و ضروری ہے، اسی طرح واجب کا ادا کرنا بھی واجب و ضروری ہے، فرق صرف دو

باتوں میں ہے، ایک تو ذریعہ ثبوت میں، اور دوسرے یہ کہ اس کے انکار کا کیا حکم ہے؟ فرض کا

ثبوت یقینی دلیل سے ہوتا ہے اور اس کا انکار کفر ہے، اور واجب کا ثبوت نسبی کم درجہ کی دلیل سے

ہوتا ہے اور اس کا انکار کفر نہیں، البتہ فسق ہے، ورنہ عملی اعتبار سے دونوں ہی کا کرنا ضروری ہے۔

(۱) مجمع الزوائد، باب ماجاء من ترك الجمعة: ۱۹۲/۲۔

نیز دیکھئے: سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۱۰۵۲۔ محشی۔

(۲) الدر المختار: ۲۸/۲۔

(۳) رد المحتار: ۳۳/۳۔

## خطبہ کے درمیان سامعین کی بیٹھک

سوال: - {806} جس طرح تشہد کی حالت میں بیٹھتے

ہیں، کیا جمعہ کے خطبہ میں اسی طرح بیٹھنا چاہئے؟ یا کسی بھی طرح بیٹھ سکتے ہیں؟  
(محمد اعجاز احمد، ایرہ گڈا)

جواب: - خطبہ چونکہ بعینہ نماز نہیں، اس لئے نماز ہی کی ہیئت پر بیٹھنا ضروری نہیں، جیسی سہولت ہو اور اس کی بیٹھک سے دوسروں کو تکلیف نہ پہونچے، بیٹھ سکتے ہیں، آلتی پالتی بیٹھے، یا گوٹ مار کر، یا جیسے سہولت ہو، البتہ قعدہ کی سی بیٹھک بہتر ہے، فتاویٰ عالمگیری میں اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے:

”إن شاء جلس محتبیا أو متربعا أو کما تیسر ...

و یستحب أن یقعد فیہا کما یقعد فی الصلاة“ (۱)

## انفرادی طور پر جمعہ وعیدین

سوال: - {807} کیا عورت نماز جمعہ وعیدین انفرادی

طور پر گھر پر ادا کر سکتی ہے؟ یعنی جمعہ کی دو رکعت فرض اور عیدین کی چھ زائد تکبیرات کے ساتھ، خفی مسلک کی روشنی میں وضاحت فرمائیں  
(عارفہ شادان، کلوا کرتی)

جواب: - اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے ساتھ یہ خصوصی سہولت رکھی ہے کہ ان پر نماز جمعہ اور عیدین واجب قرار نہیں دی گئی ہے، (۲) کیونکہ خواتین کو اس کا مکلف اور پابند کرنے میں ان

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۳۸۔

(۲) نبی ﷺ نے فرمایا: ”الجمعة حق واجب علی کل مسلم فی جماعة إلا أربعة: عبد مملوک أو امرأة أو صبی أو مریض“ (سنن أبی داؤد، حدیث نمبر: ۱۰۶۷، باب الجمعة للمملوک و المرأة)

کے لئے زحمت بھی ہے اور فتنہ کا اندیشہ بھی:

”حتی لا تجب الجمعة علی العبد والنساء“ (۱)

”تجب صلاة العید علی من تجب صلاة الجمعة“ (۲)

جہاں تک انفرادی طور پر جمعہ اور عیدین ادا کرنے کی بات ہے، تو جمعہ اور عیدین جماعت کے ساتھ ہی ادا کرنا ثابت ہے، ان نمازوں کو انفرادی طور پر ادا نہیں کیا جاسکتا، اسی لئے اگر کسی کی نماز جمعہ فوت ہو جائے تو جمعہ کے بجائے اسے ظہر کی نماز ادا کرنی ہے، اور عیدین فوت ہو جائے تو اس کی قضاء نہیں۔

## جمعہ سے پہلے بیوی اور محرم خواتین کی پیشانی کا بوسہ

سوال: {808} ہمارے خاندان کے ایک بزرگ

ہیں، انہیں کہیں یہ حدیث معلوم ہوئی کہ حضور ﷺ جمعہ کی نماز کے لئے جاتے وقت اپنے گھر کی محرم خواتین کی پیشانی کا بوسہ لیا کرتے تھے، لہذا ہمارے وہ بزرگ یہ عمل سنت سمجھ کر کیا کرتے ہیں، اپنی اہلیہ، اپنی لڑکیوں، نواسیوں وغیرہ جو محرم ہیں ان کی پیشانی کا بوسہ جمعہ کی نماز کو جاتے وقت گھر سے نکلنے سے قبل لیا کرتے ہیں، کیا یہ عمل درست ہے اور سنت کے مطابق ہے؟ اب ان کے لڑکے کی شادی ہوئی اور گھر میں بہو آئی ہے، کیا بہو محرم میں داخل ہے، کیا وہ اپنی بہو کی پیشانی کا بوسہ لے سکتے ہیں؟ (محمد راشد، یا قوت پورہ)

جواب: - یہ سمجھنا درست نہیں کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کو جاتے ہوئے گھر کی محرم خواتین کا

(۱) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۴۴۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۵۰۔



بوسہ لیتے رہے ہوں، بلکہ نماز سے پہلے بوسہ لینا ایک حد تک غیر مناسب عمل ہے، کیونکہ بعض فقہاء کے نزدیک اس صورت میں وضوء ٹوٹ جاتا ہے، تو وضوء کے بعد اور نماز سے پہلے تو ایسے عمل سے بچنا چاہئے جس سے ناقض وضوء ہونے کا شبہ ہو، نہ کہ خاص طور پر اس کا ارتکاب کیا جائے، رسول اللہ ﷺ سے ایک آدھ موقع پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیشانی کا بوسہ لینا ثابت ہے، (۱) لیکن یہ عمل بھی اتفاقی تھا، نہ کہ معمولاً، آج کے دور ہوا و ہوس میں اس طرح کا عمل فتنہ کا دروازہ کھول دے گا، اس لئے بیوی کے علاوہ تمام ہی محرم خواتین کا بوسہ لینا قطعاً نامناسب ہے، اس لئے اس سے بچنا چاہئے، بہو بھی محرم عورتوں میں داخل ہے، کیونکہ اس سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے اور جن عورتوں سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہو ان ہی کو محرم کہا جاتا ہے۔

## ایک ہی مسجد میں ایک سے زیادہ بار جمعہ کی ادائیگی

سوال :- {809} برطانیہ کے ایک شہر میں ایک کئی منزلہ مسجد ہے، جس میں عام نمازوں کے علاوہ جمعہ کی نماز بھی ہوتی ہے، مسجد کو مزید وسیع کرنے کی گنجائش نہیں، کیونکہ مسجد کے چاروں طرف مسجد کی مملوکہ زمین نہیں، مسجد کو مزید اونچا کرنے کی بھی گنجائش نہیں اور قانون اس میں مانع ہے، عام دنوں میں مسجد کا کچھ حصہ ہی استعمال ہوتا ہے، لیکن جمعہ کے دن تمام منزلیں بھر جاتی ہیں، پھر بھی کافی نہیں ہوتی، اس لئے

(۱) "عن عائشة أم المؤمنين رضي الله تعالى عنها قالت : ما رأيت أحداً أشبه سمناً ودلاً وهدياً برسول الله ﷺ في قيامها وقعودها من فاطمة بنت رسول الله ﷺ قالت : وكانت إذا دخلت على النبي ﷺ قام إليها فقبلها وأجلسها في مجلسه الخ (الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۳۸۷۲، باب ما جاء في فضل فاطمة بن محمد ﷺ) محش۔"

تین بار جماعت کی جاتی ہے، نماز میں شرکت کرنے والے حضرات کافی دور دور سے آتے ہیں، اس محلہ کے لوگ کم ہوتے ہیں، جس میں یہ مسجد واقع ہے، اگر ہر جمعہ کو خاص طور پر ہال بک کیا جائے تو اولاً تو ہر ہفتہ کو ہال دستیاب ہونا دشوار ہے اور ہو تو اس کے اخراجات ناقابل تحمل ہیں، عیدین کی نمازیں چونکہ سال میں صرف دو بار ہوتی ہیں، اس لئے ہال کرایہ پر لے لیا جاتا ہے، برطانیہ کے قوانین اتنے سخت ہیں کہ لوگ سڑکوں پر نماز ادا نہیں کر سکتے، اور نماز کے لیے آنے والے اکثر لوگ وہ ہوتے ہیں، جو جمعہ کے نمازی ہوتے ہیں، اگر جمعہ میں بھی شریک نہ ہوں تو نہ معلوم عیدین کے علاوہ دوسری نمازیں پڑھیں بھی یا نہیں؟

ان حالات کے پس منظر میں آپ سے درج ذیل باتیں وضاحت طلب ہیں:

(الف) مسجد میں ایک سے زیادہ جماعت کرنے کے سلسلہ میں فقہاء کے مذاہب کیا ہیں؟

(ب) فقہ حنفی میں تکرار جماعت کی اجازت ہے؟

(ج) جو صورت حال اوپر مذکور ہوئی کیا اس صورت

میں تکرار جماعت کی گنجائش ہے؟ (احمد علی، برطانیہ)

جواب:- (الف) تکرار جماعت کے سلسلہ میں حنفیہ کے علاوہ دوسرے فقہاء کے

مذہب کی تفصیل یہ ہے کہ امام مالکؒ کے نزدیک جس مسجد میں کوئی امام مقرر ہو وہاں اس امام کی جماعت کے علاوہ کوئی اور جماعت کرنا مکروہ ہے، اگر کئی ائمہ مقرر ہوں جو الگ الگ جماعتوں کو پڑھائیں، تو اس صورت کے بارے میں مالکیہ کے نزدیک اختلاف ہے، لیکن رائج یہی ہے کہ یہ

صورت بھی مکروہ ہے، جس مسجد میں کوئی باضابطہ امام مقرر ہو، اس میں دوبارہ جماعت مکروہ ہے، البتہ اگر مسجد تنگ ہے اور تمام لوگ ایک ساتھ نماز نہیں پڑھ سکیں، تو ایک سے زیادہ جماعت کی گنجائش ہے۔ (۱)

امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک مقررہ امام کی اجازت سے ایک سے زیادہ جماعتیں کی جاسکتی ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں۔ (۲) مشہور محدث امام ترمذیؒ نے امام احمدؒ کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ فقہاء میں امام اسحاقؒ کی بھی یہی رائے ہے، نیز متعدد صحابہؓ اور تابعینؒ اسی نقطہ نظر کے حامل ہیں۔ (۳) مشہور محدث امام بخاریؒ کا رجحان بھی یہی ہے۔ (۴) فقہاء احنافؒ اصولی طور پر تکرار جماعت مکروہ قرار دیتے ہیں، چنانچہ علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

”وإن صلى فيه أهله بأذان وإقامة أو بعض أهله يكره لغير أهله وللباقين من أهله أن يعيدوا الأذان والإقامة“ (۵)

اس طرح اکثر فقہاء کا مسلک یہی ہے کہ تکرار جماعت کراہت سے خالی نہیں، مذاہب اربعہ میں احناف، مالکیہ اور شوافع کا یہی نقطہ نظر ہے، حنابلہ جواز کے قائل ہیں، اور شوافع جگہ کی تنگی کی صورت میں تکرار جماعت کو جائز قرار دیتے ہیں، جو حضرات تکرار جماعت کو جائز قرار دیتے ہیں ان کی دلیل ایک روایت ہے کہ

ایک صاحب جماعت ختم ہونے کے بعد مسجد نبوی ﷺ میں آئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون ان کے اجر میں اضافہ

(۱) دیکھئے: روضة الطالبین: ۱/۵۱۰، نیز دیکھئے: الفقہ الاسلامی وأدلته: ۲/۶۵-۱۶۴۔

(۲) دیکھئے: کشاف القناع: ۱/۵۳۸، بحوالہ الفقہ الاسلامی وأدلته: ۲/۱۶۵۔

(۳) الجامع للترمذی: ۱/۵۳، باب ماجاء في الجماعة في مسجد قد صلى فيه۔

(۴) صحيح البخاری: ۱/۸۹، باب فضل الجماعة۔

(۵) بدائع الصنائع: ۱/۳۷۸۔



کرے گا؟ یعنی کون ان کے ساتھ شریک ہو کر انہیں جماعت کا ثواب پہنچائے گا؟ بعض روایتوں میں ہے کہ ایک صاحب کھڑے ہوئے، اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت ابو بکر ؓ تھے، چنانچہ وہ ان کے ساتھ شریک ہو گئے، اور ان صاحب نے مسجد نبوی ﷺ میں جماعت سے نماز ادا کی۔ (۱)

اس طرح امام بخاری نے حضرت انس ؓ کے بارے میں نقل کیا ہے: ”حضرت انس ؓ ایک ایسی مسجد میں تشریف لائے جس میں نماز ہو چکی تھی، تو دوبارہ اذان و اقامت کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔“ (۲)

جو لوگ تکرار جماعت کو مکروہ قرار دیتے ہیں، ان کے پیش نظر وہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک بار کچھ لوگوں کے درمیان صلح کرانے تشریف لے گئے، جب آپ ﷺ فارغ ہو کر مسجد آئے تو نماز ہو چکی تھی۔ آپ ﷺ گھر واپس آئے اور اہل خانہ کو جمع کیا اور نماز ادا فرمائی (۳) نیز تکرار جماعت سے لامحالہ جماعت کی تعداد قلیل ہوگی، کیونکہ جب لوگ دیکھیں گے کہ بار بار جماعت ہو سکتی ہے تو آنے میں تاخیر کریں گے اور اس طرح جماعت کی کثرت ”جو شریعت کا منشا ہے“ فوت ہو کر رہ جائے گا، چنانچہ علامہ کا سانی فرماتے ہیں:

”لأن التكرار يؤدي الى تقليل الجماعة : لأن الناس اذا علموا أنهم تفوتهم الجماعة

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۲۲۰، باب فی الجماعة فی مسجد قد صلی فیہ -

(۲) صحیح البخاری: ۲۲۰/۱، باب فضل الجماعة۔

(۳) مجمع الزوائد: ۲/۴۵، باب فیمن جاء إلى المسجد فوجد الناس قد صلوا -



فیستعجلون فتکثر الجماعة، إذا علموا أنها لا  
تفوتهم يتأخرون فتقل الجماعة وتقليل  
الجماعة مکروه (۱)

”لأن في تكرار الجماعة تقليلها“ (۲)

واقعہ ہے کہ جمہور کا نقطہ نظر شریعت کے مزاج و مذاق اور جماعت کی مصلحت سے زیادہ قریب ہے۔

(ب) احناف کے مسلک کی تفصیل ہے کہ چند صورتیں ایسی ہیں کہ جن میں بالاتفاق تکرار جماعت مکروہ نہیں۔

اول:- یہ کہ ”مسجد محلہ“ نہ ہو، بلکہ بازار یا شارع عام کی مسجد ہو، جس میں گزرنے والے نماز پڑھ لیا کرتے ہوں۔ ”أو كان مسجد طريق جاز إجماعاً“ (۳) ”و کذا فی مسجد قارعة الطريق“ (۴) اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسی مسجدوں میں متعین نمازی نہیں ہوتے، بلکہ حسب موقع گزرنے والے پڑھ لیتے ہیں، اس لئے اس سے کثرت جماعت متاثر نہیں ہوتی۔

دوسرے:- اس مسجد میں بھی تکرار جماعت میں کوئی حرج نہیں ہے جس کے لئے امام متعین نہ ہو، اور کچھ متعین لوگ مسجد میں نہ آیا کرتے ہوں، بلکہ ”کیف ما اتفق“ کبھی کچھ لوگ، کبھی کچھ اور لوگ نماز پڑھتے ہوں، چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”المسجد إذا كان له امام معلوم أو جماعة

(۱) بدائع الصنائع: ۱/۳۸۰۔

(۲) البحر الرائق: ۱/۶۰۵۔

(۳) رد المحتار: ۲/۲۸۸۔

(۴) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۸۳۔

معلومة في محلة فصلی أهله فيه بالجماعة لا

یباح تکرارها فيه بأذان ثان" (۱)

تیسرے:- اگر پہلی جماعت اہل محلہ ہی نے کی، لیکن اذان آہستہ اس طریقے پر دی کہ دوسرے لوگ نہ سن سکیں تو اس کے بعد دوبارہ جماعت کی جاسکتی ہے:

"جماعة من أهل المسجد أذنوا في المسجد على

وجهها لمخافتة بحيث لم يسمع غيرهم ثم حضر

قوم من أهل المسجد ولم يعلموا ما صنع الفريق

الأول فأذنوا على وجه الجهر والإعلان، ثم علموا

ما صنع الفريق الأول فلهم أن يصلوا بالجماعة

على وجهها ولا عبرة للجماعة الأولى" (۲)

چوتھی صورت:- یہ ہے کہ مسجد محلہ ہی میں غیر اہل محلہ نے پہلے اذان و اقامت کے ساتھ جماعت کر لی ہو، تو اب اہل محلہ کا دوبارہ جماعت کرنا مکروہ نہیں:

"يكره تكرار الجماعة في مسجد محلة بأذان و

إقامة إلا إذا صلى بهما فيه أولاً غير أهله" (۳)

پانچویں صورت:- یہ ہے کہ پہلی جماعت اذان کے ساتھ ہوئی ہو، اور دوسری جماعت بغیر اذان کے ہو اس کو حنفیہ نے بالاتفاق مباح قرار دیا ہے: "وما إذا صلوا بغیر أذان یباح إجماعاً" (۴) اور شامی میں ہے:

(۱) الفتاویٰ الہندیہ: ۸۳/۱۔

(۲) فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ الہندیہ: ۸۸/۱۔ محشی۔

(۳) رد المحتار: ۲۸۸/۲۔

(۴) الفتاویٰ الہندیہ: ۸۳/۱۔

”ولو كرر أهله بدونهما ... جاز اجماعاً“ (۱)

تکرارِ جماعت کے جائز ہونے کی یہ صورتیں فقہاء حنفیہ کے نزدیک متفق علیہ ہیں، امام محمدؒ سے منقول ہے کہ اگر دوسری جماعت تداعی اور اجتماعی کے طور پر نہ ہو، تو مکروہ نہیں، ورنہ مکروہ ہے، چنانچہ علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

”وروی عن محمد أنه يكره إذا كانت الثانية

على سبيل التداعي والاجتماع فأما إذا لم يكن

فلا يكره“ (۲)

..... ممکن ہے کہ امام محمدؒ کے اس قول کا مقصد وہی ہو جو مذکور ہوا ہے کہ دوسری جماعت اذان کے ساتھ مکروہ ہے، بغیر اذان کے نہیں، کیونکہ اذان تداعی کی واضح صورت ہے، امام ابو یوسفؒ کے قول میں نسبتاً زیادہ وسعت ہے، اور وہ یہ ہے کہ اگر جماعتِ ثانیہ جماعتِ اولیٰ کی ہیئت پر نہ ہو، تو جماعتِ ثانیہ مکروہ نہیں، تغیر ہیئت سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلہ میں عام طور پر یہ بات کہی گئی ہے کہ محراب اور امام کی جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ امامت کی جائے، چنانچہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

”وعن أبي يوسف أنه إذا لم تكن الجماعة

بهيئة الأولى لا تكره وإلا تكره وهو الصحيح

وبالعدل عن المحراب تختلف الهيئة كذا في

البزازية“ (۳)

نیز علامہ ابن نجیم کا بیان ہے:

(۱) رد المحتار: ۲/۲۸۸۔

(۲) بدائع الصنائع: ۱/۳۸۹۔ محشی۔

(۳) رد المحتار: ۲/۲۸۹۔

”وعن أبي يوسف لا بأس به مطلقا إذا صلى

في غير مقام الإمام“ (۱)

یہاں یہ بات بھی اہم ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے اس قول کو فقہاء نے صحیح اور مفتی بہ قرار دیا

ہے، چنانچہ علامہ شامی کی صراحت اصول کے بارے میں گزر چکی ہے، ”هو الصحيح“

۳..... جمعہ چونکہ شعائر دین کے درجہ میں ہے، اس لئے جمعہ کا بہر حال اہتمام ہونا

چاہئے، اس لئے فقہاء نے جمعہ کے قیام کے لئے بعض شرائط کے بارے میں تخفیف و رعایت

سے کام لیا ہے، چنانچہ اصل یہ ہے کہ ایک ہی جگہ جمعہ ہو، لیکن اس کے مستحب و مطلوب ہونے

میں کسی کو بھی کلام نہیں، لیکن اگر ایک جگہ تمام لوگوں کے اجتماع میں دقت ہو تو فقہاء کہتے ہیں کہ

متعدد جمعہ میں بھی کوئی حرج نہیں، علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں:

”يصح أداء الجمعة في مصر واحد بمواضع

كثيرة وهو قول أبي حنيفة ومحمد، وهو

الأصح؛ لأن في الاجتماع في موضع واحد في

مدينة كبيرة حرجا بينا وهو مدفوع“ (۲)

یہی بات فقہاء مالکیہ نے لکھی ہے:

”واعلم أن خشية الفتنة بين القوم إذا اجتمعوا

في مسجد تبیح التعدد كالضيق“ (۳)

امام شافعیؒ کے نزدیک تو ایک شہر میں متعدد جمعہ جائز نہیں، لیکن اس کے باوجود متأخرین

نے ازراہ ضرورت متعدد جمعہ کی اجازت دی ہے، تاکہ جمعہ سے لوگ محروم نہ ہونے پائیں۔ (۴)

(۱) البحر الرائق: ۸۰۵/۲۔

(۲) حوالہ سابق: ۶۰۵/۲۔

(۳) الشرح الصغير: ۵۰۱/۱۔

(۴) دیکھئے: روضة الطالبین: ۵۱۰/۱۔



اس طرح سجدہ تو زمین پر ہونا چاہئے، لیکن اگر جمعہ میں اثر دھام کی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو تو فقہاء نے نمازیوں کی پشت پر بھی سجدہ کرنے کی اجازت دی ہے:

”رجل لم يستطع يوم الجمعة أن يسجد على الأرض من الزحام فانه ينتظر حتى يقوم الناس ، فإذا رأى فرجة سجد وان سجد على ظهر الرجل أجزأه“ (۱)

ان نظائر سے یہ بتانا مقصود ہے کہ شریعت میں اقامت جمعہ کی جواہمیت ہے، فقہاء نے اپنے اجتہادات میں اس کو بڑی اہمیت دی ہے، اس لئے تکرار جماعت کی کراہت سے بڑھ کر یہ ہے کہ کچھ مسلمان جمعہ کی سعادت سے محروم ہو جائیں، لہذا راقم الحروف کی رائے ہے کہ:

(الف) اولاً تو مسجد کے ذمہ داران اس بات کی کوشش کریں کہ جمعہ کے لئے مستقل طور پر کوئی ہال حاصل ہو جائے۔

(ب) جب تک یہ سہولت حاصل نہ ہو تکرار جماعت ہی کے ذریعہ سہی، مسلمانوں کو جمعہ سے محروم نہ ہونے دیں ورنہ اندیشہ ہے کہ اس سے ان کی دینی حالت پر بہت ہی خراب اثر مرتب ہوگا۔

(ج) صورت یہ ہو کہ صرف پہلی جماعت سے پہلے اذان اور اقامت ہو، دوسری یا تیسری جماعت کے لئے اذان اور اقامت نہ کہی جائے، تاکہ اس قول کے مطابق کہ ”دوسری جماعت بغیر اذان و اقامت کے درست ہے“ تکرار جماعت درست قرار پائے۔

(د) پہلی جماعت میں امام جہاں کھڑا ہو، دوسری جماعت میں اس سے کسی قدر پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو اور دوسری جماعت میں امام کی جوجگہ ہو، تیسری جماعت میں امام اس سے بھی ہٹ

(۱) الفتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۷۸، باب صلاة الجمعة۔ محشی۔

کر نماز پڑھائے، اس طرح تغیر ہیئت کی کیفیت پیدا ہو جائے گی، جو امام ابو یوسفؒ کے قول پر مکروہ نہیں ہے۔

(ہ) یہ بات بھی مناسب ہوگی کہ مسجد کا مقررہ امام آخری جماعت کی امامت کرے تاکہ اس کا شمار اہل محلہ کی جماعت میں ہو اور پہلی جماعتوں کا شمار غیر اہل محلہ کی جماعتوں میں ہو، اور غیر اہل محلہ کی جماعت کے بعد بھی اہل محلہ کی جماعت بالاتفاق درست ہے۔

تکرار جماعت کی یہ وہ صورتیں ہیں کہ احناف کے مسلک کی مذکورہ تفصیلات کے مطابق یہ کراہت کے دائرہ میں نہیں آتیں، لیکن ظاہر ہے کہ اصل یہ ہے کہ مسجد میں ایک ہی جماعت ہو، اس لئے اس کے لئے کوشش جاری رکھنی چاہئے اور جب تک یہ سہولت بہم نہیں پہنچے، تکرار جماعت کے ساتھ ہی سہی تمام آنے والوں کے لئے جمعہ کی سہولت برقرار رکھنا چاہئے کہ اس سے فریضہ دین کی اہمیت لوگوں کے ذہن میں باقی رہے گی اور ان کے ذہنوں میں اپنی مذہبی شناخت بھی قائم رہے گی۔

## جمعہ کی جماعت ثانیہ

سوال :- {810} ہمارے یہاں مسجد میں جمعہ کی نماز کے لیے بہت سے لوگ آتے ہیں، جب مسجد بھر جاتی ہے تو کچھ لوگ جو تقریباً ۷۰ سے زائد ہوتے ہیں، مسجد کے اوپر چھت پر کھلے آسمان کے نیچے نماز جمعہ ادا کرتے ہیں، گزشتہ جمعہ کے دن مسلسل بارش ہوتی رہی، کیا ایسی صورت میں اوپر کے لوگوں کو بارش میں بھیگتے ہوئے نماز ادا کرنا چاہیے یا دوسری جماعت بنا کر پڑھنا چاہیے؟ ایسی صورت میں جمعہ کی نماز ادا کرنے کا واضح طریقہ بتائیں۔

(حافظ نعمان ذاکر حسامی، پٹن چرو)

جملہ :- جو صورت آپ نے ذکر کی ہے، اس میں اولاتو کوشش کرنی چاہیے کہ مسجد کی چھت کے بجائے اگر دوسری مسجد ہو تو وہاں، یا مسجد کے علاوہ کوئی اور چھت والی جگہ ہو تو وہاں جمعہ کی دوسری جماعت کر لی جائے، لیکن اگر یہ دشوار ہو تو عذر کی وجہ سے دوبارہ جماعت کی گنجائش ہے، کیونکہ خاص حالات میں فقہاء نے تکرار جماعت کی اجازت دی ہے۔ واللہ اعلم۔



## نمازِ عیدین کا بیان

۶ دسمبر اور عید الفطر

سوال: - {811} بہت سے لوگوں کو تشویش ہے اگر

عید الفطر ۶ دسمبر کو آئی، تو نئے کپڑے پہننا درست ہو گا یا

نہیں؟ کیونکہ یہی بابر مسجد کی شہادت کا دن ہے؟

(محمد متین فاروقی، اودگیر)

جواب: - عید الفطر منانا ایک حکم شرعی ہے، اور اس دن اپنی حیثیت اور گنجائش کے

مطابق بہتر کپڑے پہننا چاہئے، اس لئے ۶ دسمبر کو عید آنے کی وجہ سے اس سے اجتناب کرنا

درست نہیں، ۶ دسمبر کا واقعہ یقیناً نہایت تکلیف دہ، کرہناک اور ناقابلِ فراموش ہے، لیکن اس پر

رنج کے اظہار کے لئے ایک حکم شرعی کی خلاف ورزی مناسب نہیں، اس کے بجائے عید کی شب

میں اور نمازِ عید کے بعد کی دعا میں بابر مسجد کی بازیابی کے لئے خوب دعا کا اہتمام کریں کہ

مؤمن کا اصل ہتھیار دعا ہے، اور یہ اوقات دعا کی قبولیت کے ہیں۔



## عید کی نماز میں رکوع یا اس کے بعد شریک ہو

سوال :- {812} اگر کوئی شخص عید کی نماز میں امام کے رکوع میں جانے کے بعد پہنچا، یا دوسری رکعت میں آ کر امام کے ساتھ ملا، تو اس کو کس طرح اپنی نماز ادا کرنی چاہئے؟  
(محمد ساجد علی، نظام آباد)

جواب :- امام رکوع میں جا چکا، اس کے بعد نماز میں شریک ہوا، تو اگر اتنا وقت ہو کہ تکبیر تحریمہ کے بعد تین تکبیرات زوائد کہہ کر رکوع میں چلا جائے، تو رکوع ہی کی حالت میں تین تکبیرات زوائد کہہ لے، البتہ رکوع میں تکبیرات کہتے ہوئے ہاتھ اٹھانے کی ضرورت نہیں، اگر کچھ ہی تکبیرات کہہ پایا تھا کہ امام نے سر اٹھالیا، تو امام کی اتباع کرے، جو تکبیرات باقی رہ گئی ہیں وہ اس سے ساقط ہو جائیں گی، اگر پہلی رکعت میں امام کے رکوع سے فارغ ہونے کے بعد، یا دوسری رکعت میں امام کو پائے تو امام کے ساتھ اس کی اتباع کرتے ہوئے نماز پوری کرے، اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد ایک رکعت مکمل کر لے، یہ اس کی پہلی رکعت ہوگی، لہذا جب وہ اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کھڑا ہوگا تو پہلے تین تکبیرات زوائد ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہے گا۔ (۱)

## خطبہ عید کے درمیان چندہ

سوال :- {813} ہمارے گاؤں میں عید گاہ میں عید کی نماز کے بعد خطیب صاحب کے خطبہ دیتے وقت دینی مدرسہ کا چندہ کیا جاتا ہے، ہم نے یہ سن رکھا ہے کہ خطبہ سننا واجب ہے، چندہ کرنے سے خود چندہ کرنے والے خطبہ نہیں سنتے، نیز

لوگوں کو بھی خلل ہوتا ہے، کیا اس طرح کرنا مناسب ہے؟

(عبداللہ، چیت گوپا)

جواب:- عید کا خطبہ گو جمعہ کے خطبہ کی طرح واجب نہیں، لیکن سنت ضرور ہے: ”و هو أنها فيها سنة لا شرط“ (۱) اور سنت کو ترک کرنا یا لوگوں کو ایک سنت کی ادائیگی میں خلل ڈالنا مناسب نہیں، اسی لیے جو لوگ خطبہ عیدین یا خطبہ حج میں شریک ہوں، ان پر خاموش رہنا اور توجہ کے ساتھ خطبہ کو سننا واجب ہے۔

”و يجب السكوت و الاستماع في خطبة

العیدین و خطبة الموسم“ (۲)

اس لئے خطبہ کے درمیان چندہ کرنا بہتر نہیں، خطبہ مکمل ہو جائے، پھر چندہ کر لیا جائے۔

## نماز کے بعد تکبیر تشریق

سوال:- {814} نماز عید الاضحیٰ میں سلام کے بعد اور

خطبہ سے پہلے تکبیرات تشریق پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

(حافظ محمد مکرم علی رشادی، گلبرگہ)

جواب:- اس سلسلہ میں اہل علم کے درمیان اختلاف رائے ہے، فقہاء احناف میں

علماء بلخ کی رائے ہے کہ پڑھنی چاہیے:

”و عليه توارث المسلمین فوجب اتباعه“ (۳)

”یہی مسلمانوں کا متوارث عمل ہے، لہذا اس کی اتباع واجب

ہے“

(۱) رد المحتار: ۳/۳۶۔

(۲) البحر الرائق: ۳۲/۱۶۲۔

(۳) رد المحتار: ۳/۶۳۔

## نماز عید کی قضاء

سوال :- (815) جس شخص کی نماز عید اتفاق سے چھوٹ جائے، جیسے وہ سویارہ گیا اور نماز ہو گئی، تو اب اس کو کیا کرنا چاہئے، قضاء کرے یا کوئی کفارہ کرے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب :- اگر کسی کی نماز عید ایک مسجد میں چھوٹ جائے اور دوسری جگہ ملنے کا امکان ہو تو وہاں جا کر نماز ادا کرے، اگر اس کا امکان نہیں، تو اب قضاء کی گنجائش نہیں، اپنی کوتاہی پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور بس، فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”والإمام لو صلاها مع الجماعة وفاتت بعض الناس لا يقضيها من فاتته ، خرج الوقت أو لم يخرج “ (۱)

## عید میں شیر خرما

سوال :- (816) کیا عید الفطر کے دن شیر خرما بنانا ضروری ہے؟ اور کیا دوسرا میٹھا بنانا خلاف سنت یا غیر درست ہے؟ (قاری ایم، ایس خان، اکبر باغ)

جواب :- سیدنا حضرت انس ؓ سے مروی ہے کہ

”رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن عید گاہ جانے سے پہلے چند کھجوریں تناول فرمایا کرتے تھے“ (۲)

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۵۲۔

(۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۵۴۳، باب ما جاء في الأكل يوم الفطر قبل الخروج۔

اس سے معلوم ہوا کہ عید کے دن صبح میں کھجور سے افطار کرنا مسنون ہے، خرما خشک کھجور ہی کو کہتے ہیں اور ہندوستان جیسے ملک میں جہاں ریگستان نہ ہونے کی وجہ سے کھجور کی پیداوار نہیں ہوتی ہے، وہاں لوگوں کو یہی خشک کھجور میسر آیا کرتی تھی، اسی لئے غالباً ہندوستان میں اس موقع سے خرما کھانے کا رواج ہوا ہوگا اور کچھ لوگوں نے سہولت اور ذائقہ میں اضافہ کے لئے دودھ کو بھی خرما کے ساتھ شامل کر دیا ہوگا، شیر کے معنی دودھ کے ہیں، اس طرح یہ ”شیر خرما“ ہو گیا، بہ تدریج دودھ اور خرما کی جگہ دودھ اور سوئی نے لے لی، جس میں دو چار خرما بھی رکھ دیا جاتا ہے اور یہی ”شیر خرما“ کا نام باقی رہا، غالباً یہی شیر خرما کی اصل ہے، غرض عید کے دن صبح میں کھجور سے افطار کرنا مسنون اور کسی بھی میٹھی چیز کا استعمال یا کم سے کم کوئی بھی چیز نماز عید کو جانے سے پہلے کھالینا مستحب ہے، یہ ضروری نہیں کہ ”شیر خرما“ کی جو مروجہ صورت ہے وہی اختیار کی جائے۔

## خواتین اور عیدین کی نماز

سوال :- {817} سنا ہے کہ عیدین کی نماز عورتوں پر واجب نہیں ہے، جب کہ وہ گھر میں اکیلے پڑھنا چاہتی ہیں، تو کیا اس کے لئے خطبہ مسجد میں جا کر سننا ضروری ہے؟  
(مسز احمد، شام نگر)

جواب :- رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں خواتین کو عید میں شرکت کی اجازت تھی، (۱) کیونکہ اس زمانہ میں فتنہ کا اندیشہ کم تھا، اور آج کی طرح بے حیائی عام نہیں تھی، چنانچہ سیدنا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ:

”عورتوں میں اب جو کیفیت پیدا ہو گئی ہے، اگر رسول اللہ ﷺ نے دیکھا ہوتا تو ان کو مسجد جانے سے اسی طرح منع فرمایا



ہوتا جیسا کہ بنی اسرائیل کی خواتین کو منع کر دیا گیا تھا، (۱)

ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے زمانہ کے اعتبار سے اب سماجی حالات اور بدتر ہو گئے ہیں، فتنہ کے مواقع بھی بڑھ گئے ہیں، اور عورتوں کا جذبہ آرائش بھی پہلے سے کہیں زیادہ ہو گیا ہے اس لئے موجودہ حالات میں بدرجہ اولیٰ خواتین کا عید وغیرہ کی نماز میں شرکت کرنا مناسب نہیں، نہ عید تنہا گھر پر ادا کی جاسکتی ہے، دعاء اور اللہ کا شکر ادا کرنا کافی ہے، اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے، جب عورتوں پر جمعہ اور عیدین کو واجب ہی نہیں رکھا گیا اور اس کے برخلاف پردہ اور گھر میں رہنے کو ضروری قرار دیا گیا، خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾ (۲) تو ایک ممنوع بات کا ارتکاب کر کے ایسی عبادت کرنے میں کیا نفع ہے، جو آپ پر واجب نہیں، اور جس کا شریعت نے آپ کو مکلف نہیں بنایا ہے۔

## عورت کا عید گاہ جانا

سوال: - {818} کیا عورت کو عید گاہ میں جانے کی

اجازت ہے؟ اور اگر اجازت ہے تو کیا آپ عید گاہوں میں

عورتوں کے انتظام کی اپیل کریں گے؟ (احمدی بیگم، شاہین نگر)

جواب: - حضور ﷺ کے زمانہ میں خواتین کو عید گاہ جانے کی اجازت تھی اور عام

نمازوں میں بھی خواتین شریک ہوا کرتی تھیں، (۳) موجودہ حالات میں اس کی اجازت نہیں،

آپ ﷺ کے زمانہ میں خیر کا غلبہ تھا، خواتین میں بھی باحیاء تھیں، مرد بھی اپنی نگاہ پست رکھتے تھے،

بعض صحابہ ؓ سے ازراہ بشریت بدنگاہی ہو گئی تو ان پر اتنا شدید اثر ہوا کہ آپ ﷺ کی مجلس میں

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۸۶۹، باب انتظار الناس قیام الإمام العالم، نیز دیکھئے: صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۴۴۵، باب خروج النساء إلى المساجد الخ - محشی۔

(۲) الاحزاب: ۳۳ - محشی۔

(۳) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۵۳۹، باب فی خروج النساء فی العیدین - محشی۔

شرکت کا حوصلہ نہیں پاتے تھے، کہ جن آنکھوں نے گناہ کیا ہے وہ اس لائق کہاں ہیں کہ ان سے آپ ﷺ کا دیدار کیا جائے؟ آج کی بے راہ روی میں اس احتیاط کا تصور بھی ممکن نہیں، اصل مقصود اجر و ثواب کا حصول ہے، مردوں کو عید گاہ جا کر ثواب حاصل ہوگا، خواتین کو گھر میں رہ کر ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾ (۱) کے حکم قرآنی پر عمل کر کے ثواب حاصل ہوگا، اگر عید گاہ جائیں اور ناخوش گوار واقعات پیش آئیں تو اس سے دین اور مقامات دین کی بدنامی ہوگی، عرس کی حیثیت سے قطع نظر وہاں اس طرح کا مخلوط مجمع ہوتا ہے اور اس کے نتیجہ میں بڑے ناگفتنی واقعات پیش آتے ہیں۔

## اگر عید میں تکبیرات زوائد چھوٹ جائیں؟

مولانا:- {819} نماز عید میں امام صاحب نے زائد تکبیرات کہے بغیر قراءت شروع کر کے پہلی رکعت پوری کر لی، اسی دوران شاید یاد آ گیا تھا تو دوسری رکعت کی قراءت سے پہلے تین بھولی ہوئی تکبیرات کہہ کر قراءت شروع کی اور ضم سورہ کے بعد پھر تین تکبیرات کہہ کر نماز پوری کی، شرعی لحاظ سے نماز ہوئی یا نہیں؟ (محمد سعادت علی، سنگاریڈی)

جواب:- اس صورت میں نماز ہوگئی، تاہم مسئلہ یہ ہے کہ اگر قراءت سے پہلے تکبیرات زوائد کو بھول جائے اور رکوع سے پہلے یاد آ جائے تو پہلی رکعت کے رکوع میں جانے سے پہلے پڑھ لے، اگر رکوع میں چلا گیا ہو، پھر یاد آیا تو اب اسے کیا کرنا چاہئے؟ اس سلسلہ میں دو طرح کی آراء ہیں:

”ایک یہ کہ رکوع ہی میں ان زائد تکبیرات کو کہہ لے اور دوسری

یہ کہ اب ان تکبیرات کو کہنے کی ضرورت نہیں رہی، یوں ہی نماز

پوری کر لی جائے“ (۱)

پہلی رکعت کے رکوع کے بعد اب زائد تکبیرات کو نہ لوٹائے، عیدین میں تکبیرات زائد

واجب ہیں، اس لیے اصولی بات تو یہ تھی کہ ان تکبیرات کے چھوٹ جانے کی وجہ سے سجدہ سہو

واجب ہو، لیکن عیدین اور جمعہ میں نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے سجدہ سہو معاف ہے، اس کے بغیر

بھی نماز ہو جاتی ہے۔ (۲)



(۱) دیکھئے: الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۵۱، رد المحتار: ۳/۵۷۔

(۲) ”السہو فی الجمعة والعیدین و المکتوبۃ و التطوع واحد إلا أن مشائخنا

قالوا: لا یسجد للسہو فی العیدین و الجمعة لئلا یقع الناس فی فتنۃ“ (الفتاویٰ

الہندیہ: ۱/۱۲۸) محشی۔

## نماز اور نماز کے باہر دعاء

### لکنت کی دعاء

سوال :- {820} میری زبان میں بہت لکنت ہے، اس کے لئے کوئی دعاء بتائیں۔  
(اظہر کریم نگر)

جواب :- سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں منقول ہے کہ آپ علیہ السلام کی زبان میں لکنت تھی، قرآن میں آپ علیہ السلام کی دعاء موجود ہے:

﴿رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي﴾ (۱)

”میرے پروردگار! میرے لئے میرے سینے کو کھول دیجئے، اور میرے لئے میرے معاملہ کو آسان فرما دیجئے اور میری زبان کے بندھ کو کھول دیجئے، (یعنی رکاوٹ کو دور فرما دیجئے) تاکہ لوگ میری بات کو سمجھ سکیں“



آپ زیادہ سے زیادہ اس دعاء کو پڑھا کریں، بعض مشائخ کا خیال ہے کہ اس کے لئے پانچوں نماز کے بعد اکیس اکیس مرتبہ اس آیت کا پڑھنا بہت مفید ہے۔

## سب سے بہتر ذکر

مولانا: {821} سب سے بہتر ذکر کیا ہے؟

(سودہ، خانہ پور)

جواب:۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بہتر ذکر ”لا إله إلا الله“ ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں، (۱) نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کا ارشاد مروی ہے کہ

”جس شخص نے دل کی گہرائی سے اخلاص کے ساتھ ”لا إله إلا الله“ کہا وہ قیامت کے دن میری شفاعت کا مستحق ہوگا۔“ (۲)

پس کلمہ طیبہ سب سے افضل ذکر ہے اور جس قدر ممکن ہو اس کو پڑھتے رہنا چاہئے۔

## نماز کے بعد قرآن مجید کی تلاوت

مولانا: {822} کتاب حصن حصین میں بتلائی گئی چند

آیات قرآنی مسجد میں بعد نماز فجر اور عصر کی دعاء کے بعد پڑھی جاتی ہیں، اس کا طریقہ یہ اختیار کیا گیا ہے کہ آیات کا مختصر حصہ امام صاحب پڑھتے ہیں اور مصلیٰ اسے اجتماعی طور پر بہ آواز بلند دہراتے ہیں، اس طرح تمام آیات کی تلاوت ہوتی ہے،

(۱) کنز العمال، حدیث نمبر: ۱۷۴۸۔

(۲) کنز العمال، حدیث نمبر: ۱۷۱۸۔

ابتداءً اس طریقے کو اس غرض سے اختیار کیا گیا تھا، کہ سب مصلیوں کو یاد ہو جائے اور کئی سال سے یہی طریقہ جاری ہے۔ ایک صاحب نے فرمایا کہ سورہ اعراف کے آخری صفحہ میں حکم ربانی ہے کہ جب قرآن پڑھا جا رہا ہو، تو پوری توجہ سے سنو اور خاموش ہو جاؤ، اس طرح تمام مصلی کا بیک آواز بلند پڑھنا اس حکم ربانی سے مطابقت نہیں رکھتا، انہوں نے رائے دی کہ ایک صاحب پڑھیں اور سب خاموشی سے سنیں، سننے والوں کو زیادہ ثواب ملے گا، یا بغیر آواز خاموشی سے پڑھ کر، آیات یاد کر لیں اور الگ الگ انفرادی طور پر پڑھ لیں، تو مناسب ہے؟ رہنمائی فرمائیں کہ کون سا طریقہ درست اور مناسب رہے گا؟ (محمد فصیح اللہ، دار الشفا)

جواب:- چند دنوں تک امام صاحب نے لوگوں کو یاد دلانے کے لیے جو زور سے آیات قرآنی پڑھا، یہ تو درست تھا، کیوں کہ اس کا مقصد تعلیم تھا، لیکن اس کو مستقل معمول بنالینا مکروہ ہے:

”يُكْرَهُ لِلْقَوْمِ أَنْ يَقْرُوا الْقُرْآنَ جَمْلَةً لِتَضْمِنَهَا تَرْكُ الْإِسْتِمَاعِ وَالْأَنْصَاتِ الْأُمُورَ بِهَا كَذَا فِي الْقَنِيَةِ“ (۱)

”قوم کے لیے یہ بات مکروہ ہے کہ ایک ساتھ قرآن پڑھیں، کیوں کہ سننے اور خاموش رہنے کا حکم (قرآن مجید میں) دیا گیا ہے، اس عمل کی وجہ سے وہ چھوٹ جاتا ہے“

لہذا صحیح طریقہ یہ ہے کہ الگ الگ اور آہستہ آہستہ پڑھ لیں اور اس عمل کو واجب و لازم خیال نہ کریں۔

## اعمال کے وسیلہ سے دعاء

سوال: - {823} میرے بھائی ایک مشکل میں گرفتار تھے، میں نے خدا سے دعاء کی: ”اے اللہ! اگر میں نے یا میرے بھائی نے زندگی میں کوئی ایسا کام کیا ہو جو تیری نظر میں پسندیدہ عمل ہو، تو اس کے وسیلہ سے میرے بھائی کو اس مشکل سے نکال دے، کیا میرے یہ دعائے الفاظ درست ہیں؟  
(شمینہ نسرین، گلبرگہ)

جواب: - دعاء میں اعمال صالحہ کا وسیلہ لینا بالاتفاق درست ہے، (۱) یہاں تک کہ جو علماء وسیلہ کی بعض صورتوں کے قائل نہیں ہیں، وہ بھی اس کو درست قرار دیتے ہیں، اس لیے آپ کے کلمات دعاء درست ہیں۔

## فجر اور عصر میں دعاء سے پہلے اٹھ جانا

سوال: - {824} نماز فجر اور نماز عصر میں امام کے دعاء کرنے سے قبل اٹھ جانا اور چلا جانا کیسا ہے؟  
(محمد ریاض احمد، وجے نگر کالونی)

جواب: - دعاء جو نمازوں کے بعد کی جاتی ہے وہ نماز کا حصہ نہیں ہے، اس لیے اگر کوئی

(۱) احادیث میں وسیلہ کے ذریعہ دعاء کرنے اور بارگاہ ایزدی میں اس دعاء کے قبول ہونے کی صراحت موجود ہے، دیکھئے: صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۵۹۷۴، عن ابن عمر رضی اللہ عنہما، باب إجابة دعاء من برّ والديه - محشی۔

شخص دعاء میں شامل نہ ہو، تو بُرا نہ سمجھنا چاہئے، کیوں کہ جو چیز واجب نہ ہو، اس کو واجب کا درجہ دے دینا بدعت ہے، البتہ نمازوں کے بعد دعائیں بھی مقبول ہوتی ہیں، یہ حدیث سے ثابت ہے، (۱) اس لیے ان اوقات میں کوشش کرنی چاہئے کہ دعاؤں کا اہتمام کریں۔

## ناقص طریقہ پر درود شریف

سوال:- {825} بعض لوگ حضور ﷺ کا نام لیتے یا سنتے وقت صحیح طریقہ پر درود شریف نہیں پڑھتے ہیں، اور ”صلی اللہ علیہ وسلم“ کی جگہ ”سالم“ پڑھ لیتے ہیں، کیا اس طرح درود پڑھنا درست ہے؟ (ایم، اے، لیتق احمد، ملی کھڑابی)

جواب:- درود شریف مکمل پڑھنا چاہئے، ناقص درود پڑھنا درست نہیں، یہ تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حق تلفی ہے، اور اس سے درود بے معنی ہو کر بھی رہ جاتا ہے، تلفظ ہی نہیں تحریر میں بھی ناقص درود لکھنے کو فقہاء اور محدثین نے منع فرمایا ہے، اور علامہ ابن صلاح نے اصول حدیث پر اپنی مشہور کتاب ”مقدمہ“ میں اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ (۲)

## فرائی رزق کی دعاء

سوال:- {826} دوکان میں ترقی اور رزق میں کشادگی کے لیے کوئی دعاء ہو تو لکھیں۔  
(محمد نور الدین، بی بی کا چشمہ)

- (۱) ”قیل: یا رسول اللہ ﷺ! أي الدعاء أسمع؟ قال: جوف الليل الآخر ودبر الصلوات المكتوبات“ (الجامع للترمذي، حدیث نمبر: ۳۳۹۹، عن أبي أمامة ؓ، باب: حدیث ينزل ربنا كل ليلة إلى السماء الدنيا) محشی۔  
(۲) مقدمة ابن صلاح: ص: ۱۲۵-۱۲۴۔ محشی۔



جواب:- رزق میں وسعت اور برکت کے لیے نمازوں کا اور جن لوگوں کے حقوق آپ سے متعلق ہیں، ان کے حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہئے، اس سے رزق میں وسعت ہوتی ہے، ویسے حدیث میں وسعتِ رزق کے لیے یہ دعاء منقول ہے:

”اَللّٰهُمَّ اَكْفِنَا بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ ، اَللّٰهُمَّ اَغْنِنَا بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ “ (۱)

”اے اللہ! اپنی حلال رزق کے ذریعہ ہمیں اپنی حرام کی ہوئی اشیاء سے بچا اور اپنے فضل کے ذریعہ ہمیں اپنے ماسوا سے بے نیاز فرما دیجئے“

## نفل نماز میں دعاء

سوال:- {827} آپ نے اس سے پہلے لکھا تھا کہ نفل نماز کے سجدہ میں دعاء کی جاسکتی ہے، تو ایسی صورت میں کیا سجدہ ہی پر نماز ختم کر دی جائے گی یا نماز مکمل کی جائے گی؟  
(حافظ کلیم، اورنگ آباد)

جواب:- نماز مکمل کوئی ہے، جیسا کہ عام نمازیں پڑھی جاتی ہیں، البتہ نفل نمازوں پر خصوصی رعایت ہے کہ عربی زبان میں سجدہ کی حالت میں دعاء کی جاسکتی ہے۔ (۲)

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۵۳۶۳، احادیث شتی من أبواب الدعوات - محشی۔

(۲) ”عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: فقدت رسول اللہ ﷺ ذات لیلة فلمست المسجد فإذا هو ساجد و قدماه منصوبتان و هو يقول: أعوذ برضاک من سخطک، و أعوذ بمعافاتک من عقوبتک، و أعوذ بک منك، لا أحصى ثناء علیک، أنت کما أثبتت علی نفسك“ (سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۸۷۹، باب فی الدعاء فی الركوع و السجود) - محشی۔

## ہر موقع پر درود ابراہیمی

سوال:- {828} مجھے جب بھی درود شریف پڑھنا ہوتا ہے، تو میں درود ابراہیمی پڑھتا ہوں، جیسے دعاء سے پہلے، دعاء کے ختم پر، مسجد میں جانے سے پہلے، تو کیا ہر موقع پر درود ابراہیمی پڑھ سکتے ہیں؟ (م، م، معظم، مشیر آباد)

جواب:- درود ابراہیمی درود کے افضل ترین الفاظ ہیں، کیونکہ خود رسول اللہ ﷺ نے ہر نماز کے لئے اس درود شریف کا انتخاب فرمایا ہے، اس لئے جن مواقع پر درود شریف پڑھنے کی فضیلت ہے، اور حدیث میں ان مواقع کے لئے درود کے کوئی خاص کلمات منقول نہیں ہیں، وہاں درود ابراہیمی کا پڑھنا افضل ہوگا، دعاء کی ابتداء اور انتہاء اور مسجد میں داخل اور نکلنے ہوئے مطلق درود پڑھنے کا حکم ہے، نہ کہ کسی خاص درود کا، اس لئے آپ ان مواقع پر درود ابراہیمی پڑھ سکتے ہیں، جن مواقع پر رسول اللہ ﷺ سے درود کے کوئی خاص کلمات منقول ہیں، ان مواقع پر ان کلمات کو پڑھنا افضل ہوگا، اور درود ابراہیمی کا پڑھنا درست، جیسے کان بجنے کے موقع پر دعاء منقول ہے: ”اللہم صل علی محمد ذکر اللہ بخیر من ذکرنی“ (۱) اسی طرح پیرن ہونے کے موقع پر ”صلی اللہ علی محمد، صلی اللہ علیہ وسلم“ (۲) کا کہنا مروی ہے، تو ان مواقع پر ان ہی کلمات درود کو پڑھنا افضل ہوگا۔

## دعاء نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد؟

سوال:- {829} ہمارے ایک امام صاحب عیدین کی نماز کے فوراً بعد دعاء کرتے ہیں، جب کہ قدیم طریقہ کار

(۱) الاذکار للنووی ج: ۳۹۔

(۲) حوالہ سابق

کے مطابق خطبہ عید کے بعد دعاء ہوتی تھی۔

(خواجه معین الدین، خانہ پور)

جواب:- دعاء تو نہ نماز کے بعد واجب ہے اور نہ خطبہ کے بعد، البتہ نماز کے بعد ضروری سمجھے بغیر دعاء کرنے کی گنجائش ہے، رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہونے کے بعد مختصر دعاء فرمایا کرتے تھے، (۱) اس دعاء کو بھی انفرادی طور پر کرنا بہتر ہے، نماز میں بھی دعاء ہے، لیکن چونکہ نماز میں ہر طرح کی دعائیں نہیں کی جاسکتی، اس لئے نماز کے بعد لوگ اپنی اپنی ضرورت کے مطابق دعاء کر لیں، خطبہ کے بعد مستقل طور پر دعاء کرنا رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین سے ثابت نہیں۔

## دعاء کس طرح کی جائے؟

سوال:- {830} امام جماعت کی نماز مکمل کرنے کے

بعد دعاء آہستہ مانگے یا بلند آواز سے؟

(ڈاکٹر سید غوث، جگتیاں)

جواب:- امام کے سلام پھیرنے کے ساتھ ہی اقتداء ختم ہو جاتی ہے، اب امام اور مقتدی دونوں اپنے اپنے عمل میں آزاد ہیں، اور حسب منشا اپنی اپنی دعا کر سکتے ہیں، دعاء زور سے بھی کی جاسکتی ہے اور آہستہ بھی، البتہ آہستہ کرنا سبنا بہتر ہے، کیونکہ قرآن نے دعاء کا ادب ہی یہ بتایا ہے کہ دعاء میں فروتنی اور پست آواز ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً﴾ (۲) اور اس میں یہ سہولت ہے کہ ہر شخص اپنی ضرورت کے مطابق دعاء

(۱) چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ سلام کے بعد ”اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ“ پڑھنے کے بقدر ہی بیٹھتے۔ (الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۲۹۸، باب ما يقول إذا سلم من الصلاة) محشی۔

(۲) الاعراف: ۵۵۔



کر سکتا ہے، کیونکہ ہر شخص کی ضرورت ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے، ویسے زور سے دعاء کرنے میں بھی کراہت اور مضائقہ نہیں۔

## نمازوں کے بعد طویل دعائیں

سوال:- {831} آج کل اکثر ائمہ حضرات نمازوں

کے بعد طویل دعائیں کرتے ہیں، حتیٰ کہ بعض اوقات ہاتھ میں درد ہونے لگتا ہے، کیا نمازوں کے بعد اتنی طویل دعائیں کرنی چاہئے؟ (سید خولجہ معین الدین،، سدا سپو پیٹ)

جواب:- نفل نمازوں کے بعد خاص کر رات کے وقت تہجد کے موقع پر آپ ﷺ

سے طویل دعائیں کرنا ثابت ہے، (۱) فرائض کے بعد عام طور پر آپ ﷺ مختصر دعا فرماتے تھے، حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ کی دعاء: ”اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ“ کے بقدر ہوتی تھی، (۲) اس لئے فرائض کے بعد مختصر دعاء پر ہی اکتفا کرنا چاہئے، بعض مخصوص مواقع پر آپ ﷺ نے فرض نمازوں کے بعد کسی قدر طویل دعاء فرمائی ہے، ایسا خاص کر اس وقت ہوتا تھا جب آپ ﷺ کوئی فوج کسی مہم پر بھیجتے، یا کچھ صحابہؓ دشمنوں کے قید میں پھنسے ہوتے اور انہیں مدینہ ہجرت کا موقع نہیں دیا جاتا، ایسے خصوصی مواقع پر اجتماعی اور کسی قدر طویل دعائیں، آپ ﷺ سے ثابت ہیں، لیکن وہ بھی اتنی طویل نہیں ہوتیں کہ گراں خاطر ہو جائیں، اس لئے ائمہ حضرات کو نماز کے بعد عام حالات میں طویل دعاؤں سے گریز کرنا چاہئے۔

(۱) دیکھئے: سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۱۳۴۶، باب في صلاة الليل۔ محشی۔

(۲) دیکھئے: صحيح مسلم، حدیث نمبر: ۵۹۲، باب استحباب الأذکار بعد الصلاة،

الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۲۹۸، باب ما يقول إذا سلم من الصلاة۔ محشی۔



## تسبیح کس ہاتھ پر پڑھی جائے؟

سوال:- {832} فجر اور عصر نمازوں کے بعد پڑھی جانے والی تسبیح فاطمی دونوں ہاتھوں پر گنی جاسکتی ہے یا دائیں ہاتھ کا استعمال ہی ضروری ہے؟ (سبحان محی الدین، ورنگل)

جواب:- چاہے فجر و عصر کے بعد تسبیح پڑھی جائے یا کسی اور موقع پر، ان کا ایک ہی حکم ہے، دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں پر پڑھی جاسکتی ہیں، حضرت یسیرہ بنت یاسر نقل کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”یا معشر النساء! اعقدن بالأنامل فإنهن

مسئولات مستنطقات“ (۱)

”اے خواتین! انگلیوں کے پوروں سے تسبیحات کو شمار کرو کہ

ان سے بھی پوچھ ہوگی اور ان کو بھی گویائی عطا کی جائے گی“

اس ارشاد میں آپ ﷺ نے دائیں اور بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں کوئی فرق نہیں فرمایا

ہے، البتہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ

”آپ ﷺ وضو، کنگھا کرنے اور جوتا پہننے میں بھی اس بات کو

پسند فرماتے تھے کہ دائیں طرف سے ابتداء کی جائے“ (۲)

اس لئے پہلے دائیں ہاتھ کی انگلیوں پر تسبیح پڑھیں اور پھر بائیں ہاتھ کی انگلیوں پر۔

## عصر کے بعد ذکر و دعاء کا اہتمام

سوال:- {833} جمعہ کے علاوہ عام دنوں میں عصر کے

(۱) الجامع للترمذی: ۵/۵۲۱، حدیث نمبر: ۳۴۸۶، باب ما جاء في عقد التسبیح بالید۔

(۲) سنن نسائی، حدیث نمبر: ۵۲۴۲، باب التیامن فی الترجل۔ محشی۔

بعد غروب آفتاب کے قریب بہت سے لوگ دعاء کا اہتمام کرتے ہیں، ایک عالم صاحب سے دریافت کرنے پر بتایا کہ صرف جمعہ کے دن ہی دعاء کا اہتمام ثابت ہے، باقی دنوں میں احادیث سے خاص طور پر اس وقت ذکر و دعاء کی فضیلت ثابت نہیں، اس سلسلہ میں حدیث کی روشنی میں وضاحت کیجئے؟ (حمید الدین قاسمی، نمبر پیٹ)

جواب:- جمعہ کے دن غروب آفتاب کے وقت کی دعاء کے قبول و مستجاب ہونے کی حدیث تو ہے ہی، اور بہت سے اہل علم کی رائے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کی جس ساعت کو دعاء کی قبولیت کی ساعت قرار دیا ہے، وہ یہی وقت ہے، لیکن عام دنوں میں بھی غروب آفتاب کے قریب ذکر و دعاء کا خصوصی اہتمام احادیث میں مروی ہے، مشہور محدث امام نوویؒ فرماتے ہیں:

”يَسْتَحَبُّ الْإِكْثَارُ مِنَ الْأَذْكَارِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَ آخِرَ النَّهَارِ أَكْثَرُ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا﴾ (سورة طه من الآية، ۱۳۰) وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعِشِيِّ وَالْإِبْكَارِ﴾ (غافر: من الآية ۵۵) قَالَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَأَنْ أَجْلِسَ مَعَ قَوْمٍ يَذْكُرُونَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَعْتَقَ ثَمَانِيَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ“ (۱)

”عصر کے بعد دن کے اخیر حصہ میں زیادہ سے زیادہ ذکر کرنا مستحب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ صبح و شام اپنے رب کے حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نماز عصر سے غروب آفتاب تک ذاکرین کے ساتھ رکا رہنا مجھے اولاد اسماعیل میں سے آٹھ غلاموں کو آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے“

واضح ہو کہ دعاء بھی من جملہ اذکار کے ہے، اس لئے دعاء اور دیگر اذکار دونوں اس حدیث میں شامل ہیں۔

## سلام کے بعد دعاء کے لئے بیٹھنے کی مقدار

سوال:- {834} فرض نمازوں کے بعد دعاء میں کس

قدر بیٹھا جائے؟ دعاء لمبی ہو یا مختصر؟ (میر یاسین علی)

جواب:- بہتر طریقہ یہ ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنن مؤکدہ ہوں دعاء مختصر کی جائے زیادہ طویل نہ کیا جائے، اس سلسلہ میں مقدار کا تعین مشکل ہے تاہم حضور ﷺ کے بارے میں منقول ہے کہ:

”اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا

الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ“ کے بقدر بیٹھا کرتے تھے“ (۱)

(۱) ”عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت : کان رسول اللہ ﷺ إذا سلم لا يقعد إلا مقدار ما يقول اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ“ (الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۲۹۸، باب ما يقول إذا سلم: ۶۶/۱)

## نمازوں کے بعد تسبیح

سوال: - {835} میں فرض نماز پڑھنے کے بعد تسبیح

فاطمہ یعنی: ”سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر“  
پڑھا کرتی تھی، ہمارے ابا جان نے یہ کہا کہ یہ تسبیح صرف فجر  
اور عصر میں پڑھنی چاہئے، مگر ہماری استاد صاحب نے بتایا کہ  
ہر فرض کے بعد یہ تسبیح پڑھی جائے، آپ اس مشکل کا حل  
بتائیں؟ (عائشہ فردوس، گلبرگہ)

جواب: - احادیث میں مطلقاً نمازوں کے بعد تسبیحات پڑھنے کا ذکر آیا ہے، کسی خاص  
نماز کی تخصیص نہیں، (۱) اور یہ بھی درست ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہوں یعنی: ظہر،  
مغرب اور عشاء، ان میں سنت کی ادائیگی میں تاخیر کرنا مکروہ ہے، اس لئے آپ یوں کریں کہ فجر  
و عصر میں تو فرض کے بعد ہی تسبیحات پڑھ لیں، اور بقیہ نمازوں میں سنتیں ادا کرنے کے بعد ان  
تسبیحات کو پڑھیں، فقہ حنفی کی معروف کتاب کبیری میں ہے:

”... بل يحمل على الاتيان بها بعد السنة ولا  
يخرجها تخلل السنة بينها وبين الفريضة عن  
كونها بعدها وعقيبها“ (۲)

## نمازوں کے بعد کے اذکار

سوال: - {836} ایک صاحب فرض نماز کے بعد آیۃ

(۱) دیکھئے: الجامع للترمذی، عن عبد اللہ بن عباس ؓ، حدیث نمبر: ۴۱۰، باب فی

التسبیح فی ادبار الصلاة -

(۲) کبیری: ص: ۳۳۱۔



الکری، تیس (۳۳) مرتبہ ”سبحان اللہ“ تیس (۳۳) مرتبہ ”الحمد للہ“ چوٹیں (۳۴) مرتبہ ”اللہ اکبر“ پڑھنے کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ عمل نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں، لہذا اس قسم کے ذکر سے پرہیز کرنا چاہئے، سنت ہونے کے لئے حدیث فعلی کا ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ جو کام خود آپ ﷺ نے نہ کیا ہو آپ ﷺ دوسروں کو اس کا حکم کیسے دے سکتے ہیں؟ (عبدالمجید، یا قوت پورہ)

جواب:- حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا:

”جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی موت کے سوا کوئی چیز اس کے داخل بہشت ہونے میں مانع نہیں ہے“ (۱)

حضرت انسؓ سے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد منقول ہے:

”جس نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی، دوسری نماز تک اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمائیں گے“ (۲)

حضرت ابوذر غناریؓ سے مروی ہے:

”میں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول اہل ثروت تو آگے بڑھ گئے، کیونکہ جو ہم کہتے ہیں وہ بھی کہتے ہیں، اور مزید وہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں، اور ہم نہیں کر پاتے،

(۱) دیکھئے: کنز العمال، حدیث نمبر: ۲۵۶۹، ۲۵۷۰، باب فضائل آیت الکرسی، الأذکار - محشی۔

(۲) دیکھئے: کنز العمال، حدیث نمبر: ۲۵۶۳، باب فضائل آیت الکرسی، الأذکار - محشی۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو اپنے اوپر سبقت لے جانے والوں سے بھی آگے بڑھ جاؤ، اور وہ یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد ۳۳ دفعہ ”سبحان اللہ“ ۳۳ دفعہ ”الحمد للہ“ ۳۳ دفعہ ”اللہ اکبر“ کہنے کا ذکر ہے“ (۱)

ترمذی میں بھی نماز کے بعد کے اذکار مذکور ہیں، (۲) حدیث کی دیگر کتابوں میں بھی ان اور اذکار کی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ (۳)

قاعدہ یہ ہے کہ جو بات رسول اللہ ﷺ کے عمل سے ثابت ہو اس سے زیادہ اہمیت اس سنت کی ہوتی ہے جس کی فضیلت و اہمیت رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے بیان کی ہو، کیونکہ اگر کوئی بات صرف آپ ﷺ کے فعل سے ثابت ہو تو اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ یہ شاید آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہو یا آپ ﷺ نے یہ فعل کسی خاص وجہ سے کیا ہو، لیکن جب آپ ﷺ نے کسی بات کا حکم دیا ہو تو اس سے ظاہر ہے کہ یہ حکم آپ ﷺ کے ساتھ خاص نہیں، امت سے بھی متعلق ہے، اس لئے جو بات حدیث قوی سے ثابت ہو محدثین کے یہاں وہ اور زیادہ اہمیت کے حامل ہوتی ہے، البتہ یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ عدم ذکر عدم وجود کی دلیل نہیں، یعنی اگر کسی چیز کا ذکر نہ آیا ہو تو اس بات کی دلیل نہیں کہ اس کا ثبوت ہی نہیں، جب رسول اللہ ﷺ نے ان اور اذکار کی فضیلت اور تاکید بیان کی ہے تو ضرور ہے کہ آپ ﷺ نے خود بھی ان پر عمل کیا ہوگا، یہ

- (۱) سنن ابن ماجہ: ۶۶/۱، حدیث نمبر: ۹۲۷، باب ما یقال بعد التسلیم، نیز دیکھئے: الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۴۱۰، باب ما جاء فی التسبیح فی أدبار الصلاة - محشی۔
- (۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۴۱۰، باب ما جاء فی التسبیح فی أدبار الصلاة -
- (۳) سنن ابن ماجہ: ۶۶/۱، حدیث نمبر: ۹۲۷، باب ما یقال بعد التسلیم، سنن نسائی، حدیث نمبر: ۱۳۵۰۱، باب نوع آخر من عدد التسبیح - محشی۔

سمجھنا درست نہیں کہ چونکہ عام طور پر کتابوں میں خود آپ ﷺ کے پڑھنے کی صراحت منقول نہیں، اس لئے آپ ﷺ نے اسے پڑھا ہی نہیں ہے، بہر حال ان اوراد کو پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

## بیج وغیرہ پر تسبیحات پڑھنا

سوال: - {837} بیجوں پر یا پروئی ہوئی تسبیح کے

دانوں پر اذکار و اوراد پڑھنا درست ہے، بعض حضرات اس کو بدعت کہتے ہیں؟ (انور محی الدین، گوکنڈہ)

جواب: - بہتر طریقہ تو یہی ہے کہ تسبیحات ہاتھ کی انگلیوں پر پڑھی جائیں، تاکہ انگلیاں بھی عبادت میں شریک سمجھی جائیں، لیکن اگر بیج یا پروئی ہوئی مروجہ تسبیح پر اوراد پڑھیں جائیں، اور ریاء و نمائش مقصود نہ ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ

”وہ حضور ﷺ کے ساتھ ایک خاتون کے پاس گئے، ان خاتون نے اپنے سامنے کچھ گھٹلیاں اور کنکریاں رکھی تھیں، جس پر وہ تسبیح پڑھا کرتی تھیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”کیا میں تم کو ایک ایسا طریقہ نہ بتاؤں جو اس سے آسان بھی ہے اور بہتر بھی؟ کہ اس طرح کہو: اللہ نے جتنی چیزیں آسمان میں پیدا کی ہیں، اتنی بار ”سبحان اللہ“ اور جتنی چیزیں زمین میں پیدا کی ہیں، ان کے برابر ”سبحان اللہ“ اسی طرح ”الحمد للہ، اللہ اکبر“ اور ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ“ (۱)

(۱) سنن أبی داؤد، حدیث نمبر: ۱۵۰۰، باب التسبیح بالحصی، کتاب الوتر، الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۳۵۵۴، باب ثواب: سبحان اللہ عدد خلقہ - محشی۔

ابوداؤد اور ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ بیچ یا پروئے ہوئے دانے پر تسبیح پڑھنا درست ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا، علامہ شامیؒ نے پروئی ہوئی تسبیح کے بارے میں لکھا ہے کہ:

”ولا یزید السبحة علی مضمون هذا الحدیث  
إلا بضم النوی فی خیط، ومثل ذلك لا یشهر  
تأثیرہ فی المنع“ (۱)

”وہ اسی حدیث کے مطابق ہے، فرق صرف اس قدر ہے کہ اسے دھاگے میں پرو دیا گیا ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی وجہ ممانعت نہیں“

## دوسجدوں کے درمیان دعاء

سوال:- {838} دوسجدوں کے درمیان بعض حضرات دعاء پڑھتے ہیں، کیا سجدوں کے درمیان دعاء کرنا درست ہے؟ (عبدالباری، مہدی پٹنم)

جواب:- بعض احادیث میں دوسجدوں کے درمیان ایک مختصر دعاء منقول ہے:

”اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَاهْدِنِيْ  
وَارْزُقْنِيْ“ (۲)

بعض فقہاء کے نزدیک اس حدیث کی بناء پر فرض و نفل تمام نمازوں میں دوسجدوں کے درمیان دعاء کرنا مستحب ہے، لیکن حنفیہ اور اکثر فقہاء کے نزدیک یہ دعاء صرف نفل نماز میں پڑھنی چاہئے، فرائض میں نہیں پڑھنی چاہئے، اس لئے کہ آپ ﷺ کی فرض نمازوں کی ادائیگی کے

(۱) رد المحتار: ۳/۴۲۱۔

(۲) دیکھئے: الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۲۸۴، باب ما یقول بین السجدتین۔ محشی۔



بارے میں جو حدیثیں منقول ہیں، ان میں آپ ﷺ کے اس عمل کا ذکر نہیں، لیکن اس کا پڑھنا مکروہ بھی نہیں ہے، عام طور پر احناف نے اس کو مباح اور جائز قرار دیا ہے، اور مشہور محقق علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ امام احمدؒ کے نزدیک دو سجدوں کے درمیان دعاء واجب ہے، اور فقہاء کا اصول ہے کہ ازراہ احتیاط ایسے طریقہ کو اختیار کرنا چاہئے کہ فقہاء کے اختلاف سے بچتے ہوئے متفقہ طور پر اس کی عبادت درست ہو جائے، اور اگر دو سجدوں کے درمیان پڑھ لی جائے، تو امام احمدؒ کی رائے پر بھی نماز درست ہو جاتی ہے، اس لئے دعاء پڑھ لینا مستحب ہے:

”بل ینبغی أن یندب الدعاء بالمغفرة بین

السجدتین خروجاً من خلاف أحمد“ (۱)

اس لئے یہ بات بہتر ہے کہ فرائض میں بھی دونوں سجدوں کے درمیان دعاء کر لی جائے۔

## نمازوں کے بعد تسبیح فاطمی اور ان کی تعداد

سوال:- {839} نمازوں کے بعد تسبیح فاطمی کا کیا حکم

ہے؟ اور کیا صرف فجر اور عصر کے بعد ہی تسبیح فاطمی پڑھنی

چاہئے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ دس دس دفعہ ”سبحان اللہ،

الحمد للہ اور اللہ اکبر“ کہے اور بعض حضرات ۳۳/

۳۳ دفعہ ”سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر“

کو بتاتے ہیں۔ (عبدالرب، بوکی)

جواب:- نمازوں کے بعد تسبیح فاطمی کا پڑھنا مستحب ہے، اور احادیث میں مختلف تعداد

منقول ہیں، ایک روایت میں ہر نماز کے بعد دس دس دفعہ ”سبحان اللہ، الحمد للہ

اور اللہ اکبر“ کی تلقین کی گئی ہے، (۲) حضرت ابو ذرؓ کی روایت میں ۳۳/۳۳ دفعہ

(۱) منحة الخالق على البحر الرائق: ۱/۵۶۱-محشی۔

(۲) دیکھئے: سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۵۰۶۵، باب في التسبیح عند النوم - محشی۔

”سبحان اللہ، الحمد للہ“ ۳۴ دفعہ ”اللہ اکبر“ کہنے کا ذکر آیا ہے، (۱) اور حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کی روایت ان کے علاوہ مزید دس دفعہ ”لا إله إلا اللہ“ پڑھنے کا بھی ذکر ہے، (۲) مولانا عبدالرحمن مبارک پوریؒ نے شرح ترمذی میں اور بھی روایتیں نقل کی ہیں، جس میں مختلف تعداد مذکور ہیں، ان روایتوں کو سامنے رکھ کر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ حدیثوں میں جو تعداد مروی ہے ان میں سے کسی بھی تعداد میں ان اذکار کا پڑھ لینا کافی ہے، تاہم یہ بات ظاہر ہے کہ جتنی زیادہ تعداد ہوگی اسی نسبت سے اجر و ثواب بھی زیادہ ہوگا۔

چونکہ نمازوں کے بعد ان تسبیحات کا پڑھنا بھی احادیث میں منقول ہے اور حدیث میں یہ بات بھی آئی ہے کہ فرض کے بعد آپ ﷺ سنت کے لئے جلدی اٹھ جایا کرتے تھے، (۳) اس لئے حنفیہ نے ان دونوں حدیثوں میں اس طرح تطبیق پیدا کی ہے کہ فجر و عصر میں جن کے بعد سنت نہیں ہے فرض نماز سے متصل تسبیحات پڑھی جائیں اور ظہر، مغرب اور عشاء کی نمازوں میں چونکہ نمازوں کے بعد سنتیں ہیں، اس لئے پہلے سنتیں ادا کر لی جائیں، پھر تسبیحات پڑھی جائیں، تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔

## استغفار اور اس کے لئے دعاء

سوال :- {840} استغفار کیا ہے؟ کیا اس کے پڑھنے

کے لئے عربی کی کوئی مخصوص دعاء ہے؟ کیا توبہ ہی کا دوسرا نام

استغفار ہے؟ (ایم، اے مقیت عزیزی، بیداپلی)

جواب :- استغفار کے معنی اللہ تعالیٰ سے گناہوں پر بخشش طلب کرنے کے ہیں، اس طرح توبہ اور استغفار کا مقصد ایک ہی ہے، یعنی گناہ پر شرمندگی، اور اللہ تعالیٰ سے عفو و درگزر کی

(۱) سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۹۲۷، باب یقال بعد التسلیم -

(۲) الجامع الترمذی، حدیث نمبر: ۴۱۰، باب ما جاء فی التسبیح فی أدبار الصلاة -

(۳) دیکھئے: الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۲۹۸، باب ما یقول إذا سلم من الصلاة -

درخواست، استغفار کے لئے کوئی ایک ہی دعاء مقرر نہیں، اور یہ بھی ضروری نہیں کہ عربی ہی میں استغفار کیا جائے، اپنی زبان میں ہی اللہ تعالیٰ سے گناہ پر مغفرت طلب کی جائے، یہ بھی استغفار ہی ہے، تاہم یہ ضرور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ میں جو انوار و برکات ہیں، وہ دوسرے کلام میں نہیں ہو سکتے، اس لئے حضور ﷺ سے ماثور الفاظ میں استغفار زیادہ بہتر ہے، آپ ﷺ سے استغفار کے لئے بہت سی دعائیں منقول ہیں، ان میں ایک جامع دعاء جو صحیح سند سے مروی ہے، ترجمہ کے ساتھ یہاں درج کی جاتی ہے، آپ چاہیں تو اسے یاد کر لیں۔

”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُكَ لِمَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ - وَ  
مَا سَرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ  
الْمُاَخِّرُ ، وَاَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ“ (۱)

”اے اللہ! میں آپ سے ان تمام گناہوں کی معافی چاہتا ہوں، جو میں نے پہلے کئے یا بعد میں کروں، جسے میں نے چھپ کر کیا یا علانیہ، آپ ہی آگے بڑھانے والے اور پیچھے کرنے والے ہیں، اور آپ ہر چیز پر قادر ہیں“

## قوت حفظ کی دعاء

سوال:- {841} میرا حافظہ بہت کمزور ہے، قرآن اور دعائیں یاد کرتی ہوں لیکن ذہن میں محفوظ نہیں رہتا، کوشش کے باوجود بھی بھول جاتی ہوں، اگر اس سلسلہ میں کوئی دعاء ہو، تو ضرور اس سے مطلع کریں؟ (عابدہ بیگم، گولکنڈہ)

(۱) مجمع الزوائد، بحوالہ مسند احمد، عن أبي موسى الأشعري ﷺ: ۲۰۹/۱۰۔

نیز دیکھئے: صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۷۷۱، باب الدعاء فی صلاة اللیل و قیامہ، کتاب الصلاة - محشی۔



جواب:- حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے:

”ایک بار حضرت علی ؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، قرآن یاد کرنے میں مجھے وقت پیش آتی ہے، آپ ﷺ نے حضرت علی ؓ سے فرمایا کہ جمعہ کی شب کے آخری تہائی حصہ میں نماز پڑھو، جو دعاء کی قبولیت کا وقت ہے، اگر آخری تہائی میں وقت ہو تو درمیانی تہائی حصہ میں، اور یہ بھی دشوار ہو تو شروع کے تہائی میں، چار رکعت نماز پڑھو، پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورہ یاسین، دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ حم الدخان، تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ آل عمران سورہ سجدہ، اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ ملک پڑھو، تشهد سے فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرو، مجھ پر اور تمام پیغمبروں پر درود بھیجو، مسلمان مردوں، عورتوں اور مرحوم مسلمانوں کے لئے دعاء مغفرت کرو، پھر اخیر میں یہ دعاء پڑھو:

”اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِيْ اَبَدًا، وَارْحَمْنِيْ اَنْ اَتَكَلَّفَ مَا لَا يَعْصِيْنِيْ، وَارْزُقْنِيْ حُسْنَ النَّظْرِ فَيَمَّا يُرْضِيْكَ عَنِّيْ، اَللّٰهُمَّ بَدِّعِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ، وَالْعِزَّةِ الَّتِي لَا تَرَامُ، اَسْئَلُكَ يَا اللّٰهَ يَا رَحْمٰنَ بِجَلَالِكَ وَنُورِ وَجْهِكَ، اَنْ تُلْزِمَ قَلْبِيْ حِفْظَ كِتَابِكَ كَمَا عَلَّمْتَنِيْ وَارْزُقْنِيْ اَنْ اَتْلُوْهُ عَلٰى النُّحُوْلِ الَّذِيْ يَرْضِيْكَ



عنی ، اللہم بديع السموات والأرض ذا الجلال  
والاکرام والعزة التي لا ترام ، اسئلك يا الله يا  
رحمن بجلالك ونور وجهك أن تنور بكتابك  
بصري، وأن تطلق به لسانی ، وأن تفرج به  
عن قلبي ، وأن تشرح به صدري ، وأن تعمل  
به بدني ، لأنه لا يعينني على الحق غيرك ولا  
يؤتيه إلا أنت ، ولا حول ولا قوة إلا بالله  
العلی العظیم " (۱)

”اے اللہ! مجھ پر رحم فرما، اس طور پر کہ جب تک تو مجھے زندہ  
رکھ، معاصی سے بچائے رکھ اور مجھ پر یہ رحم فرما کہ میں لایعنی  
باتوں میں نہ پڑوں، مجھے ایسی چیزوں پر توجہ کی توفیق عطا فرما  
جو آپ کو مجھ سے راضی کر دے، اے اللہ! آسمانوں اور زمین  
کے پیدا کرنے والے! جلالت، بزرگی اور عزت والے،  
اے اللہ! اے رحمان! میں آپ کے جلال اور آپ کی ذات  
کے نور کا واسطہ دیتا ہوں کہ میرے قلب کو اپنی کتاب کے یاد  
رکھنے کی قوت عطا فرما، جیسا کہ تو نے مجھے اسے سکھایا ہے اور  
اس طریقہ پر تلاوت کرنے کی توفیق دے، جو آپ کو مجھ سے  
راضی کر دے، خداوند! زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے!  
عزت و بزرگی اور غلبہ والے!

اے اللہ! اے رحمان! میں آپ کی جلالت شان اور آپ

کی ذات کے نور کے واسطہ سے درخواست کوتاہوں کہ  
آپ اپنی کتاب سے میری آنکھوں کو روشن فرمادیجئے، اور  
مجھے طلاقت لسانی عطا فرمائیے، اس کے ذریعہ میرے  
قلب کو کھول دیجئے، شرح صدر فرمادیجئے، اس کے مطابق  
میرے جسم کو عمل کی توفیق عطا فرمائیے، اس لئے کہ حق پر  
آپ کے سوا کوئی مدد نہیں کر سکتا، اور نہ آپ کے سوا کوئی حق  
سے سرفراز کر سکتا ہے، قوت و سہارا صرف خدائے بلند و  
بزرگ ہی سے ہے“

دعاء بتانے کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسے تین،  
یا پانچ، یا سات جمعہ پڑھو، چنانچہ حضرت عبداللہ بن  
عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ پانچ یا سات جمعوں کے بعد پھر  
حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے، اور عرض کیا کہ یا تو  
چار آیات کے پڑھنے میں بھی دقت محسوس ہوتی تھی اور  
اب یہ کیفیت ہے کہ گویا پورا قرآن میری نگاہوں میں ہے  
اور آج جب میں حدیثیں سنتا ہوں تو ایک حرف کی کمی بیشی  
کے بغیر اسے نقل کر سکتا ہوں“

آپ اس حدیث پر عمل کی کوشش کریں، حدیث میں جن سورتوں کے پڑھنے کا ذکر آیا ہے،  
انہی سورتوں کو پڑھنے کی کوشش کریں، اگر یہ سورتیں یاد نہ ہوں تو بقیہ باتوں پر عمل کرتے  
ہوئے جو سورتیں یاد ہوں ان کو پڑھنے کا اہتمام کریں، امید ہے کہ اس سے نفع ہوگا، بزرگوں نے  
اپنے تجربہ کی بناء پر یہ بھی فرمایا ہے کہ گناہ اور معصیت کی وجہ سے انسان کی قوت حفظ کم ہوتی ہے،  
اور احکام شریعت پر عمل کرنے کا اہتمام ہو، تو حافظہ قوی رہتا ہے، اس کو بھی ملحوظ رکھیں۔

## نماز سے متعلق مختلف مسائل

### مصور جائے نماز کا حکم

سوال: - {842} ہمارے شہر بیدر کی بعض مساجد میں ایسی حصیر Mats بطور جائے نماز استعمال میں ہیں جن کے دونوں بارڈرس پر اڑتی ہوئی چیلیں Flying Kites اترتی ہوئی ہیں، کیا ایسی جائے نماز پر نماز ادا کرنا مناسب ہے؟ کیا ان چیلوں پر سفید رنگ کر کے جائے نماز کو استعمال کیا جاسکتا ہے؟ (حافظ غلام احمد مصطفیٰ، بیدر)

جواب: - نماز میں باتصویر جائے نماز کا استعمال مکروہ ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ تصویر

چاہے اوپر ہو، سامنے ہو، دائیں یا بائیں ہو، ہر صورت درجہ بہ درجہ مکروہ ہے:

”... وأن یکون فوق رأسه ... أو محل

سجودہ تمثال“ (۱)

جب چیل کی تصویر بارڈر پر ہے تو اس امکان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ سجدہ کے وقت پیشانی بارڈر تک پہنچ جائے، اس لئے یہ صورت کراہت سے خالی نہیں، — اگر تصویر کی جگہ اس طرح سفید رنگ کر لیا جائے کہ تصویر نظر نہ آئے تو وہاں نماز پڑھنے میں کچھ حرج نہیں، کیونکہ کراہت تصویر کی وجہ سے تھی، اور وہ مٹ گئی، جس شی پر تصویر تھی اس میں کوئی کراہت نہیں۔

## بعض نمازیوں کا مسجد میں اپنی جگہ مقرر کر لینا

سوال:- {843} ایک جامع مسجد کے کچھ مصلیٰ

صاحبان ہمیشہ امام صاحب کی دائیں طرف ہی نماز پڑھنا

چاہتے ہیں، چنانچہ کچھ حضرات نے اپنی جگہ متعین کر لی ہے، کیا

ایسا کرنا درست ہے؟ (بشیر احمد، پالونچہ)

جواب:- مسجد اور اس طرح کے اجتماعی مقام پر جو شخص پہلے جہاں آکر بیٹھ جائے، وہ

اس جگہ کا زیادہ مستحق ہے، نیز خاص طور پر مسجد — جو اپنی خودی اور آنا کو مٹانے کی جگہ ہے —

میں اپنے لئے کسی خاص جگہ کا متعین کر لینا اور ہمیشہ وہیں بیٹھنے کا التزام کرنا مکروہ ہے:

”یکره للانسان أن یخص لنفسه مکاناً فی

المسجد أن یصلی فیہ“ (۱)

## بڑی مسجد میں نمازی سے کتنا آگے سے گزر سکتا ہے؟

سوال:- {844} بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب مسجد

بڑی ہو اور کوئی شخص مسجد کی آخری صف میں نماز پڑھ رہا ہو تو

دس بارہ صف آگے سے نمازی کے سامنے سے گزرا جاسکتا

ہے۔ (انصار اللہ، سعید آباد)



جواب:- بڑی مسجد سے مراد طول کے اعتبار سے یعنی: مشرق سے مغرب چالیس ہاتھ لمبی مسجد ہے، ایسی مسجد میں نمازی کے اتنے آگے سے گزرنے میں کچھ حرج نہیں، کہ اگر وہ نماز پڑھنے والا خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھے اور اپنی سجدہ گاہ پر نگاہ کرے تو اس کی نگاہ کے دائرہ میں جو حصہ آتا ہے اور بلا ارادہ نظر آ جاتا ہے، یہ اس سے باہر ہو:

”إِنْ كَانَ بِحَالٍ لَوْ صَلَّى صَلَاةً خَاشِعَةً لَا يَقَعُ

بَصَرُهُ عَلَى الْمَاءِ“ (۱)

فقہاء نے محتاط طریقہ پر اس کا اندازہ بتایا ہے کہ نمازی کی صف اور مزید ایک صف چھوڑ کر آگے سے گزر سکتا ہے۔

## نماز اور روزہ کی نیت

سوال:- {845} کیا روزہ اور نماز کی نیت کرنا ضروری

ہے اور اگر بھول جائے تو کس وقت تک نیت کی جاسکتی ہے؟

(محمد واصل، مرادنگر)

جواب:- اللہ تعالیٰ نے اخلاص کے ساتھ عبادت کا حکم دیا ہے:

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ

الذِّينَ﴾ (۲)

اور بغیر نیت کے اخلاص حاصل ہی نہیں ہو سکتا ”والاخلاص لا يحصل بدون النية“ (۳) اس لئے نہ صرف نماز و روزہ بلکہ تمام عبادات میں نیت شرط ہے، نماز کی نیت تکبیر تحریمہ سے پہلے پہلے کر لینا ضروری ہے، روزہ کے سلسلہ میں تفصیل ہے کہ اگر نذر یا قضاء کا روزہ

(۱) البحر الرائق: ۱۵/۲۔

(۲) البينة: ۵۔

(۳) بدائع الصنائع: ۳۲۹/۱۔

ہو تو اس کی نیت صبح صادق سے پہلے پہلے واجب ہے، لیکن رمضان المبارک کا روزہ اور نفل روزہ میں سورج ڈھلنے سے پہلے تک روزہ کی نیت کی جاسکتی ہے:

”وإنما تجوز النية قبل الزوال إذا لم يوجد قبل

ذلك بعد طلوع الفجر ما ينافي الصوم“ (۱)

کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے نفل اور فرض روزہ کی نیت کرنا صبح میں بھی ثابت ہے۔ (۲)

## نماز میں مردوں اور عورتوں کی بیٹھک

سوال: - {846} ایک صاحب نے نماز کے مسائل کے متعلق پاکستانی مصنف کی لکھی ہوئی کتاب دی، اس میں عورتوں کی نماز کے طریقہ کے بارے میں لکھا ہے کہ: عورتوں کو رکوع و سجدہ میں سمٹ کر بیٹھنے کے بجائے مردوں ہی کی طرح بیٹھنا چاہئے، یعنی حالت سجدہ میں کہنیوں کو پسلی اور ران سے الگ رکھنا چاہئے اور ایک طرف پاؤں نکال کر سرین پر بیٹھنے کے بجائے مردوں ہی کی طرح ایڑی پر بیٹھنا چاہئے، جب کہ دوسری کتابوں میں الگ الگ طریقہ بتایا گیا ہے؟

(محمد جسیم الدین، شاستری پورم)

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۹۶۔

(۲) نفل روزہ میں سورج ڈھلنے سے پہلے نیت کی اجازت صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۱۵۴، باب

جواز صوم نافلة بنیۃ من النہار قبل الزوال الخ، سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۲۲۵۵،

باب في الرخصة في ذلك، کتاب الصوم، اسی طرح الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۷۳۳،

سے معلوم ہوتی ہے، جب کہ فرض روزوں کے لیے اس کی اجازت، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۱۳۵،

باب من أكل في عاشوراء فكيف بقية يومه، اور صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۰۰۷،

باب : صیام يوم عاشوراء، میں مذکور ہے۔ محشی۔

جواب:- چوں کہ عورتوں کے لئے زیادہ سے زیادہ ستر مطلوب ہے اس لئے احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں اور عورتوں کے طریقہ نماز میں تھوڑا سا فرق رکھا گیا ہے، اور عورتوں کو نسبتاً زیادہ ستر طریقہ پر نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”إذا جلست المرأة للصلاة وضعت فخذها على فخذها الأخرى، وإذا سجدت الصقت بطنها من فخذها كاستر ما يكون لها“ (۱)

”جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھے، اور سجدہ کرے تو پیٹ کو رانوں سے چپکالے تاکہ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے۔“

اسی طرح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

”كان يأمر الرجال أن يتجافوا في صفوفهم و يأمر النساء يتخفن في سجودهن“ (۲)

”رسول اللہ ﷺ مردوں کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ سجدہ کی حالت میں اپنے اعضاء جسم الگ الگ کر کے رکھیں، اور عورتوں کو پست ہو کر سجدہ کرنے کا حکم فرماتے تھے۔“

اسی طرح بیٹھک کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ کے زمانے میں پہلے عورتیں چار زانوں بیٹھ کر نماز پڑھتی تھیں، پھر انہیں خوب سمٹ کر یعنی گولہوں پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا:

(۱) سنن بیہقی: ۲۲۳/۲۲۔

(۲) حوالہ سابق

”کن یتربعن ثم أمرن أن یخفضن یعنی

یستوین جالسات علی أوراکن (۱)

اس لئے صحیح یہی ہے کہ نماز کی بعض کیفیات میں مردوں اور عورتوں میں فرق رکھا گیا

ہے اور یہی ائمہ اربعہ، امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، اور اکثر سلف صالحینؒ کا

مسک ہے۔

## مردوں اور عورتوں کی نمازوں میں فرق

مولانا: {847} میری پھوپھی کہتی ہیں کہ عورتوں اور

مردوں کی نمازیں الگ الگ ہوتی ہیں، جب کہ میری سہیلی کا

کہنا ہے کہ عورتوں اور مردوں کی نماز ایک ہی طرح ہوتی ہیں،

اس لئے وضاحت کریں کہ کون سی بات صحیح ہے؟

(شبانہ اعظمی، نارائن کھیٹر)

جواب:۔ آپ کی پھوپھی کی بات درست ہے، عورتوں اور مردوں کی نماز میں بعض

احکام میں فرق ہے، عورتوں کے لئے ایسی کیفیت کو ملحوظ رکھا گیا ہے جس میں ستر کی رعایت زیادہ

ہو، اور جسم نمایاں نہ ہو، اس سلسلہ میں فقہاء نے درج ذیل احکام میں فرق ذکر کیا ہے:

(الف) مرد تکبیر تحریمہ میں کانوں تک ہاتھ اٹھائیں گے،

عورتیں مونڈھے تک ہاتھ اٹھائیں گی۔ (۲)

(ب) مرد اپنے ہاتھ ناف کے نیچے باندھیں گے، بعض

فقہاء کے نزدیک سینہ پر باندھیں گے، چونکہ روایتوں میں

اس کی متعدد کیفیات منقول ہیں، اس لئے صرف افضل کم

(۱) جامع المسانید: ۱/۴۰۰۔

(۲) الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۷۳۔



افضل کا اختلاف ہے، لیکن ان میں سے کسی بھی کیفیت پر ہاتھ باندھا جاسکتا ہے، لہذا عورتوں کے بارے میں قریب قریب اس پر اتفاق ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھیں گی۔  
 ”والمراة تضعهما علی ثديها“ (۱)

(ج) سجدہ کی حالت میں خواتین اپنے ہاتھ کو زمین پر بچھا کر رکھیں گی، اپنے پیٹ ران سے ملا کر رکھیں گی اور اس طرح سجدہ میں جائیں گی کہ ان کے کولھے ان کے پاؤں پر ہوں، اٹھے ہوئے نہ ہوں۔ ”تقعّد علی رجليها وفي السجدة تفتّرش بطنیها علی فخذها“ (۲)

(د) قعدہ کی حالت میں خواتین بائیں کولھے پر بیٹھیں گی اور پاؤں دائیں پہلو سے نکالیں گی۔

مرد و عورت کی نماز میں یہ فرق صرف فقہاء کا قیاس و اجتہاد نہیں، بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے فرمودات میں بھی اس کا ذکر موجود ہے، راقم الحروف نے اپنی کتاب ”راہ اعتدال“ میں اس سلسلہ میں دلائل جمع کر دیئے ہیں، تفصیل کے لئے کتاب مذکور سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔

## صلاة وسطیٰ کون سی نماز ہے؟

سوال:- {848} قرآن کریم میں ”صلاة وسطیٰ“

کی خصوصی حفاظت کا حکم ہے، یہ معلوم کرنا ہے کہ صلاۃ وسطیٰ

سے آخر کون سی نماز مراد ہے؟ (عمرانہ خاتون، مغلیہ پورہ)

جواب:- صلاۃ وسطیٰ سے کون سی نماز مراد ہے اس میں اہل علم کے درمیان کچھ اختلاف ہے، تاہم اکثر اہل علم کی رائے یہ ہے کہ اس سے نماز عصر مراد ہے اور خود احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”صلاۃ وسطیٰ صلاۃ عصر ہے“ (۱)

## حاملہ عورت کیسے نماز پڑھے؟

سوال:- {849} حاملہ عورتیں رکوع وسجدہ وغیرہ برابر نہیں کر سکتیں خصوصاً سجدہ تو کر ہی نہیں سکتیں، کھڑے ہو کر نماز بھی ادا نہیں کر سکتیں، ایسی صورت میں نماز کیسے ادا کرنا چاہئے اور کیا ساڑی میں (Under Ware) پہننا ضروری ہے، بغیر اس کے نماز ہوگی یا نہیں؟ (رابعہ پروین، غنیمت پیٹ)

جواب:- حاملہ عورتیں اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر نہ ہوں، تو بیٹھ کر نماز پڑھ سکتی ہیں، رکوع سجدہ بھی مکمل طور پر نہ کر سکیں تو جس قدر جھک سکیں، جھک کر رکوع سجدہ کریں، البتہ خیال رکھیں کہ سجدہ کے لئے بہ مقابلہ رکوع کے زیادہ جھکا جائے، (۲)۔ اصل مقصد عورت

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۱۸۱، ۱۸۲، باب ماجاء فی صلاۃ الوسطیٰ صلاۃ العصر، نیز دیکھئے: ۶۲۷، ۶۲۸، باب الدلیل لمن قال الصلاۃ الوسطیٰ ہی صلاۃ العصر۔ بحثی۔

(۲) ”وإن عجز عن القيام والركوع والسجود وقدر على القعود يصلي قاعدا بإيماء ويجعل السجود أخفض من الركوع“ (الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۳۶، فی صلاۃ المریض)

”و عن نافع أن عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہ يقول: إذا لم يستطع المريض السجود أو مأ برأسه إيماء، ولم يرفع إلى جبهته شيئاً رواه مالك و اسناده صحيح، (آثار السنن، حدیث نمبر: ۸۰۳، باب صلاۃ المریض)

کے تمام جسم کا ستر ہے، یہی نماز میں بھی شرط ہے، اور عام حالات میں بھی واجب ہے، اب چونکہ ساڑی سے اس ضرورت کی تکمیل ہو جاتی ہے، اس لئے ساڑی پر اکتفا کرنا بھی درست ہے جا نگیہ پہننا بھی درست ہے، اور اس کے بغیر بھی نماز درست ہو جاتی ہے۔

## غیر مسلم کی نماز کا دوسرے نمازیوں پر اثر

سوال :- {850} اگر کسی غیر مسلم (ہندو) کو نماز باجماعت میں عمدا یا بھول کر شامل کیا جائے تو کیا پڑھانے اور ساتھ پڑھنے والوں یعنی مصلیوں کی نماز پر کوئی اثر ہوگا؟ قرآن و حدیث اور شریعت کیا اس کو شامل کرنے کی اجازت دیتی ہے؟ اگر دیتی ہو تو کس صورت میں اور نہیں تو کس وجہ سے؟ (منور سلطان رانا، بہار)

جواب :- کسی غیر مسلم کو نماز میں شرکت کی دعوت دینا صحیح نہیں، اس لئے کہ جب تک وہ ایمان نہیں لائے اس وقت تک وہ شریعت کے جزوی اور فروعی احکام کا مخاطب نہیں ہوتا، البتہ اگر دعوت کے بغیر کوئی غیر مسلم جماعت میں آ کر شریک ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منافقین نماز پڑھا کرتے تھے، (۱) آپ ﷺ ان کے کفر سے واقف تھے، بلکہ ان میں بعض لوگوں کا کافر ہونا صحابہ رضی اللہ عنہم میں معروف تھا، پھر بھی ان سے کچھ تعرض نہیں کیا جاتا تھا، غرض کہ غیر مسلم جماعت میں شرکت کی وجہ سے امام و مقتدی کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

## جائے نماز پر کعبہ کی تصویر

سوال :- {851} جائے نماز پر کعبۃ اللہ اور مدینہ منورہ

(۱) ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَدِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَى يُرْثَوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا﴾ (المنافقون: ۱۷) محض۔

کا نقش اتر اہوا ہوتا ہے، جس پر امام و خطیب صاحبان بھی پیر

رکھا کرتے ہیں، کیا اس سے بے ادبی ہوتی ہے؟

(محمد سعادت علی قریشی، عنبر پیٹ)

جواب:- مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسی جائے نمازوں سے اجتناب کریں جن پر کعبہ

اللہ اور مدینہ شریف کا عکس ہو، خیال ہوتا ہے کہ اس طرح کی جائے نمازوں کا سلسلہ ان لوگوں

نے شروع کیا ہے جو اسلام کے تین بغض و عناد رکھتے ہیں، تاہم نقش کا حکم اصل کا نہیں ہوتا اور نہ

نیت اہانت کی ہوتی ہے، اس لئے یہ بے ادبی میں داخل نہیں۔

## نمازی کے سامنے چپل رکھنا

سوال:- {852} بعض لوگ نماز ادا کرتے وقت

سامنے چپل رکھ لیتے ہیں، کیا اس سے نماز میں کراہت نہیں

آتی؟ (محمد حمید الرحمان، مغلیہ پورہ)

جواب:- اگر جوتے چپل میں نجاست نہ لگی ہو، اور ازراہ حفاظت نمازی اپنے سامنے رکھ

لے تو گنجائش ہے، بہتر ہے کہ سامنے رکھنے کے بجائے جوتے چپل کی متعین جگہ پر رکھا جائے، اور

اگر نجاست لگی ہو، تب تو واجب ہے کہ مسجد کے فرش کو اس سے بچائے، اور رکھ ہی لے تو نماز تو

درست ہو جائے گی، لیکن اگر مسجد کے فرش میں نجاست لگ گئی تو اس کو صاف کرنا ضروری ہے۔

## تعلیم و تربیت کے لئے بچہ کا جہر اظہر ادا کرنا

سوال:- {853} ایک طالب علم امامت کے فرائض

انجام دے، اور ظہر کی نماز با آواز بلند پڑھے تاکہ دوسرے بچے

جو اس کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں، ان کو معلوم ہو جائے کہ کس



رکن میں کیا پڑھنا ہے، تو کیا اس طرح نماز پڑھانا جائز ہے؟

(سید غازی الدین خان، ملک پیٹ)

جواب:- اگر یہ نابالغ بچے ہوں اور امامت کرنے والا بچہ بھی نابالغ ہو، تو ازراہ تربیت نماز ظہر، اور آہستہ پڑھے جانے والے اذکار کو زور سے پڑھنے کی گنجائش ہے، کیونکہ نابالغ احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں، اور ان بچوں کے حق میں یہ نمازیں بھی نفل کے درجہ میں ہیں، اور نفل نمازوں میں بہ مقابلہ فرض نمازوں کے احکام کے اعتبار سے زیادہ وسعت ہے، — سلف صالحین سے بھی تعلیم و تربیت کے مقصد سے گاہے گاہے آہستہ پڑھے جانے والے اذکار کو زور سے پڑھنا ثابت ہے، حضرت عمر ؓ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک بار انہوں نے ”ثناء“ کو جہر کے ساتھ پڑھا، حضرت ابو ہریرہ ؓ سے ایک موقع پر ”تعوذ“ کو زور سے پڑھنا منقول ہے، (۱) آپ ﷺ نے بعض دفعہ ”آمین“ زور سے کہی ہے، اس کے بارے میں حدیث کے راوی حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں: ”ما أراه إلا ليعلمنا“ (۲) میرے خیال میں حضور ﷺ کا یہ عمل تعلیم کی غرض سے تھا۔

## نماز کے لئے بیدار کرنا

سوال:- {854} کیا ہم اپنے ارکان خاندان، یا

دوست و احباب کو جو نماز کے وقت سو گئے ہوں، کو اٹھا سکتے

ہیں، کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ دیکھو نماز کا وقت ہو گیا ہے، نماز

پڑھ لو، چاہے وہ سونے کی حالت میں ہوں، یا جاگنے کی حالت

میں؟ (واحد علی، عثمانیہ یونیورسٹی)

(۱) دیکھئے: زاد المعاد: ۲۷۵۱-مٹھی۔

(۲) التعليق الحسن على آثار السنن: ۱/۱۸۷، حدیث نمبر: ۳۷۷، ط: گجرانوالہ۔

جواب:- نماز کے لئے اٹھانا نیکی کی طرف دعوت دینا ہے، اور یہ ہر مسلمان کا شرعی فریضہ ہے، اور دوسرے مسلمان بھائی کے ساتھ خیر خواہی کا تقاضہ بھی ہے، اس لئے فرض نمازوں کے لئے اپنے اعزہ اور دوست احباب کو نیند سے بیدار کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے، احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلال ؓ رسول اللہ ﷺ کو فجر کے وقت بیدار کرنے کے لئے تشریف لے جاتے تھے، کیونکہ آپ ﷺ رات میں تہجد کی طویل نماز ادا کرنے کی وجہ سے تھک جاتے تھے، اور فجر کی سنت اور فریضہ کے درمیان کچھ دیر استراحت فرماتے تھے، اسی بیدار کرنے کے سلسلہ میں ایک دن حضرت بلال ؓ نے کہا: ”الصلاة خير من النوم“ یعنی نماز نیند سے بہتر ہے“ آپ ﷺ کو یہ جملہ اتنا پسند آیا کہ آپ ﷺ نے اسے اذان فجر کا حصہ بنادیا“ (۱) البتہ اس بات کا خیال رکھیں کہ اس سے فتنہ اور نزاع نہ پیدا ہو جائے، اگر کوئی شخص آپ کے اس ناصحانہ اور خیر خواہانہ عمل کو پسند نہ کرے اور لڑائی جھگڑے پر آمادہ ہو جائے تو ایسے شخص سے گریز ہی بہتر ہے۔

## اگر نمازی کو آواز دی جائے؟

سوال:- {855} اگر کوئی شخص بند کمرہ میں نماز پڑھ رہا ہے، لیکن باہر سے کوئی آواز دے رہا ہے، تو نماز میں جواب تو دے نہیں سکتا، اس لئے اس نے اشارتاً کھنکھارایا کھانس دیا، تو اس کی نماز فاسد تو نہیں ہوگی؟ (محمد عبدالعظیم، کوپار واڑی)

جواب:- اگر نماز میں ایسی نوبت آجائے تو صحیح طریقہ یہ ہے کہ اگر مرد ہو تو ”سبحان اللہ“ کہہ دے اور عورت ہو تو بائیں ہاتھ کی پشت پر دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے تھپتھپائے، جس کو ”تصفیق“ کہتے ہیں، یہ نماز میں متوجہ کرنے کا صحیح طریقہ ہے، جو حدیث

سے ثابت ہے، (۱) دیے اگر کوئی شخص اپنے مصروف نماز ہونے کو بتانے کے لئے کھانس دے، تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔ فتاویٰ عالمگیری میں:

”التنحیح لاعلام أنه في الصلاة، لا يفسد“ (۲)

## ملازمت کی وجہ سے ترک نماز

سوال :- {856} میرے دوست پہلے نماز کے پابند تھے، جب سے گورنمنٹ پرائمری اسکول میں نوکری ملی ہے نماز چھوڑ دیا، میں نے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ بعض دفعہ ایک گھنٹہ مجھے کلاس سوم کی لڑکیوں کو پڑھانا پڑتا ہے، جس کی وجہ سے بعض وقت نماز چھوٹ جاتی ہے؟

(جی، ایس، آر، ایم)

جواب :- ہر مسلمان پر جو بالغ اور عقل و ہوش کی حالت میں ہو، پانچوں وقت نماز ادا کرنا فرض عین ہے، اور ان نمازوں کا بالکل ترک کر دینا یا وقت مقررہ پر ادا نہیں کرنا شدید گناہ ہے، اور ملازمت ایسا عذر نہیں کہ اس کی وجہ سے نماز معاف ہو جائے، زیادہ سے زیادہ یہ گنجائش ہو سکتی ہے کہ اگر مسجد نہ جاسکتے ہوں تو اسکول ہی میں کہیں کسی مسلمان استاد یا طالب علم کے ساتھ مل کر جماعت کر لیں، اگر اس کا موقع نہ ہو تو کم از کم تنہا پڑھ لیں، لیکن محض ملازمت کی وجہ سے نماز کا چھوڑ دینا ہرگز جائز نہیں، یہ کیسے روا ہو سکتا ہے کہ جو شخص رزق میں واسطہ ہو، اس کا تو اتنا پاس و لحاظ کیا جائے اور جو رزاق حقیقی ہے اسی کو انسان فراموش کر جائے۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) ”عن أبي هريرة ؓ عن النبي ﷺ قال : التسبيح للرجال و التصفيق للنساء“

(صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۲۰۳، باب التصفیق للنساء، صحیح مسلم، حدیث نمبر:

۴۲۲، باب تسبیح الرجل و تصفیق المرأة إذا نابها شیء فی الصلاة) محشی۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۳۳۔



## مسجد حرام اور مسجد نبوی ﷺ میں خواتین کی نماز

سوال :- {857} ایک بزرگ نے فرمایا کہ حرمین شریفین میں بھی خواتین کو اپنی قیام گاہ میں ہی نماز ادا کرنی چاہئے، حج و عمرہ پر جانے والی خواتین جب عمرہ یا طواف کے لئے حرم آئیں، تب تو مسجد حرام اور مسجد نبوی ﷺ میں نماز پڑھ لیں، ورنہ عام حالات میں اپنے قیام گاہ پہ نماز پڑھیں اور نماز پنجگانہ کے لئے بھی مسجد نہ آئیں، کیونکہ خواتین کا گھر میں نماز پڑھنا مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

(قاری محمد اقبال، سکندر آباد)

جواب :- اگر حرمین شریفین میں مسجد جانے کی صورت میں کسی فتنہ کے پیش آنے کا غالب گمان ہو، تب تو واقعی اپنے رہائش گاہ ہی میں نماز ادا کرنا افضل ہے، لیکن اگر ایسا نہ ہو، تو حرمین شریفین کی یہ خصوصیت ہے کہ وہاں عورتوں کو مسجد حرام اور مسجد نبوی ﷺ میں نماز ادا کرنا افضل ہے، البتہ دوسری مسجدوں کے مقابلہ عورت کا اپنے گھر میں نماز ادا کرنا بہتر اور زیادہ موجب ثواب ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

”ماصلت امرأة خیر لها من قعر بیتها إلا أن یکون المسجد الحرام أو مسجد النبوی ﷺ“ (۱)  
 ”اپنے گھر کے کونے سے بہتر عورت کی نماز پڑھنے کی کوئی جگہ نہیں سوائے اس کے کہ مسجد حرام یا مسجد نبوی ﷺ ہو۔“

(۱) دیکھئے: آثار السنن، حدیث نمبر: ۳۰۷۔

نیز دیکھئے: جمع الفوائد: ۲۰۴/۱، باب المساجد - محشی۔



اس حدیث کو علامہ طبرانی نے معجم کبیر میں نقل کیا ہے اور علامہ بیہقی نے اس حدیث کو صحیح

قرار دیا ہے۔ (۱)

## نماز میں غیر معتدل اور ناہموار آواز

سوال: - {858} امام نماز میں اپنی آواز بلا ضرورت بلند کرتا ہو، ایک تکبیر معتدل آواز میں کہتا ہو اور دوسری تکبیر بلند آواز میں، یا قراءت کے وقت ایک دو آیت معتدل آواز میں اور تیسری بلند آواز میں، کیا اس طرح نماز پڑھنا مناسب ہے؟ (سید عبدالرحیم، مانوت، پربھنی)

جواب: - تکبیر انتقال ہو، یا قرآن مجید کی قراءت، امام کو اتنی ہی آواز بلند کرنی چاہئے کہ مقتدیوں کو آواز پہنچ جائے، خواہ مخواہ ضرورت سے زیادہ بلند آواز مناسب نہیں، علامہ صکفیؒ نے لکھا ہے کہ ضرورت سے زیادہ بلند آواز میں قرآن پڑھنا بہتر نہیں:

”يجهر الإمام وجوبا بحسب الجماعة فإن زاد عليه ، فقد أساء“ (۲)

آواز ایسی ہونی چاہئے کہ جو چاہے وہ آیات قرآنی میں تدبر کر سکے، اور اس کو استحضار قلبی حاصل ہو۔ (۳) اگر آواز میں بہت زیادہ نشیب و فراز اور اتار چڑھاؤ ہو تو اس ناہمواری کی وجہ سے استحضار قلبی پیدا نہیں ہو پاتا ہے اور انسان تدبر و تفکر کے موقف میں نہیں رہتا، اس لئے امام صاحب کو تکبیرات انتقال اور قراءت معتدل اور ہموار آواز میں کرنی چاہئے۔

(۱) ”و رجالہ رجال الصحیح“ (مجمع الزوائد: ۲/۳۵، باب خروج النساء إلى المساجد الخ) محشی۔

(۲) الدر المختار: ۱/۷۹

(۳) الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۷۲۔

## جائے نماز پر سونا

سوال: - {859} جائے نماز پر سونا گناہ ہے یا نہیں؟

(سید حفیظ الرحمان، پھولانگ)

جواب: - رسول اللہ ﷺ سے خواب گاہ کے بستر مبارک پر نماز پڑھنا ثابت ہے، اور اس

سلسلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بعض ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی

روایات موجود ہیں جن کا امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ وغیرہ نے اپنی کتابوں میں ذکر فرمایا ہے۔ (۱)

اسی طرح بعض صحابہؓ کا ضرورتاً مسجد میں سونا ثابت ہے، (۲) اس سے معلوم ہوا کہ جائے نماز

پر سونا یا جس کپڑے کو بستر بنائے اگر پاک ہو تو اس پر نمازیں وغیرہ ادا کرنا جائز ہے، ورنہ آپ ﷺ

نے اس پر نماز ادا نہ فرمایا ہوتا، ہاں! اگر یہ اندیشہ ہو کہ جائے نماز آلودہ ہو جائے گی تو احتیاط کرنا

چاہئے، اس لئے بہتر یہی ہے کہ جائے نماز پر سونے کا معمول نہ بنائیں۔

## نماز حنفی یا شافعی طریقہ پر؟

سوال: - {860} مجھے بچپن سے شافعی طریقہ پر نماز

پڑھنا سکھایا گیا ہے، اب مجھے میرے سرال والے نماز کا

طریقہ بدلنے اور حنفی طریقہ پر نماز پڑھنے کو کہتے ہیں، ایسی

صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ (ایکس وائی زیڈ چھتہ بازار)

(۱) دیکھئے: صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۸۴، باب الصلاة على الفراش، صحیح

مسلم، حدیث نمبر: ۵۱۲، باب الاعتراض بنی یدی المصلی - محشی۔

(۲) "عن عبید اللہ قال: حدثنی نافع قال: أخبرني عبد الله بن عمر ؓ: أنه

كان ينام وهو شاب أعزب لا أهل له في مسجد النبي ﷺ" (صحیح البخاری،

حدیث نمبر: ۴۴۰، باب نوم الرجال في المسجد) محشی۔

جواب:- حنفی طریقہ ہو یا شافعی سب کا مقصود قرآن و حدیث کے مطابق عمل کرنا ہے، البتہ قرآن و حدیث کو سمجھنے اور تحقیق میں اختلاف رائے ہو سکتا ہے، یہ اختلافات ہدایت و ضلالت اور حق و باطل کے نہیں ہیں، بلکہ صواب و خطا اور اکثر مواقع پر زیادہ بہتر اور کم بہتر کا اختلاف ہے، اس لئے آپ کے سرال والوں کو اس پر اصرار نہیں کرنا چاہئے کہ آپ حنفی ہی طریقہ پر نماز پڑھیں، تاہم اگر آپ حنفی طریقہ پر نماز ادا کیا کریں اور مستقل طور پر اس پر عمل کریں تو اس میں بھی حرج نہیں، بہر حال جس فقہ پر عمل کریں اس پر استقلال برتیں، ایسا نہ ہو کہ کبھی ایک اور کبھی دوسرے مسلک پر عمل کیا جائے، اس سے نفس پرستی کے رجحان کو تقویت پہونچتی ہے، اور ایسی صورت میں اندیشہ ہے کہ لوگ دین کو کھلونا بنالیں گے۔

## مصلیٰ پر کعبہ اور گنبد خضراء کی تصویر

سوال:- {861} مساجد اور گھروں میں نماز پڑھنے کے لئے ایسے مصلیٰ بچھائے جاتے ہیں جن پر کعبۃ اللہ اور مدینہ منورہ کی تصویر ہوتی ہے، ایسی تصویر والی جائے نماز پر نماز پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- ایسی جائے نمازوں کا استعمال نہیں کرنی چاہئے اور بعید نہیں، اس قسم کی جائے نماز کی صنعت اور اس کے شیوع میں یہودی ذہن کا رفرما ہو، اور مسلمان اپنے بھولے پن میں اسے ان مقامات سے محبت و عقیدت کا اظہار سمجھ کر ایسی جائے نمازوں کے بنانے اور خریدنے، بیچنے میں لگ گئے ہوں، بلکہ میں نے ایک ایسی جائے نماز بھی دیکھی ہے جس میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا نام نامی لکھا ہوا ہے، اس لئے ایسی جائے نمازوں پر نماز پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہئے، اگر کوئی شخص جائے نماز کی ان تصویروں پر مقامات مقدسہ کی اہانت کی نیت



سے پاؤں رکھے تو یہ سخت گناہ ہے، بلکہ اس میں کفر کا اندیشہ ہے، اور اگر یہ مقصد نہ ہو تو چونکہ تصویر کا حکم اصل کا نہیں ہوتا، اس لئے نماز تو ہو جائے گی، لیکن یہ صورت بھی کراہت سے خالی نہ ہوگی، اگر اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کا نام لکھا ہوا ہو تب تو اس کو زمین پر بچھانا، یا اس جائے نماز پر پاؤں رکھنا، خواہ قدم خود اس تحریر پر نہ رکھا جائے، جائز نہیں۔ (۱)

## نمازی کے سامنے سے گزرنے کا مسئلہ

سوال:- {862} اگر نمازی کے سامنے سے گزرتا ہے

تو کتنی دور سے گزرتا چاہئے؟ (عبدالغفار، قاضی پورہ)

جواب:- (الف) اگر نمازی کے آگے سترہ موجود ہو، خود کوئی چیز رکھی گئی ہو، یا سامنے

سے ستون ہو، تو سترہ کے آگے سے گزرا جاسکتا ہے۔

(ب) اگر سترہ نہ ہو اور چھوٹی مسجد یا کمرہ وغیرہ ہو تو نمازی سے لے کر دیوارِ قبلہ تک بیچ

سے ضرورتِ شدیدہ کے بغیر گزرتا مکروہ ہے۔ (۲)

(ج) اگر بڑی مسجد، یا کھلا ہوا صحن ہو، تو نمازی سے دو صف کے بقدر آگے سے گزرا

جاسکتا ہے، بڑی مسجد سے ایسی مسجد مراد ہے کہ مشرق سے مغرب کی جانب اس کی لمبائی چالیس

ہاتھ یا اس سے زیادہ ہو۔ (۳)

## محراب میں اسماء مبارکہ اور مقامات مقدسہ کی تصویریں

سوال:- {863} مسجد کے محراب میں خانہ کعبہ اور

(۱) دیکھئے: الفتاویٰ الہندیہ: ۵/۳۱۵-مخشی۔

(۲) دیکھئے: سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۷۰۱، باب ما ينهى عنه من المرور بين يدي

المصلى۔

(۳) دیکھئے: کبیری: ص: ۳۵۴، ودیگر کتب فقہ۔



مدینہ منورہ کی فوٹو لگانا، محراب کی کمانوں میں دائیں بائیں اللہ  
کے اسماء گرامی تحریر کرنا، محراب والی دوسری کمانوں میں خلفاء  
راشدین کے اسماء گرامی لکھنا، مسجد کی دیوار پر درود شریف لکھنا،  
کیا یہ امور جائز و درست ہیں؟

(قاضی سید مظہر الدین، ایڈوکیٹ، عادل آباد)

جواب:- نماز میں خشوع و خضوع کی بڑی اہمیت ہے اور ضروری ہے کہ کوئی ایسا عمل  
نہیں کیا جائے جس سے نماز پڑھنے والوں کی توجہ ہٹ جائے، اس لیے قبلہ پر زیادہ نقش و نگار، نیز  
قرآن کی آیات، اللہ تعالیٰ، انبیاء اور صحابہ ؑ کے اسماء مبارکہ کا لکھنا مناسب اور بہتر نہیں،  
کیوں کہ اس سے نماز پڑھنے والے کی توجہ ہٹ جاتی ہے، بلکہ بعض اوقات نمازی اسے دیکھتے  
ہوئے پڑھنا بھی شروع کر دیتا ہے، اور زبان سے ان کو پڑھنے میں بعض صورتوں میں نماز فاسد  
بھی ہو سکتی ہے، فقہاء نے اس کے بہتر نہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ اس میں بے احترامی  
کا پہلو پایا جاتا ہے، پرندے ان آیات پر آکر بیٹھ سکتے ہیں، بیٹ کر سکتے ہیں، یا ان کی بیٹ ان  
تحریروں پر گر سکتی ہے، پرانی ہونے کے بعد وہ تحریر آہستہ آہستہ گرنے لگتی ہے، اور لوگوں کے  
قدموں میں آ جاتی ہے، ان تمام صورتوں میں اللہ کے مقدس کلام اور اللہ اور اس کے نیک بندوں  
کے پاک ناموں کی بے احترامی کا اندیشہ ہے، اس لیے اس سے اجتناب کرنا بہتر ہے، فتاویٰ  
عالمگیری میں ہے:

”ولیس بمستحسن كتابة القرآن على المحارب  
و الجدران لما يخاف مس سقوط الكتابة و أن  
توطأ“ (۱)

البتہ ایسے معمولی مسائل کی وجہ سے آپس میں انتشار نہ پیدا ہونے دیجئے، کہ جو مسئلہ آپ

نے دریافت کیا ہے، اس کا تعلق بہتر اور غیر بہتر سے ہے اور مسلمانوں میں افتراق و انتشار گناہ ہے اور اس سے بچنا واجب ہے۔

## بیٹھے ہوئے شخص کو اٹھا کر بیٹھنا

سوال: - {864} صف میں بیٹھے ہوئے شخص کو اٹھا کر بیٹھنا کیسا ہے؟ (محمد ریاض احمد، وجئے نگر کالونی)

جواب: - حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی دوسرے کو اٹھا کر اس جگہ خود بیٹھ جائے، (۱) اس لیے ایسا کرنا مکروہ ہے، بلکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر کوئی شخص مجلس سے اٹھے اور پھر وہاں واپس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اس جگہ کا زیادہ حقدار ہے۔ "إذا قام الرجل من مجلس ثم رجع إليه فهو أحق به"۔ (۲)

## نماز اور افطار میں غیر مسلم بھائیوں کی شرکت

سوال: - {865} نماز افضل ترین عبادت ہے نہ کہ تماشہ، لیکن بارہادیکھا گیا ہے کہ قومی یکجہتی کے شوق میں بعض وقت غیر مسلم حضرات کو چاہے وہ لیڈر ہوں یا منسٹر، شریک نماز کر لیا جاتا ہے، خاص طور پر رمضان کی افطار پارٹیوں میں اکثر یہ تماشہ ہوتا رہتا ہے، تو کیا یہ بے ادبی نہیں ہے؟ (میر یوسف علی، محبوب نگر)

(۱) صحیح البخاری: ۹۲۸/۲، حدیث نمبر: ۶۲۶۹، باب: لا یقیم الرجل الرجل من مجلسہ۔

(۲) سنن أبی داؤد، حدیث نمبر: ۴۸۵۳، باب إذا قام فی مجلسہ ثم رجع۔

جواب :- غیر مسلم بھائیوں کو افطار کی دعوت دینے میں کوئی حرج نہیں، رسول اللہ ﷺ نے غیر مسلموں کو مدعو کیا ہے، (۱) اور خود بھی ان کی دعوت قبول فرمائی ہے، (۲) ان سے یہ تقاضا کرنا کہ وہ نماز میں شریک ہوں، نادرست بھی ہے اور نامعقول بھی، لیکن اگر کوئی غیر مسلم بطور خود مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک ہو جائے تو اسے شرکت سے روکنا اسلامی اخلاق کے مغائر بھی ہے اور اس سے اس کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کے تئیں نفرت بھی پیدا ہو سکتی ہے، اس لیے اس سے روکنا نہیں چاہئے، بلکہ دعاء کرنی چاہئے کہ ”اهدنا الصراط المستقیم“ کی دعا اس کے حق میں مقبول ہو جائے، ”و ما ذلک علی اللہ بعزیز“ اس کی وجہ سے دوسرے نمازیوں کی نماز میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منافقین نماز پڑھا کرتے تھے، یہ مسلمان نہیں تھے، اور حضور ﷺ ان کے نفاق سے اچھی طرح واقف بھی تھے، پھر بھی آپ ﷺ نے کبھی ان کو اس سے منع نہیں فرمایا؛ چنانچہ ان میں سے بہت لوگ بدرتج دامن اسلام میں آ گئے۔



(۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵۳۶۳، نیز دیکھئے: جمع الفوائد: ۱/۲۹۴- مرتب۔

(۲) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۳۸۱، ۲۶۱۶، ۲۶۱۷، باب: خرص التمر- مرتب۔

”أن يهودية أتت النبي ﷺ بشاة مسمومة فأكل منها، فجئى بها فقيل: ألا نقتلها؟ قال: لا، قال: فما زلت أعرفها في لهوات رسول الله ﷺ“ عن أنس بن مالك، (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۶۱۷، باب قبول الهدية من المشركين) مرتب۔

# کتاب الفتاویٰ

تیسرا حصہ

کتاب الجنائز

جنازہ سے متعلق سوالات





## قریب مرگ سے متعلق احکام

### قریب مرگ اور میت کو کس طرح لٹایا جائے؟

سوال:- {866} اکثر میت کو قبلہ کی طرف پیر رکھ کر لٹایا

جاتا ہے، کیا یہ صورت درست ہے؟ (محمد عبد الحکیم، کلوا کرتی)

جواب:- جب انتقال کا وقت قریب ہو جائے تو اسے قبلہ رخ کر دینا چاہئے، جب

حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت آیا تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ ”قریب بہ مرگ

ان کو قبلہ رخ کر دیا جائے، رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے ان کی تحسین کرتے ہوئے

فرمایا: ”أصاب الفطرة“ (۱) ”اس نے فطرت (یعنی فطرت سلیمہ) کو پایا۔“

میت کو قبلہ رخ لٹانے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ ہے کہ جیسے سوتے وقت دہنی کروٹ سونا

مسنون ہے، اسی طرح دہنی کروٹ پر لٹا دیا جائے، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ چت سلا دیا جائے،

پاؤں بھی قبلہ کی طرف ہو اور چہرہ بھی، چہرہ کے قبلہ رخ کرنے کے لئے سر کے نیچے کچھ رکھ دیا

جائے، تاکہ سراونچا ہو جائے اور چہرہ قبلہ کی طرف متوجہ ہو، یہ صورت بھی درست ہے۔ (۲) اس

(۱) البحر الرائق: ۱۷۰/۲، رد المحتار: ۷۸/۳۔

(۲) حلبی کبیر: ص: ۵۷۶، فصل فی الجنائز۔

صورت میں پاؤں قبلہ کی طرف ہوتا ہے، لیکن اصل میں پاؤں کو قبلہ کی طرف کرنا مقصود نہیں، بلکہ چہرہ کو قبلہ رخ کرنا مقصود ہے، (۱) اس لئے قبلہ کی بے احترامی نہیں، قبلہ کی طرف رخ کرنا ایک علامتی عمل ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے کا اظہار ہوتا ہے، گویا مؤمن کو اپنی موت کے وقت پوری طرح اللہ ہی کی طرف متوجہ ہونا چاہئے، چہرہ سے بھی، دل سے بھی اور ذکر و استغفار کے ذریعہ زبان سے بھی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

## میت کا پاؤں قبلہ کی طرف کیوں؟

سوال:- {867} ایک مسلمان کی میت کے پیر قبلہ کی طرف کیوں رکھے جاتے ہیں؟ جب کہ قبلہ رخ ہو کر سونا منع ہے، تھوکتنا منع ہے، پیشاب کرنا بھی ممنوع ہے، بیت الخلاء کے لئے بیٹھنا بھی منع ہے، پھر اس کی کیا وجہ ہے وضاحت کریں، مہربانی ہوگی؟ (شیخ قبولہ، صابر نگر)

احترام قبلہ کے پیش نظریہ تاکید ہے کہ قبلہ کی طرف پیر دراز نہ کیا جائے، بلکہ قبلہ کی جانب سر رکھ کر سویا کریں، مگر بعد از موت اکثر میت کو گھر میں اس طرح لٹایا جاتا ہے کہ پیر قبلہ کی طرف ہوتے ہیں، اس سلسلہ میں روشنی ڈالیں؟ (دہاب بھارتی، شکر نگر)

جواب:- اصل مقصود پاؤں کو قبلہ رخ رکھنا نہیں ہے، بلکہ چہرہ کو قبلہ رخ رکھنا ہے، جب موت کا وقت قریب آجائے تو فقہاء نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ اس کو چیت لٹا دیا جائے سر کے نیچے کوئی چیز رکھ دی جائے، تاکہ چہرہ قبلہ کی طرف ہو، نہ کہ آسمان کی طرف اس کی کئی مصلحتیں بیان کی گئی ہیں، بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ اس سے جان نکلنے میں بھی سہولت ہوتی

ہے، اس کے علاوہ آنکھیں بند کرنے اور ڈاڑھوں کو باندھ دینے میں بھی آسانی ہے۔ (۱) نیز اگر چہرہ کو دائیں جانب موڑ دیا جائے، تو گردن سخت ہو جائے گی اور چہرہ مڑا ہوا رہے گا، جس سے بد ہیئتیاں نمایاں ہوں گی، اس لئے اس طرح چپٹ لٹانے کی اجازت دی گئی ہے کہ چہرہ بھی قبلہ کی طرف رہے اور پاؤں بھی، جس طرح مریض لیٹ کر نماز ادا کیا کرتا ہے۔

## میت کے قریب قرآن کریم کی تلاوت

سوال:- {868} کیا میت کے قریب قرآن مجید پڑھ

سکتے ہیں، یا دوسرے کمرے میں پڑھنا بہتر ہے؟

(محمد جہانگیر الدین، باغ امجد الدولہ)

جواب:- میت کو جب تک غسل نہ دیا جائے اس وقت تک وہ ناپاک ہے، اس لئے فقہاء نے غسل سے پہلے میت کے قریب قرآن مجید پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے، غسل دینے کے بعد پڑھ سکتے ہیں: ”وتكره القراءة عنده حتى يغسل“ (۲) — شہید کا خون گو اس کے حق میں پاک ہے اور اسی لئے شہید کو غسل نہیں دیا جاتا، لیکن دوسروں کے حق میں ناپاک ہے، اس لئے خیال ہوتا ہے کہ شہید کے قریب قرآن پڑھنے کا بھی یہی حکم ہونا چاہئے۔

## میت کو دیر تک رکھنا

سوال:- {869} آج کل اکثر و بیشتر یہ بات دیکھنے

میں آتی ہے کہ لوگ قریبی رشتہ داروں کے انتظار میں صبح سے

شام، یا شام سے صبح تک میت کو رکھتے ہیں، یہ عمل کس حد تک

درست ہے؟ (محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- انتقال کے بعد جلد سے جلد تدفین کی کوشش کرنی چاہئے، رشتہ داروں کے

(۱) الدر المختار مع رد: ۷۸/۳۔

(۲) کبیری: ص: ۵۳۳۔



انتظار میں دیر تک لاش کو روکے رکھنا بہتر نہیں ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے ایسی تاخیر کو ناپسند فرمایا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”علی! تین چیزوں میں تاخیر نہ کرنا، نماز میں جب وقت ہو جائے، یعنی وقت مستحب شروع ہو جائے، جنازہ جب آجائے، اور نکاح میں جب لڑکی کے لئے مناسب رشتہ آجائے“ (۱)

حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ مرض وفات میں تھے، آپ ﷺ عیادت کے لئے تشریف لائے اور فرمایا:

”لگتا ہے کہ طلحہ پر موت آنے ہی والی ہے، اگر ایسا ہے تو مجھے اس کی اطلاع دینا اور جلدی کرنا، کیونکہ کسی مسلمان کی لاش کے حق میں یہ بات مناسب نہیں کہ وہ دیر تک اپنے لوگوں کے درمیان پڑی رہے“ (۲)

## وفات کے بعد شوہر کا بیوی یا بیوی کا شوہر کو ہاتھ لگانا

سوال:- {870} شوہر کے انتقال کے بعد بیوی کا اس کے چہرہ کو دیکھنا یا جسم کو ہاتھ لگانا، اسی طرح بیوی کے انتقال کے بعد شوہر کا اس کے چہرہ کو دیکھنا یا اس کے جسم کو ہاتھ لگانا جائز ہے یا نہیں؟ (سید مرتضیٰ حسین)

جواب:- شوہر کے انتقال کے بعد بھی جب تک کہ بیوی کی عدت وفات نہ گزر جائے، ایک حد تک وہ اس مرد کے نکاح ہی میں رہتی ہے، اسی لئے اس کے لئے دوسرا نکاح کرنا جائز نہیں،

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۱۰۷۵، سنن ابن ماجہ: حدیث نمبر: ۱۴۸۵۔

(۲) سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۳۱۵۹۔

لیکن بیوی کے انتقال کے ساتھ ہی شوہر کا نکاح کا تعلق اس سے بالکلیہ ختم ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ایک عورت کے نکاح میں رہتے ہوئے اس کی بہن سے نکاح جائز نہیں، لیکن جوں ہی بیوی کا انتقال ہو، اس کی بہن سے نکاح حلال اور جائز ہے، اسی لئے بیوی کے لئے تو وفات کے بعد شوہر کو دیکھنا اور ہاتھ لگانا جائز ہے، بلکہ یہ بھی گنجائش ہے کہ اگر ضرورت پڑے تو شوہر کو غسل دے دے، لیکن شوہر بیوی کو غسل نہیں دے سکتا۔ (۱) اب چونکہ وہ عورت اس کے حق میں اجنبی عورت ہے، اس لئے شوہر اس کے جسم کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا، البتہ اگر شہوت کا اندیشہ نہ ہو تو چہرہ دیکھ سکتا ہے۔

”يمنع زوجها من غسلها و مسها لا من النظر

إليها على الأصح“ (۲)

## غیر مسلم کی موت پر کیا پڑھے؟

سوال:- {871} اگر کوئی مسلمان مرد، عورت یا بچہ

مر جائے تو اس پر ”إنا لله و إنا إليه راجعون“

پڑھا جاتا ہے، لیکن اگر کافر کی موت ہو جائے تو کیا کہنا

چاہئے؟ (محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- قرآن و حدیث یا فقہ کی کتابوں میں میرے علم کے مطابق ایسی کوئی صراحت

موجود نہیں ہے کہ کافر کی موت پر کیا کہا جائے، عوام میں جو یہ بات مشہور ہے کہ کافر کی موت پر ”

في نار جهنم“ کہنا چاہئے، اس کی کوئی اصل نہیں مل پائی، غیر مسلموں کے لئے ممانعت استغفار

کی ہے، اور ”إنا لله و إنا إليه راجعون“ کے الفاظ میں دعاء و استغفار کا پہلو نہیں ہے، بلکہ

اس حقیقت کا اظہار ہے کہ ہم سب اللہ ہی کے لئے ہیں، اور اللہ ہی کی طرف ہم سب کو لوٹنا ہے،

البتہ قرآن کے بیان کے مطابق یہ کلمہ مصیبت و بلاء کے موقع پر کہنے کا ہے، اس پہلو سے کافر کی

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۶۰۔

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۹۰۔

موت پر اس کے پڑھنے میں تاہل ہوتا ہے، لہذا بہتر ہے کہ اس موقع پر خاموشی اختیار کی جائے، اور اپنی آخرت کو یاد کیا جائے، اور بس۔ واللہ اعلم۔

## میت پر نہ آنے کی وصیت

سوال:- {872} ایک شخص نے انتقال سے قبل وصیت

کی کہ میرے مرنے کے بعد میری میت پر نہیں آنا، کیا اس کی

میت میں جانا چاہئے؟ (محمد اقبال الدین جاوید، بھینسہ)

جواب:- میری میت پر نہ آنے کی ہدایت غصہ و غضب کے قبیل سے ہے، اس کا کوئی

اعتبار نہیں، اور اس کے جنازہ میں شریک ہونا چاہئے، بلکہ خاص طور پر اس کے لئے دعاء کرنی

چاہئے، تاکہ اس کی زندگی میں اس شخص سے کوئی تکلیف پہنچی ہو تو ممکن ہے اس کی وفات کے

بعد کا یہ عمل اس کی کچھ تلافی کر دے۔ (۱)

## میت کے ڈولے سے پھول کا سہرا باندھنا

سوال:- {873} ایک غیر شادی شدہ کا انتقال ہو گیا،

ڈولے کے ایک کونہ پر پھولوں کا سہرا باندھا گیا، کیا یہ عمل

درست ہے؟ (رشید احمد خان، بھینسہ)

جواب:- یہ عمل درست نہیں، شادی شدہ اور غیر شادی شدہ مردوں کے احکام میں کوئی

فرق نہیں، اور نہ مردہ کے کفن یا ڈولے سے پھول باندھنے کا کوئی ثبوت ہے، اب یہ مرجھا جانے

والے پھول اس کے کچھ کام نہ آئیں گے، درست عقیدہ اور نیک اعمال کے پھول ہی اسے نفع

پہنچا سکیں گے، جو اس کے نامہ اعمال میں محفوظ کئے جا چکے ہیں۔ (۲)

(۱) فیض القدیر ۱/۳۵۶- ط: مکتبۃ التجاریۃ۔ مکہ المکرمۃ۔

(۲) النحل: ۹۷۔

## میت کو تاریک کمرہ میں نہیں چھوڑا جاتا؟

سوال:- {874} ہم نے اکثر دیکھا کہ جب کسی کی موت واقع ہو جاتی ہے، تو میت کورات کی تاریکی میں گھر میں اکیلا نہیں چھوڑتے، اس کا کیا مقصد ہے؟

(شیخ احمد، درگاہ روڈ، گلبرگہ)

جواب:- اس سلسلہ میں کوئی خاص حکم شرعی نہیں، لغش کی حفاظت مقصود ہوتی ہے۔

## عورتوں کے لئے غیر محرم میت کا دیدار

سوال:- {875} کیا استاذ کے انتقال پر طالبات عقیدت مند خواتین اور مرحوم کے گھر کی خادماں ان کا آخری دیدار کر سکتے ہیں؟ (قاری، ایم، ایس، خان)

جواب:- اگر شہوت اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو اصول یہ ہے کہ ایک مرد دوسرے مرد کے جس حصہ جسم کو دیکھ سکتا ہے، یعنی ناف سے گھٹنے تک کے حصہ کو چھوڑ کر بقیہ حصہ بدن عورت بھی دیکھ سکتی ہے اور اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حبشیوں کا کھیل دکھانا ہے، (۱) میت کا عام طور پر چہرہ ہی دکھایا جاتا ہے، اور عامۃً اس موقع پر فتنہ کا اندیشہ بھی نہیں ہوتا، لہذا استاذ کے بعد از مرگ دیدار کی گنجائش ہے:

”و تنظر المرأة من الرجل كنظر الرجل للرجل

إن أمنت شهوتها“ (۲)

(۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۰۶۶، کتاب صلاة العیدین۔ محشی

(۲) الدر المختار علی هامش رد: ۵۳۳/۹۔



## میت کا دیدار

سوال :- {876} نماز جنازہ پڑھانے کے بعد میت کا دیدار درست نہیں ہے؟ ایک میت میں ایک صاحب اعتراض کر رہے تھے کہ نماز جنازہ کے بعد میت کا دیدار نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ میت پر نماز کے بعد عالم برزخ کے احوال شروع ہو جاتے ہیں، اور میت کو غسل دینے کے بعد بھی دیدار کرنا درست ہے یا نہیں؟ (جہانگیر الدین، باغ امجد الدولہ)

جواب :- موت کے بعد انسان کو دیکھنے کے وہی آداب ہیں جو زندہ کو دیکھنے کے ہیں، غسل کے بعد بھی اور نماز جنازہ کے بعد بھی، مرد مرد کا چہرہ، عورت عورت کا چہرہ، عورت مرد کا چہرہ اور مرد محرم عورت کا چہرہ دیکھ سکتے ہیں، غیر محرم عورت کو جیسے زندگی میں دیکھنا جائز نہیں، موت کے بعد بھی دیکھنا جائز نہیں، البتہ اگر چہرہ میں کوئی تغیر ہو گیا ہو، تو اس کو بیان نہ کرنا چاہئے، بلکہ بہتر ہے کہ ایسی صورت میں چہرہ دکھانے سے بھی گریز کیا جائے۔

جہاں تک عالم برزخ شروع ہونے کی بات ہے تو موت کے بعد ہی انسان عالم برزخ میں پہنچ جاتا ہے، اس سے چہرہ کے دیکھنے اور دکھانے کا کوئی تعلق نہیں۔

## حاملہ کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو؟

سوال :- {877} حاملہ عورت کے انتقال پر پتہ چلے کہ بچہ پیٹ میں زندہ ہے، تو کیا پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکالنے کی اجازت ہے؟ (محمد ریاض احمد، وجے نگر کالونی)

جواب :- مردہ کا احترام واجب ہے، اور زندہ کی حفاظت اس سے زیادہ اہم ہے، اس لئے اس صورت میں مردہ عورت کے پیٹ سے آپریشن کے ذریعہ بچہ نکال لیا جائے گا:

”امراة حامل ماتت واضطرب في بطنها شيء  
وكان رأيهم أنه ولد حي شق بطنها“ (۱)

## میت کے قرض کی ادائیگی

سوال: - {878} میت کے ورثاء کو کتنی مدت میں

میت کا قرض ادا کر دینا چاہئے؟ (ایم، ایس خان، اکبر باغ)

جواب: - اس کے لئے مدت مقرر نہیں، اگر کسی خاص تاریخ کے وعدہ پر مرحوم نے قرض

لیا تھا، تو اس تاریخ تک قرض ادا کر دینے کی کوشش کرنی چاہئے، اس سے پہلے ادا کر دے تو زیادہ

بہتر ہے، اگر اس تاریخ تک ادا نہ کر پائے تب بھی جتنا جلد ممکن ہو ادا کرے، تاخیر کی صورت میں

باز پرس کا اندیشہ ہے۔ (۲)

## میت کے ذمہ باقی روزے

سوال: - {879} میت کے ذمہ فرض روزے باقی

ہوں، تو کیا ورثاء میت کی طرف سے روزے رکھ سکتے ہیں؟

(ایم، ایس خان، اکبر باغ)

جواب: - اگر میت کا روزہ بیماری یا سفر کی وجہ سے چھوٹ گیا ہو تو ایسے شخص پر اس کی

قضاء یا فدیہ واجب نہیں، بشرطیکہ سفر و مرض کے بعد اتنی مہلت نہ مل پائی ہو کہ وہ اس کی قضاء کرتا:

”ولو فات صوم رمضان بعد المرض أو السفر

واستدام المرض والسفر حتى مات لا قضاء

(۱) فتح القدیر ۱۰۲/۲۔

(۲) رد المحتار ۱۰/۴۹۷ ط: زکریا، دیوبند۔ محشی۔

عليه الخ۔ (۱)

لہذا ایسی صورت میں میت کی طرف سے کچھ واجب نہیں۔

اگر غفلت کی وجہ سے روزے فوت ہو گئے یا روزوں کو ادا کرنے کی مہلت ملنے کے باوجود

روزہ ادا نہیں کر پایا، یہاں تک کہ انتقال ہو گیا تو اب اس کی طرف سے ہر روزے کے بدلے ایک

صدقۃ الفطر کے بقدر پیسے یا مال صدقہ کر دینا چاہئے، ورثہ کا ان کی طرف سے روزہ رکھنا کافی نہیں،

کیونکہ خالص بدنی عبادتوں میں ایک شخص دوسرے شخص کی نیابت نہیں کر سکتا، یہی حنفیہ اور اکثر

فقہاء کا مسلک ہے۔ (۲)

## میت کے سینہ پر قرآن مجید

سوال:- {880} یکم اپریل کے اخبار میں شہداء

فلسطین کے بازو میں اور نعشوں کے سینوں پر قرآن مجید رکھے

ہوئے ہیں، تو کیا میت پر قرآن مجید رکھ سکتے ہیں؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- قرآن مجید کے احترام کے پیش نظر قرآن مجید کا میت کے اوپر رکھنا مناسب

نہیں، فقہاء نے اس سے منع کیا ہے:

”ولا یوضع علی بطنہ المصحف إکراماً

للمصحف“ (۳)



(۱) الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۲۰۷۔

(۲) رد المحتار: ۳/۱۵۱، مکتبہ زکریا دیوبند۔ محشی۔

(۳) حلبی کبیر: ص: ۵۷۷، فصل فی الجنائز. از محشی۔

## میت کا غسل اور کفن

### مردہ کو غسل دینے کا طریقہ

سوال: - {881} میت کے غسل کا کیا طریقہ ہے،  
وضاحت کے ساتھ بتائیں؟ (شیخ علیم، بودھن)

جواب: - میت کو غسل دینے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے ایک تخت پر لٹایا جائے، اور اس کے حصہ ستر پر ایک کپڑا ڈال کر جسم کے باقی کپڑے نکال دئے جائیں، پھر اول اس کو کلی اور ناک میں پانی ڈالے بغیر وضو کرایا جائے، اس کے بعد پورے جسم پر پانی بہا دیا جائے، پانی یا تو بیر کے پتہ میں پکا کر گرم کیا ہوا ہو، یا صفائی کی کوئی اور چیز استعمال کی جائے، نیز سر اور داڑھی کو خاص طور سے صابون سے دھویا جائے، پھر اسے بائیں کروٹ لٹا کر اس طرح پانی ڈالا جائے کہ دوسری جانب نچلے حصے تک پانی اچھی طرح پہنچ جائے پھر دائیں کروٹ لٹا کر پانی بہا دیا جائے، یہاں تک کہ نچلے حصے یعنی بائیں جانب پانی پہنچ جائے، اس کے بعد مردے کو سہارا دے کر بٹھایا جائے، اور پیٹ کو آہستہ آہستہ ہاتھ سے دبایا جائے، اگر کچھ غلاظت باہر نکلے تو اس نجاست کو دھو دینا کافی ہے، دوبارہ غسل اور وضو کی ضرورت نہیں، اخیر میں جسم کو تولیہ سے پونچھ دیا جائے، اور



کفن پہنا دیا جائے، سر اور داڑھی میں خوشبو لگا دی جائے، اور اعضاء سجدہ پر کا فورل دیا جائے، سر اور داڑھی میں کنگھا کرنے کی ضرورت نہیں، نیز ناخن اور بال بھی کاٹے نہ جائیں۔ (۱)

اس بات کا تذکرہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ مردوں کو مرد محرم رشتہ دار اور عورتوں کو عورت محرم رشتہ دار یعنی بیٹیوں، بہنوں وغیرہ کو غسل دینا چاہئے، یہ احتیاط ملحوظ رکھنا چاہئے، کیونکہ غسل کے وقت خواہ جس قدر بھی احتیاط کی جائے، بہر حال بے پردگی کا اندیشہ ہے۔

## شوہر کا بیوی کو غسل دینا

سوال:- {882} شوہر بیوی کو غسل نہیں دے سکتا، جب کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو غسل دیا، نیز حضورؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اگر تم میرے سامنے فوت ہو جاؤ تو میں تمہیں غسل دوں گا، تو اب سوال یہ ہے کہ جسم کو ہاتھ لگائے بغیر غسل دینا کس طرح ممکن ہوگا؟ (محمد نصیر عالم سیلی، دربھنگہ)

جواب:- مسئلہ یہی ہے کہ شوہر بیوی کو غسل نہیں دے گا، اس لئے کہ موت کی وجہ سے شوہر کا تعلق بیوی سے بالکلیہ ختم ہو جاتا ہے، اور بیوی اجنبی عورت کے حکم میں ہو جاتی ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ”مردوں کے درمیان ایک عورت وفات پا گئی، اس کے متعلق آپؓ سے پوچھا گیا، تو آپؓ نے فرمایا کہ ”تیمم بالصعيد“ (۲) یعنی مٹی سے تیمم کرایا جائے، آپؓ نے یہ استفسار نہیں فرمایا کہ اس کا شوہر بھی ہے یا نہیں۔ رہا حضورؐ کا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ فرمانا کہ ”اگر تو میری موجودگی میں

(۱) الهدایۃ: ۲/۱۳۸-۱۴۰۔

(۲) مسند احمد: ۴/۲۶۴۔

دنیا سے رخصت ہوگئی تو میں غسل دوں گا“ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں بذات خود غسل دوں گا، بلکہ غسل کے اسباب فراہم کروں گا۔ (۱) اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کا منشاء بذات خود غسل دینے کا تھا، تو اسے آپ ﷺ کی خصوصیت سمجھی جائے، کیونکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

”کل سبب و نسب ينقطع بالموت إلا سببی و

نسبی“ (۲)

”ہر سبب و نسب موت کی وجہ سے ختم ہو جاتے ہیں، سوائے

میرے سبب و نسب کے“

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا رشتہ موت کی وجہ سے ختم نہیں ہوتا، اسی لئے نبی کی وفات کے بعد بھی اس کی بیویاں حرام ہوتی ہیں۔ (۳) لہذا اگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کے سامنے دنیا سے رخصت ہو جاتیں تو بدستور بیوی ہی رہتیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی استدلال درست نہیں، اس لئے کہ جب حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر غسل کی بابت اعتراض کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”أما علمت أن رسول الله ﷺ قال: إن فاطمة

رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجتك في الدنيا و

الآخرة“ (۴)

”کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاطمہ تیری

(۱) بدائع الصنائع: ۲/۳۵۔

(۲) مسند أحمد: ۳/۲۲۲۔

(۳) الاحزاب: ۵۲۔

(۴) بدائع الصنائع: ۲/۳۶، رد المحتار: ۱/۶۳۳، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔

بیوی ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی“

تو اس سے ثابت ہوا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح موت کی وجہ سے ختم نہیں ہوا، وہ بدستور بیوی رہیں؛ اس لئے یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ حضرت علیؑ کی خصوصیت ہے، نیز اگر شوہر کا بیوی کو غسل دینا جائز ہوتا، تو عبداللہ ابن مسعودؓ اعتراض نہ کرتے اور حضرت علیؑ کو یہ جواب دینا نہ پڑتا، اس سے بھی معلوم ہوا کہ شوہر کا بیوی کو غسل نہ دینے کی بات صحابہ کرامؓ میں عام تھی۔

## میت کے غسل کا پانی

سوال:- {883} مردہ کو غسل دیتے وقت تختہ کے نیچے

گڑھا کیا جاتا ہے کہ غسل کا پانی بہہ نہ جائے، اگر یہ پانی

موری میں یا جھاڑ میں بہا دیا جائے تو کیا یہ درست ہے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- موت ناپاکی کا سبب ہے، اور اصل میں تو اس ناپاکی کا ازالہ ممکن نہیں، اسی لئے

جو جانور شرعی طریقہ پر ذبح نہ کیا گیا ہو، بلکہ مردار ہو وہ پاک نہیں ہو سکتا، انسانی کرامت کے پہلو کو

ملفوظ رکھتے ہوئے صرف اس کے لئے یہ خصوصیت برقی گئی ہے کہ میت کو غسل دیا جائے تو شرعاً

اسے پاک تصور کیا جاتا ہے، (۱) پس میت کا غسل، غسل طہارت ہے، جیسا کہ غسل جنابت، جیسے

غسل جنابت کے پانی بہانے کی کوئی جگہ متعین نہیں، وہی حکم میت کے غسل دینے کا بھی ہے، اس

لئے غسل میت کا پانی جھاڑ یا موری میں بہا دینے میں کوئی حرج نہیں، البتہ یہ بات ذہن میں رہے

کہ مردہ کا یہ پہلا دھوؤں ناپاک ہے، اس لیے کپڑے وغیرہ کو اس سے بچایا جائے۔

## غسل کون دے؟

سوال :- {884} باپ یا لڑکا یا زمانہ میت ہو جائے تو غسل کون دے گا؟ اگر کوئی شخص لا ولد ہو تو کیا اس کو امام مسجد یا عالم غسل دیں گے، کوئی اور بھی دے سکتا ہے؟ اگر کوئی وصیت کر جائے کہ مجھ کو فلاں صاحب غسل دیں تو کیا اس وصیت کو بجالانا ضروری ہے، کیا پیر یا امام مسجد کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ مرنے والے کے گھر کھانا پکوا کر بھیجے، غسالوں کو اجرت دیا جاسکتا ہے، یا نہیں؟ (سید مظفر حسین، مشیر آباد)

جواب :- غسل میت کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ مردوں کو مرد ہی غسل دیں، اور عورتوں کو عورتیں، اگر مرد کا انتقال ہو گیا اور غسل دینے والا کوئی مرد موجود نہیں، تو عورت تیمم کرائے، اگر عورت کے ساتھ یہ صورت پیش آئے تو مرد تیمم کرائے، پھر تیمم کرانے والا مرد یا عورت محرم ہو، تو براہ راست اپنا ہاتھ استعمال کرے، اور اگر غیر محرم ہو، تو ہاتھ میں کپڑا لپیٹ کر تیمم کرائے۔ (۱)

لیکن یہ حکم اسی وقت ہے جب وہ شہوت کی عمر کو پہنچ کر مرے ہوں، چھوٹے بچوں اور بچیوں کو مرد بھی غسل دے سکتے ہیں، اور عورتیں بھی:

”ثم في الصغير والصغيرة إذا لم يبلغا حد

الشهوة يغسلهما الرجال والنساء“ (۲)

(۱) ”و يغسل الرجال الرجال، والنساء النساء، ولا يغسل أحدهما الآخر... إذا كان للمرأة محرم تیممها باليد، وأما الأجنبية فبخرقه على يديه“ (الفتاویٰ الهندیہ: ۱/۱۶۰)

(۲) خلاصۃ الفتاویٰ: ۱/۲۲، نیز دیکھئے: الفتاویٰ الهندیہ: ۱/۱۶۰۔



اجنبی مردوں اور عورتوں کو دوسرے اجنبی مرد اور عورتیں غسل دے سکتی ہیں، لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ پرہیزگار و صالحین سے غسل دلایا جائے:

”والأولیٰ فی الغاسل أن یکون أقرب الناس  
إلی المیت، فإن لم یحسن الغسل فأهل الأمانة  
والورع“ (۱)

مرشد وغیرہ بھی چونکہ اسی زمرہ میں ہیں، اس لئے غسل میں ان کی شرکت بہتر ہے۔  
مرنے والے کے گھر کھانا پکا کر بھیجنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے، پیر و مرشد بھی بھیج  
سکتے ہیں اور دوسرے رشتہ دار بھی، رسول اللہ ﷺ سے ایسا کرنا ثابت ہے۔ (۲)  
غسال کو اجرت دی جائے تو درست ہے، شرعاً اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو اجرت  
کے صحیح ہونے میں مانع ہو۔ (۳)

## غسل میت کے چند مسائل

سوال:-(885) کوئی مسلمان کسی اتفاقی حادثہ کے  
نتیجہ میں زخمی ہو کر مر جائے، مثلاً ٹرین وغیرہ کے حادثہ کا شکار  
ہو جائے، تو کیا اس کو غسل دیا جائے گا؟ کوئی شخص زندہ جل  
جائے اور اس کے جسم کا ۱/۲ یا ۲/۳ حصہ کھال جل کر علیحدہ

(۱) کبیری ج: ۵۳۷۔

(۲) ”اصنعوا لآل جعفر طعاماً، فإنه قد أتاهم أمر شغلهم“ (سنن أبي داود،  
حدیث نمبر: ۳۱۳۲، الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۹۹۸، ”قال أبو عیسیٰ: هذا حدیث  
حسن صحیح، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۱۶۱۰، باب ما جاء فی الطعام یبعث إلی  
أهل المیت، وحاکم، حدیث نمبر: ۱۳۷۷)

(۳) ”والأصل أن یغسل المیت مجاناً وإن ابتغی الغاسل الأجر، فإن کان هناك  
غیرہ یجوز أخذ الأجر وإلا لم یجزها“ (الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۵۹-۱۶۰۔)

ہو جائے اور جلنے کی وجہ سے کھال میں تعفن پیدا ہو جائے اور  
لاش کو پوسٹ مارٹم سے پہلے غسل دے دیا گیا ہو، ان تمام  
صورتوں میں غسل میت کا کیا حکم ہے؟ آیا غسل دینا چاہئے یا  
صرف مسح کرنا چاہئے؟ (عبدالکریم، قبا کالونی)

جواب: - میت کے غسل دینے کے متعلق اصولی طور سے چند باتیں سمجھ لینی چاہئے۔

.....۱ غسل اسی وقت دیا جائے گا جب کہ لاش کا اکثر حصہ مل جائے، یا لاش کا نصف  
حصہ ہی بشمول سر کے مل جائے، اگر لاش کا اس قدر حصہ نہ مل پائے تو غسل نہیں دیا جائے گا:

”ولو وجد أكثر البدن أو نصفه مع الرأس

یغسل و یکفن ویصلی علیہ“ (۱)

.....۲ اگر مردہ کو اس طرح غسل بنا ممکن نہ ہو کہ جسم کو ملا جائے تو صرف پانی بہانے

پر اکتفا کیا جائے گا۔ (۲)

.....۳ اگر جسم کا اکثر حصہ بشمول سر کے مل جائے لیکن طول میں یہاں سے وہاں تک

لاش چاک ہو تو اس صورت میں بھی غسل نہیں دیا جائے گا، بلکہ نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی جائے گی۔

”وإن وجد نصفه من غیر الرأس أو وجد

نصفه مشقوقاً طویلاً، فإنه لا یغسل ولا یصلی

علیہ“ (۳)

.....۴ اگر کسی وجہ سے غسل دینا ممکن نہ ہو، پانی میسر نہ ہو، یا جسم بہت پھول کر پھٹ گیا

ہو، یا ایڈز کا مریض ہو اور غسل دینے کی وجہ سے جراثیم پھیل سکتے ہوں، تو مردہ کو تیمم کرایا جائے گا۔

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۵۹، ط: بیروت۔

(۲) ”ولو كان الميت متفسخاً يتعذر مسحه كفی صب الماء علیہ“ (الفتاویٰ

الہندیۃ: ۱/۱۵۸)

(۳) الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۵۹۔

۵..... ایک دفعہ غسل دیدینے کے بعد اگر مردہ کے جسم سے کوئی نجاست وغیرہ نکلے تو اس کی وجہ سے دوبارہ غسل واجب نہیں ہوگا، بلکہ صرف اس حصہ کو کپڑے سے صاف کر دیا جائے گا۔ (۱) لہذا :

۱..... مسئلہ صورت میں اوپر ذکر کی گئی تفصیل کے مطابق اگر پانی بہایا جاسکے تو صرف پانی بہا دیا جائے گا، اور وہ بھی ممکن نہ ہو تو تیمم کرایا جائے گا، اور اگر ایکسیڈنٹ وغیرہ کی وجہ سے لاش کا اکثر حصہ ضائع ہو جائے، یا کچل کر بالکل پھوٹ پھٹ جائے، تو یونہی کپڑے میں لپیٹ کر دفن دے، نہ غسل دیا جائے گا، نہ نماز پڑھی جائے گی۔

۲..... پوسٹ مارٹم سے پہلے غسل دیا جا چکا ہو تو بعد میں غسل کی ضرورت نہیں، پوسٹ مارٹم کی وجہ سے اوپر جو کچھ آ لاش لگ گئی ہو تو اسے صاف کر دیا جائے گا۔

## چار دن زندہ رہ کر بچہ انتقال کر جائے اس کو غسل دینا

سوال :- {886} اگر چار دن کے بعد بچہ کا انتقال

ہو جائے تو کیا اسے غسل دینے کی ضرورت ہے؟

(محمد جہانگیر الدین، باغ امجد الدولہ)

جواب :- جو بچہ مردہ پیدا نہ ہوا ہو، بلکہ پیدائش کے وقت اس میں زندگی ہو اس کو غسل

بھی دیا جائے گا، اور اس پر نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”الطفل لا یصلی علیہ ... حتی یستهل“ (۲)

(۱) ”ولا یعاد غسله ولا وضوئه بالخارج منه : لأن غسله ما وجب لرفع الحدث

لبقائه بالموت بل لتنجسه بالموت“ (الدر المختار علی هامش رد المحتار، کتاب

الجنائز: ۱/۵۷۵۔)

(۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۱۰۳۲۔

”جو بچہ پیدائش کے وقت روئے تو اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی“

رونے سے مراد یہ ہے کہ اس میں زندگی موجود رہی ہو، چونکہ عام طور پر پیدائش کے وقت بچے روتے ہیں، اور یہی رونا ان کی زندگی کی علامت ہے، اس لئے آپ ﷺ نے خاص طور پر رونے کا ذکر فرمایا اور ظاہر ہے کہ نماز ایسے ہی مردہ پر پڑھی جائے گی، جسے غسل دیا گیا ہو، بلکہ اگر بچہ مردہ پیدا ہوا ہو تب بھی گواہی پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، لیکن غسل اسے بھی دیا جائے گا، مشہور فقیہ علامہ ابراہیم حلیؒ فرماتے ہیں:

”من علم بحياته عند ولادته باستهلال أو حركة غسل و صلى عليه وكذا الولد خرج أكثره حيا وإلا غسل ولم يصل عليه“ (۱)  
 ”جس بچہ کی ولادت کے وقت رونے یا حرکت کرنے کی وجہ سے اس کے زندہ ہونے کا علم ہو جائے، تو اسے غسل دیا جائے گا، اور اس پر نماز پڑھی جائے گی، اور یہی حکم اس وقت بھی ہے جب بچہ کا اکثر حصہ زندگی کی حالت میں ماں کے پیٹ سے باہر آیا ہو۔“

**غسل کے پانی پر دعاء پڑھنا**

سوال: {887} مردہ کو غسل دینے کے لئے پانی پر جو دعاء پڑھی جاتی ہے، اس پانی کو کس طرح بہائیں؟ کیا یہ دعاء بالغ مردوں، عورتوں اور نابالغوں کے لئے الگ الگ ہے؟  
 (اسرار احمد وفاطمہ، بودھن)



جواب:- مردوں کو غسل دینے کے لئے پانی پر پڑھنے کی کوئی دعاء منقول نہیں، عام پانی ہی سے غسل دینا ہے، اس لئے نہ اس کی کوئی دعاء منقول ہے اور نہ اس پر دعاء پڑھنا درست ہے، اگر کسی پانی پر دعاء پڑھ دی گئی تو ایسا نہیں کہ دعاء اس پانی کے اندر حلول کر جائے، بلکہ اس پانی کا حکم دوسرے پانی ہی کی طرح ہے۔

## کفن پر کلمہ طیبہ لکھنا

سوال:- {888} میرے گاؤں کے قریب مجھ کو دو تین مرتبہ میت میں جانے کا موقع ملا ہے، میں نے وہاں دیکھا کہ امام صاحب کفن پر ایک طرف اللہ اور دوسری طرف محمد لکھتے ہیں، نیز اسی کفن پر عطر سے محمد رسول اللہ (ﷺ) لکھ کر اس پر غیر ڈال دیتے ہیں، کیا اس طرح کفن پر لکھنا حدیث سے ثابت ہے؟ (شیخ میران، بلال فارم)

جواب:- کفن پر اللہ، یا کلمہ طیبہ لکھنا کسی حدیث سے ثابت نہیں اور فقہاء نے بھی اس کو منع کیا ہے، نیز اس میں کلمہ طیبہ کی بے حرمتی ہوتی ہے، اگر کوئی زندہ شخص اپنے کپڑا پر اللہ، محمد کا نام لکھ لے تو آپ یقیناً اسے بے ادبی سمجھیں گے، کفن بھی مردہ کا لباس ہے، اور پھولنے، پھٹ جانے کے بعد کفن ناپاک چیزوں سے بھی آلودہ ہو جائے گا، اس لئے اس پر کلمہ طیبہ وغیرہ لکھنا زیادہ بے ادبی اور زیادہ بے احترامی ہے۔ (۱)

## عورتوں کا کفن

سوال:- {889} عورتوں کو کتنے کپڑے میں کفن دیا

جائے؟ اور کس ترتیب سے کفن کے کپڑے پہنائے جائیں؟

(محمد رہبر عالم، بیدر)

جواب:- عورتوں کو کم سے کم تین کپڑوں میں کفن دینا چاہئے، اور کفن سنت یہ ہے کہ پانچ کپڑوں میں کفن دیا جائے، حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راوی ہیں کہ جن خواتین نے آپ ﷺ کی صا جزادی کو غسل دیا، آپ ﷺ نے انہیں پانچ کپڑے سپرد کئے، اس میں ایک چادر، دوسرے ازار، (تہبند) تیسرے اوڑھنی، چوتھے لفافہ جو پورے جسم کو لپیٹ لے اور پانچویں سینہ پر باندھے جانے والا کپڑے کا ٹکڑا تھا۔ (۱)

کفن میں ترتیب یہ ہے کہ اولاً سینہ پر کپڑا باندھ دیا جائے، پھر چادر اوڑھائی جائے، بال کے دو حصے کر کے سینے پر ڈال دیا جائے، اب اوڑھنی والا کپڑا اوڑھایا جائے، اس کے بعد ازار، اور آخر میں لفافہ، یہ سب سے پہلے بچھایا جائے گا، اور کفن کے تمام کپڑوں کے اوپر آخر میں لپیٹا جائے گا، (۲) مناسب ہے کہ جو خواتین عملاً کفن پہنانے کا تجربہ رکھتی ہوں، ان سے کفن پہنانے کی ترتیب دریافت کر لی جائے۔

## رنگین کفن

سوال:- {890} کیا مردوں کو رنگین کفن دیا جاسکتا

ہے؟ اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کیا ہیں؟

(محمد ریاض احمد، وجے نگر کالونی)

جواب:- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

فرمایا کہ

(۱) البحر الرائق: ۳۰۹/۲۔

(۲) فتح القدیر: ۷۹/۱، نیز دیکھئے: الدر المختار مع رد المحتار: ۹۸/۳۔

”اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ کپڑا سفید کپڑا ہے، تو جو لوگ زندہ ہیں، وہ سفید کپڑے کو اپنا لباس بنائیں اور مردوں کو ایسے ہی کپڑوں میں کفن دیا جائے، (۱) اس لئے سفید کپڑوں میں کفن دینا افضل ہے“

”فالأفضل أن يكون التكفين بالثياب البيض“ (۲)

ویسے دوسرے رنگ کے کپڑوں میں کفن دیا جاسکتا ہے، فقہاء نے اس سلسلہ میں جو اصول لکھا ہے وہ یہ ہے کہ زندگی میں جس کپڑے کو پہننا جائز ہے، موت کے بعد اس میں کفن دینا بھی جائز ہے، مردوں کے لئے چونکہ ریشمی اور زعفرانی کپڑا حرام ہے، اس لئے اس میں کفن دینا بھی جائز نہیں، عورتوں کے لئے چونکہ زندگی میں ایسے کپڑوں کو پہننا درست ہے، اس لئے ان کو ایسے کپڑوں میں بھی کفن دیا جاسکتا ہے۔

”والحاصل أن ما يجوز لكل جنس أن يلبسه

في حياته يجوز أن يكفن فيه بعد موته“ (۳)

## کنواری لڑکی کو سرخ کفن

مولانا:- {891} بعض مقامات پر بالغ غیر شادی شدہ

کنواری لڑکی کو سرخ کفن پہنایا جاتا ہے، کیا یہ شرعاً درست

ہے؟ (اے، این، محبوب نگر)

جواب:- کپڑوں کے بارے میں جو حکم زندگی کا ہے، وہی حکم موت کے بعد بھی ہے،

ریشم مردوں پر زندگی میں بھی حرام ہے، اور موت کے بعد بھی، عورتوں کے لئے ریشمی کپڑا زندگی

(۱) مستدرک حاکم، حدیث نمبر: ۱۳۰۹۔ محشی۔

(۲) بدائع الصنائع: ۳۹/۲۔

(۳) حوالہ سابق۔

میں بھی جائز ہے اور اس کے کفن بھی، اسی طرح زعفرانی شوخ رنگ کے کپڑے مردوں کے لئے زندگی میں بھی مکروہ ہیں، اور ان کا کفن بھی، البتہ عورتوں کے لئے ان کا کفن جائز ہے:

”وفي حق النساء بالحريير والابرسم و

المعصفر والمزعفر، ويكره للرجال ذلك“ (۱)

البتہ سفید کفن پسندیدہ ہے، اس لئے مرد ہو، یا عورت، شادی شدہ ہو، یا غیر شادی شدہ، بالغ ہو، یا نابالغ، ہر ایک کے لئے سفید کفن بہتر ہے، اور عورت خواہ کوئی بھی ہو، سرخ کفن بھی جائز ہے، اس میں بالغ و نابالغ اور شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کا کوئی فرق نہیں۔

## کفن کو آب زمزم میں دھونا

سوال: {892} حج کے لیے جاتے وقت لوگ کفن کا

کپڑا ساتھ لے جاتے ہیں، تاکہ آب زمزم میں تر کر کے لائیں، بعض حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ زمزم کے پانی میں کفن تر کر لینے سے مغفرت کی امید ہوتی ہے، اس سلسلہ میں حکم شرعی پر روشنی ڈالیں؟ (حافظ غلام احمد مصطفیٰ، بیدر)

جواب: - موت کے بعد انسان کی مغفرت اصل میں تو زندگی کے عمل سے متعلق ہے، اور دیسے دعاء اور ایصالِ ثواب کے ذریعہ بھی اسے نفع پہنچ سکتا ہے، کفن کو زمزم سے تر کر دینے کی وجہ سے انسان کی مغفرت ہو جائے یہ بات نہ قرآن و حدیث میں آئی ہے، اور نہ سلف صالحین سے اس طرح کی بات منقول ہے، ہاں تبرکات کفن میں ایسے کپڑے کا استعمال درست ہے، جس سے کوئی مقدس نسبت متعلق ہو، یہ بات ثابت ہے کہ ایک صحابی ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عبا کی درخواست کی، اور جب لوگوں نے ان کے اس عمل پر ناگواری ظاہر کی تو انہوں نے



یہی کہا کہ میں نے اسے اپنے کفن کے لئے حاصل کیا ہے، (۱) اسی طرح آپ ﷺ نے راس المنافقین عبد اللہ بن ابی کوان کے صاحبزادہ کی خواہش پر کفن کے لئے اپنا کرتہ عطا فرمایا۔ (۲) اس سے معلوم ہوا کہ اگر تبرک کفن کے کپڑے کو زمزم سے دھولیا جائے، تو اس کی گنجائش ہے، البتہ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سے کفن ملنے کے باوجود عبد اللہ بن ابی کی مغفرت نہیں ہو سکی، حالانکہ اس کپڑے سے زیادہ مبارک و مسعود کپڑا اور کون سا ہو سکتا ہے؟ جو رسول اللہ ﷺ کے جسم اقدس پر رہا ہو۔



(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۲۷۷، باب من استعد الکفن فی زمن النبی ﷺ فلم ینکر علیہ، نیز دیکھئے: حدیث نمبر: ۵۸۱۰، ۶۰۳۶۔ مرتب۔  
(۲) سنن نسائی، حدیث نمبر: ۱۹۰۲، ۱۹۰۱۔ القمیص فی الکفن۔ محشی۔

## نمازِ جنازہ

### نمازِ جنازہ کی دعاء

سوال :- {893} نمازِ جنازہ میں مرحوم مرد ہو کہ خاتون، لڑکا ہو کہ لڑکی، ان کے لیے جو دعائیں مخصوص ہیں، وہی پڑھنی چاہئے یا کوئی اور دعاء بھی کہی جاسکتی ہے؟  
(نادر السعدی، مغل پورہ)

جواب :- جنازہ پر پڑھی جانے والی دعاء رسول اللہ ﷺ سے مختلف الفاظ میں نقل کی گئی ہے، ابو ابراہیم اشہلیؒ اپنے والد سے رسول اللہ ﷺ کا عمل نقل کرتے ہیں:

”آپ ﷺ نے ایک جنازہ پر یہ دعاء پڑھی:

”اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا وَانْثَانَا“

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں مذکورہ دعاء کے ساتھ یہ اضافہ بھی ہے:

”اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهُ مِّنَّا فَاحْيِهِ عَلٰى الْاِسْلَامِ ، وَ

مَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيمَانِ (۱)

اسی طرح ایک صحابی رسول حضرت عوف بن مالک ؓ ہیں، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے جنازہ کی ایک دوسری دعاء بھی نقل کی ہے، الفاظ یوں ہیں:

”اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمَهُ وَاغْسِلْهُ بِالْبَرْدِ كَمَا يُغَسَّلُ الثَّوْبُ“ (۲)

ان دونوں روایتوں کے بارے میں امام ترمذی نے لکھا ہے کہ یہ حسن اور صحیح کے درجہ کی ہیں: ”هذا حديث حسن صحيح“ (۳) اسی لیے اہل علم کی رائے ہے کہ جنازہ کے لیے کوئی خاص دعاء متعین نہیں ہے، بلکہ کوئی بھی دعاء پڑھی جاسکتی ہے، جس میں میت اور سارے مسلمانوں کی مغفرت کے لیے دعاء کی جائے:

”ثم يكبر أخرى ، ويدعو للميت و لجميع المسلمين ، وليس فيها دعاء موقت“ (۴)

غرض کہ جنازہ کے لیے کوئی خاص دعاء متعین نہیں ہے، کوئی بھی دعاء جس میں میت اور سارے مسلمانوں کے لیے استغفار ہو، پڑھی جاسکتی ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ آپ ﷺ سے ثابت شدہ دعاؤں کو پڑھا جائے کہ وہ باعث سعادت و برکت ہیں۔

## مرد و عورت کے مشترک جنازہ پر دعاء

مولانا: {894} عورت اور مرد کے جنازے کی نماز

ایک ساتھ پڑھ سکتے ہیں؟ جب کہ دونوں کے لئے علاحدہ

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۱۰۲۳۔

(۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۱۰۲۵۔

(۳) حوالہ سابق

(۴) الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۶۳۔

دعائیں ہیں، اور جب ایک ساتھ پڑھی جائے تو اس کا کیا طریقہ ہوگا؟  
(نادر المسد دی، مغل پورہ)

جواب:- ایک ساتھ کئی جنازے جمع ہو جائیں، خواہ وہ مردوں کے ہوں یا عورتوں کے ان تمام پر ایک ساتھ نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے:

”ولو اجتمعت الجنائز یخیر الإمام إن شاء صلی  
علی کل واحد علی حدة وإن شاء صلی علی  
الکل دفعة بالنية علی الجميع“ (۱)

اور ان پر وہی ایک دعاء پڑھی جائے گی جو عام طور پر لوگ پڑھتے ہیں، یعنی:

”اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَ  
صَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا اللَّهُمَّ مَنْ  
أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ  
مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيمَانِ“ (۲)

واضح ہو کہ بالغ مردوں اور عورتوں کے لیے ایک ہی دعاء ہے۔

## ایک مرد اور ایک عورت کا جنازہ

سوال:- {895} اگر ایک ہی مرتبہ دو جنازہ آجائیں،

ایک مردانہ اور ایک زنانہ، تو ایسی صورت میں دونوں کی نماز  
جنازہ علیحدہ علیحدہ پڑھی جائیگی، یا ایک ہی مرتبہ؟

(محمد سعادت خان، محبوب نگر)

جواب:- دونوں جنازوں پر مستقل اور علیحدہ نماز بھی پڑھی جاسکتی ہے اور ایک ساتھ

(۱) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۶۵۔

(۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۱۰۲۳۔



بھی، اگر مرد، عورت کا جنازہ ہو تو امام کے سامنے پہلے مرد کا جنازہ رکھا جائیگا، اس کے بعد عورت کا:

”إِنْ شَاءَ صَلَّى عَلَيْهِمْ دَفْعَةً وَإِنْ شَاءَ صَلَّى لِكُلِّ  
جَنَازَةٍ صَلَاةٌ عَلَى حِدَةٍ ... وَإِنْ اخْتَلَفَ الْجَنَسُ  
وَضَعَ الرَّجُلُ بَيْنَ يَدَيِ الْإِمَامِ ... ثُمَّ الْمَرْأَةُ“ (۱)

## مسجد میں نماز جنازہ

سوال: - {896} میں ایک عزیز کی نماز جنازہ میں  
شریک تھا، مسجد کے باہر حصہ میں جگہ کی تنگی کی وجہ سے لوگوں کا  
اصرار تھا کہ نماز اندر پڑھائی جائے، مگر چند بزرگ حضرات  
کے منع کرنے پر تنگ جگہ پر ہی نماز پڑھائی گئی، معلوم کرنے پر  
ایک بزرگ صاحب نے بتایا کہ اندر نماز پڑھانے سے نماز تو  
ہو جائے گی، لیکن میت کو ثواب نہیں ملے گا۔ اس کی حقیقت کیا  
ہے؟ (محمد تحسینی صدیقی، یا قوت پورہ)

جواب: - حنفیہ کے یہاں بلا عذر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے، اس سلسلہ میں  
بعض روایات بھی ہیں البتہ اگر کوئی عذر ہو، جیسے بارش یا جگہ کی تنگی، تو مسجد میں بھی نماز جنازہ  
پڑھا جاسکتی ہے، (۲) یہ کہنا کہ مسجد میں نماز پڑھانے سے میت کو ثواب نہیں پہنچے گا، درست  
نہیں، کیونکہ اس عمل سے میت کا تعلق نہیں کہ وہ ثواب سے محروم ہو۔

(۱) البحر الرائق ۲/۲۸۷۔

(۲) رد المحتار ۱۰/۶۵۲، مطلب فی کراہۃ صلاۃ الجنائزۃ فی المسجد - مکتبہ رشیدیہ۔  
محشی۔

## صحن مسجد میں جنازہ

سوال:- {897} ہمارے یہاں ایک مسجد ہے، جمعہ کے دن مسجد اور صحن مسجد میں نمازی بھر جاتے ہیں، کیا ایسی مسجد کے صحن میں نماز جنازہ ادا کی جاسکتی ہے؟  
(رشید احمد خان، بھینہ)

جواب:- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”جس نے مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھی، اس کے لئے کوئی اجر نہیں: ”من صلی جنازۃً فی المسجد فلا شیء لہ“ (۱) اس لئے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر فقہاء کے نزدیک مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھنا بہتر نہیں، (۲) اگر صحن مسجد نماز ہی کے لیے مخصوص ہو اور اس حصہ کا بھی مسجد ہی کی طرح احترام کیا جاتا ہو، تو پھر اس کا حکم بھی مسجد ہی کا ہے اور صحن میں بھی نماز پڑھنا بہتر نہیں، البتہ اگر مسجد سے باہر اتنی جگہ نہ ہو کہ وہاں نماز جنازہ ادا کی جاسکے تو پھر ضرورتاً مسجد میں بھی نماز ادا کی جاسکتی ہے۔ (۳)

## رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ

سوال:- {898} حضور اکرم ﷺ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟  
(محمد واصل، مرادنگر)

جواب:- رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ پر کسی نے امامت نہیں کی، ”ولم یؤم الناس

(۱) سنن أبی داؤد، حدیث نمبر: ۳۱۹۱۔

(۲) البحر الرائق: ۱۸۶/۲۔

(۳) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۶۵، کتاب الجنائز۔

علی رسول اللہ ﷺ (۱) اور غالباً ایسا آپ ﷺ کی ذات والاصفات کے مقام احترام کو ملحوظ رکھ کر کیا گیا ہوگا، سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ لوگ آپ ﷺ پر تنہا تنہا نماز جنازہ پڑھتے رہے، پہلے مردوں نے پڑھی، پھر عورتوں نے اور اس کے بعد بچوں نے، (۲) صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم -

## مشرکین کے جنازہ یا ان کی تقریبات میں شرکت

سوال: {899} مشرکین اور کفار کی میت میں شریک ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ ان لوگوں کی شادی بیاہ یا ایسے ہی دوسری تقریبات میں شرکت کر سکتے ہیں یا نہیں؟  
(آصف اقبال، سیتا مڑھی)

جواب: - مشرکین اور کفار کے جنازہ میں شرکت جائز نہیں، اور نہ ہی ان کی مذہبی تقریبات اور دعوتوں میں شرکت جائز ہے، شادی بیاہ یا دوسری غیر مذہبی تقریبات میں اگر کوئی دوسری غیر شرعی بات نہ ہو تو شرکت کی جاسکتی ہے۔ (۳)

(۱) سیرت ابن ہشام: ۳/۶۶۳۔

(۲) حوالہ سابق۔

(۳) "لا ینبغی للمؤمن أن یقبل هدیة الکافر فی یوم عیدہم ، ولو قبل لا یرسل إلیہم شیئاً" (ذخیرہ) وفي المستفید من الواقعات لا بأس بالذهاب إلی ضیافة أهل الذمة هکذا ذکر محمد لکن المذکور فی النوازل یخالف هذا فإنه کره فیہ الإجابة" (فتاویٰ عبدالحی: ۱/۴۱۰)

اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد مولانا عبدالحی صاحب لکھتے ہیں: "اور بر تقدیر جواز قبول ضیافت مشروط ساتھ اس امر کے ہے کہ مجلس دعوت غنا و مزامیر و بت پرستی و شراب خوری و اطرار کفر و شرک و محرمات سے خالی ہو اور اگر اس مجلس میں ایسے امور ہوں تو جانا درست نہیں ہے"۔ (حوالہ سابق)

## غیر مسلموں کے جنازہ میں شرکت

سوال:- {900} غیر مسلموں کے جنازہ میں شریک

ہونا جائز ہے یا نہیں؟ بعض دفعہ مسلمانوں کو ہندوؤں کی آخری

رسومات میں جانا پڑتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

(آصف الدین، کریم نگر)

جواب:- غیر مسلموں کے لئے استغفار اور ایصالِ ثواب تو قطعاً جائز ہے اور اس کی

کوئی گنجائش نہیں (۱) اور اس کے بغیر بھی ان میں شرکت مناسب نہیں، البتہ اگر کہیں کسی خاص

موقع پر مسلمان کا نہ جانا محسوس کیا جائے اور اس سے باہمی فاصلہ بڑھ جانے کا خطرہ ہو تو پسماند

گان کی دلداری اور تسلی کی نیت سے جایا جاسکتا ہے، کیونکہ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو ابو

طالب کی وفات کے بعد ان کی تدفین کی ذمہ داری انجام دینے کی ہدایت فرمائی تھی۔ (۲)

## غائبانہ نمازِ جنازہ

سوال:- {901} آنحضرت ﷺ نے کن کن اشخاص

کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی تھی، اور کیا غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی

جاسکتی ہے؟ (پروین اقبال، سید علی گوڑہ)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے اصحمة نجاشی شاہِ حبش پر غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی تھی، (۳)

اس کے سوا غالباً کوئی اور واقعہ بسندِ صحیح آپ ﷺ کے غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنے کا نہیں ہے، امام

ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ ایک استثنائی واقعہ اور حضور ﷺ کی خصوصیت ہے، کیونکہ روایات سے معلوم

(۱) سنن نسائی، حدیث نمبر: ۲۰۳۷، کتاب الجنائز - محشی۔

(۲) إعلاء السنن: ۲۸۲/۸، باب ما یفعل المسلم إذا مات له قریب کافر - محشی۔

(۳) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۲۳۵، کتاب الجنائز۔



ہوتا ہے کہ اس موقع پر آپ ﷺ کے اور جنازہ کے درمیان سے حجابات اٹھائے گئے، (۱) گویا جنازہ آپ ﷺ کے سامنے ہی تھا، اگر غائبانہ نماز جنازہ کا حکم ہوتا تو اس طرح کے اور واقعات بھی ثابت ہوتے اس لئے حنفیہ کے نزدیک نماز جنازہ غائبانہ نہیں ہے۔ (۲)

## نماز جنازہ میں آسمان کی طرف دیکھنا

سوال: - {902} نماز جنازہ پڑھتے وقت امام صاحب کے اللہ اکبر کہنے پر اکثر حضرات سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھتے ہیں، اور بعض حضرات ہاتھ اٹھا کر باندھ لیتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ (محمد فہیم الدین عظمیٰ، نظام آباد)

جواب: - نماز جنازہ کسی کی بھی ہو اس میں آسمان کی طرف دیکھنا مکروہ ہے، ”ویکرہ

أن یرفع بصره إلی السماء“ (۳) اسی طرح حنفیہ کے نزدیک دوسری نمازوں کی طرح نماز جنازہ میں بھی صرف تکبیر تحریمہ میں ہاتھ اٹھائے گا، باقی تکبیرات پر ہاتھ نہ اٹھانا چاہئے: ”ولا یرفع یدیه إلا فی التکبیرہ الأولى“ (۴)

## پہلے عید یا نماز جنازہ؟

سوال: - {903} عید گاہ میں عید کے موقع پر جنازہ آجائے تو پہلے نماز عید پڑھی جائے، یا نماز جنازہ؟ (محمد امجد، مولگیر)

(۱) مجمع الزوائد: ۳/۱۵۰، حدیث نمبر: ۴۲۰۳-مثنیٰ۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۶۴، مکتبہ ماجدیہ کونہ۔ مثنیٰ۔

(۳) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۰۶۔

(۴) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۶۴۔

جواب:- اگر نمازِ عید اور نمازِ جنازہ کا اجتماع ہو جائے تو پہلے نمازِ عید پڑھی جائے، پھر

نمازِ جنازہ: ”تقدم صلاة العيد على صلاة الجنازة إذا اجتماعا“ (۱)

## کن کی نمازِ جنازہ نہیں ہے؟

سوال:- {904} دنیا میں کن لوگوں پر نمازِ جنازہ نہیں

پڑھی جائے گی، اور ان کو غسل نہیں دیا جائے گا؟

(محسنہ قدوس، نکلنڈہ)

جواب:- ایک مسلمان بھائی کی حیثیت سے آپ سے خواہش کی جاتی ہے کہ ایسی

باتیں دریافت کریں جن سے آپ کا دینی نفع اور سعادت و فلاح متعلق ہو، محض استفسار اور بے

فائدہ معلومات اسلام میں کچھ پسندیدہ عمل نہیں، تاہم آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ شہید کو

غسل نہیں دیا جائے گا، کیونکہ اس کا خون اس کے حق میں پاک ہے، البتہ اس پر نماز پڑھی جائے

گی، (۲) کچھ لوگ وہ ہیں کہ اہانت اور جرم کی حوصلہ شکنی کی غرض سے نہ ان پر نماز پڑھی جائے

گی، اور نہ ان کو غسل دیا جائے گا، باغی، ڈاکو، اپنی قوم کو ظالم جانتے ہوئے محض عصبیت میں اس

کی مدد کرنے والے، مکابر یعنی جورات میں ہتھیار لے کر بے قصور لوگوں کو ڈراتا دھمکاتا ہو، جو

شخص لوگوں کے گلے دبا دیتا ہو، والدین یا ان میں سے ایک کا قاتل، بعض فقہاء کی رائے ہے کہ

ان بد نصیب لوگوں کو غسل تو دیا جائے گا، لیکن ان پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ (۳)

## جنازہ کی نماز میں ہاتھ کب چھوڑا جائے؟

سوال:- {905} جنازہ کی نماز میں ہاتھ کب چھوڑے

(۱) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۵۲۔

(۲) البحر الرائق: ۲/۳۳۵، ذکر یا، دیوبند۔ محشی۔

(۳) دیکھئے: رد المحتار: ۳/۱۰۷-۱۰۸، بدائع الصنائع: ۲/۳۰-۳۳۔

جائیں؟ اس میں، مجھ کو تین قول سننے میں آئے ہیں:

(الف) دونوں سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ چھوڑنا

چاہئے۔

(ب) دائیں جانب سلام پھیرتے وقت سیدھا ہاتھ

چھوڑا جائے، اور بائیں جانب سلام پھیرتے وقت بایاں ہاتھ

چھوڑا جائے۔

(ج) جب دعائے مغفرت پڑھی جائے، اس کے بعد

دونوں ہاتھ نیچے چھوڑ کر سلام پھیرنا چاہئے، ان تینوں میں سے

کونسا قول صحیح اور معتبر ہے؟ (ندیم اختر، گلبرگہ شریف)

جواب:- اس سلسلہ میں فقہاء کے مختلف اقوال ہیں، بظاہر زیادہ صحیح بات یہ معلوم ہوتی

ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ کھول دے، کیونکہ ایسے قیام میں ہاتھ باندھنا، مسنون ہے، جس کے

لئے کوئی ذکر منقول ہو، اور اس حالت میں کوئی ذکر مآثور نہیں ہے، چنانچہ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے:

”ولا یعقد بعد التكبير الرابع : لأنه لا يبقى ذكر

مسنون حتى يعقد ، فالصحيح أنه يحل اليدين

ثم يسلم تسليمتين ، هكذا في الذخيرة“ (۱)

”چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ نہ باندھے، اس لئے کہ اب کوئی

ذکر مسنون باقی نہیں کہ ہاتھ باندھا جائے، صحیح یہ ہے کہ

دونوں ہاتھ کھول دے، پھر سلام پھیرے“

علمائے ہند میں مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ نے اپنی کتاب ”سعیہ“ نیز ماضی قریب کے علماء

میں مفتی عبدالرحیم لاچپوریؒ نے بھی یہی لکھا ہے۔ (۲)

(۱) خلاصۃ الفتاویٰ ۲۲۵/۱۔

(۲) دیکھئے: فتاویٰ رحیمیہ: ۹۹/۳۔

## مہلوکین زلزلہ پر نماز جنازہ

سوال :- {906} حالیہ بھیا نک زلزلہ میں بلڈنگوں کے ملبہ میں دب کر جو افراد فوت ہو گئے اور راحت کا کام کرنے والی ایجنسیوں کی تمام تر کوششوں کے باوجود ان کی لاشیں برآمد نہ ہو سکیں، اور ایک طرح وہ زندہ درگور کہے جاسکتے ہیں، ایک طویل وقفے کے بعد بلڈوزروں کے ذریعہ منہدم عمارتوں کے ملبے کی صفائی کی جا رہی ہے، ان کے شکستہ اعضاء کو عمارتی ملبے کے ساتھ اٹھا کر پھینک دیا گیا، یا انہیں ناکافی شناخت کی بناء پر نذر آتش کر دیا گیا، اس طرح ان بد قسمتوں کی باقاعدہ تجہیز و تکفین بھی عمل میں نہیں آ سکی، کیا ایسے اہل ایمان کی اجتماعی طور پر غائبانہ نماز جنازہ ادا کی جائے گی؟ یا اس طرح ان کے لئے دعائے مغفرت کی جاسکتی ہے؟ (منکہ خاتون، سید علی گوڑہ)

جواب :- فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر زلزلہ وغیرہ میں لوگوں پر عمارتوں کا ملبہ گر جائے، اور لاش کو نکالنا ممکن نہ ہو، تو جب تک لاش کے پھٹ جانے کا گمان نہ ہو، اسی ملبہ پر نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے، جیسے بعض حالات میں قبر پر نماز پڑھنے کی گنجائش ہے:

”ینبغی أن یکون فی حکم من دفن بلا صلاة  
من تردی فی نحو بئراً وقع علیہ بنیان ولم  
یمکن اخراجه“ (۱)



البتہ نماز جنازہ غائبانہ امام ابو حنیفہؒ اور اکثر فقہاء کے نزدیک درست نہیں، (۱) کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے شاہ حبشہ نجاشی کے سوا کسی اور دور افتادہ شخص پر غائبانہ نماز پڑھنا ثابت نہیں، (۲) علاوہ ازیں دوسرے قرائن اس بات کو بتاتے ہیں، کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت تھی۔

جہاں تک دعائے مغفرت کی بات ہے، تو اس کی گنجائش ہے، انفرادی بھی دعائے مغفرت کی جاسکتی ہے اور اجتماعی طور پر بھی، کیوں کہ خاص خاص موقعوں پر رسول اللہ ﷺ سے اجتماعی دعا کرنا بھی ثابت ہے۔ (۳)

## جنازہ پر چار کے بجائے تین تکبیرات

سوال:- {907} (الف) نماز جنازہ میں اگر کوئی شخص چار کے بجائے تین ہی بار تکبیر کہے تو نماز ہو جائیگی یا نہیں؟

(ب) اگر امام تیسری تکبیر کے بعد بھول کر سلام پھیر دے اور سلام پھیرنے کے بعد یاد آئے تو اس وقت کیا کرے؟ (عبدالرحیم، وادی مصطفیٰ)

جواب:- (الف) نماز جنازہ میں چاروں تکبیرات فرض ہیں، اس لیے اگر ایک تکبیر بھی چھوٹ جائے تو نماز درست نہیں ہوگی، کیوں کہ فرض کے چھوٹ جانے سے عبادت فاسد ہو جاتی ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”لو ترك واحدة منها لم تجز صلاته“ (۴)

(۱) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۶۳، کتاب الجنائز - محشی۔

(۲) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۲۳۵، کتاب الجنائز - مرتب۔

(۳) اعلاء السنن: ۸/۲۶۸-۲۶۹ - محشی۔

(۴) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۶۳۔

(ب) اگر امام نے تیسری تکبیر کے بعد بھول کر سلام پھیر دیا اور نماز کو فاسد کرنے والی کسی بات کے پیش آنے سے پہلے یاد آ گیا تو اسے چاہئے کہ فوراً چوتھی تکبیر کہہ لے، اور اس کے بعد سلام پھیر دے تو نماز ہو جائے گی:

”ولو سلم الإمام بعد الثالثة ناسيا كبر الرابعة  
وسلم“ (۱)

## نمازِ جنازہ میں ایک سلام یاد دو؟

سوال :- {908} میں سعودی عرب میں ملازمت کرتا ہوں، وہاں بارہا جنازے کی نماز پڑھنے کا اتفاق ہوتا ہے، مگر وہاں کی نمازِ جنازہ ایک سلام پھیر کر ختم کر دی جاتی ہے، جب کہ ہم کو جو تعلیم یہاں ملی وہ یہ ہے کہ جنازے کی نماز میں دو سلام پھیر کر نماز ختم کی جائے، تو پھر ہم کو کون سا طریقہ اختیار کرنا چاہئے؟ (محمد عثمان قریشی، یا قوت پورہ)

جواب :- نمازِ جنازہ بھی ایک نماز ہے، چنانچہ حدیث میں ہمیشہ اس کے لئے ”صلاة“ کا لفظ استعمال ہوا ہے، اور اس نماز کے لئے بھی طہارت وغیرہ کی وہی شرطیں ہیں، جو دوسری نمازوں کے لئے ہیں، اس کی بھی ابتداء تکبیر تحریمہ سے ہوتی ہے، اور انتہاء سلام پر، اس لئے جیسے دوسری نمازوں میں دو دفعہ سلام کیا جاتا ہے، اس نماز میں دائیں اور بائیں دونوں طرف سلام ہونا چاہئے، نمازِ جنازہ کے سلسلے میں جو صحیح روایتیں ہیں ان میں، مطلق سلام کا ذکر ہے، (۲) ایک یاد دو کی صراحت نہیں، اس لئے امام ابوحنیفہؒ دوسری نمازوں کو سامنے رکھتے ہوئے نمازِ جنازہ میں بھی

(۱) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۶۵۔

(۲) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۳۲۱، کتاب الجنائز - محشی،

دوسلام کے قائل ہیں، (۱) دوسرے فقہاء ایک ہی سلام کے قائل ہیں، یہی رائے امام احمد بن حنبلؒ کی ہے، (۲) سعودی عرب میں چونکہ زیادہ تر لوگ حنبلی المسلک ہیں، اس لئے وہ ایک سلام پر اکتفاء کرتے ہیں، ان کی دلیل حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے، اس روایت میں ایک ہی سلام پھیرنے کا ذکر ہے۔ (۳) اگر روایت معتبر ہوتی تو واقعی حجت تھی، مگر محدثین نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی عبداللہ بن صہبان بن ابوالعنابس ہیں، حافظ ابن حجرؒ نقل کرتے ہیں کہ یہ ضعیف ہیں۔ (۴)

جہاں تک عمل کرنے کی بات ہے، تو چونکہ یہ ایک فروعی مسئلہ ہے، اس لئے جب آپ سعودی عرب میں رہیں، تو جس امام کے پیچھے نماز پڑھیں اس کی اتباع کر لیں، اس کی گنجائش ہے، (۵) اور جب خود امامت کریں یا حنفی امام کے پیچھے پڑھیں تو دوسلام پھیریں کہ دلیل کے اعتبار سے یہ رائے زیادہ قوی ہے۔ (۶)

## سڑک پر نماز جنازہ کی ادائیگی

سوال :- {909} نماز کے لیے جگہ کا پاک ہونا بھی ایک شرط ہے، بعض مساجد میں صحن نہ ہونے کی وجہ سے مسجد کے باہر سڑک پر جنازہ رکھ کر اور صفیں باندھ کر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے، جبکہ سڑک کا پاک ہونا محال ہے، ایسی صورت میں کیا نماز

(۱) الفتاویٰ التاتار خانیۃ: ۲/۱۵۵۔ محشی۔

(۲) المغنی لابن قدامة: ۱/۴۱۸۔ محشی۔

(۳) سنن الدارقطنی: ۲/۱۵۹۔

(۴) دیکھئے: تقریب التہذیب: ۱/۴۸۵۔

(۵) رد المحتار: ۲/۳۰۲، مطلب فی الاقتداء بشافعی.... محشی۔

(۶) إعلاء السنن: جلد: ۸، حدیث نمبر: ۲۲۳۰۔ محشی۔

جنازہ درست ہوگی؟ (محمد ابراہیم، سکندر آباد)

جواب:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

”میں نو جوان اور کنوار تھا، مسجد ہی میں شب گزارتا تھا، کتے

بھی مسجد میں آتے جاتے رہتے تھے اور پیشاب کر دیتے

تھے اور لوگ اس پر پانی کا چھڑکاؤ بھی نہیں کرتے تھے“ (۱)

اس سے فقہاء نے یہ بات اخذ کی ہے کہ اگر زمین میں نجاست لگ جائے اور وہ خشک

ہو جائے، نیز اس کا اثر یعنی اس کا رنگ و بو جاتا رہے تو زمین پاک سمجھی جائیگی اور اس پر نماز پڑھنا

درست ہوگا:

”لو أصابت النجاسة على الأرض فجفت و

ذهب أثرها تجوز الصلاة عليها عندنا“ (۲)

عام طور پر سڑک کی یہی کیفیت ہوتی ہے، اس لیے اس پر نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے،

خاص کر سڑک کو چونکہ ناپاک چیزوں سے بچانا دشوار ہے، اس لیے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر سڑک

کی گرد نجاست کے ساتھ خلط ملط ہو گئی ہو اور وہ کپڑے پر لگ جائے تو چونکہ اس سے بچنا دشوار

ہے، اس لئے اسی کپڑے میں نماز ادا کی جاسکتی ہے:

”طين الشوارع عفو وإن ملأ الثوب للضرورة

ولو مختلطاً بالعدرات و تجوز الصلاة به“ (۳)

## میت کے گھر والوں کو سلام

سوال:- {910} اکثر لوگ کہتے ہیں کہ جس دن گھر

(۱) سنن أبي داود: حدیث نمبر: ۳۸۲۔

(۲) بدائع الصنائع: ۲۳۲/۱۔

(۳) رد المحتار مع الدر: ۵۳۰، ۳۱/۱۔



میں میت رکھی ہو، اس دن میت کے گھر والوں کو سلام نہیں کرنا چاہئے؛ کیا یہ درست ہے؟ (محمد ریاض احمد، وجہ نگر کالونی)

جواب:- یہ بات درست نہیں ہے، جب بھی ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان سے ملاقات ہو تو اسے سلام کرنا چاہئے، (۱) گھر میں میت ہونے اور نہ ہونے سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

## جنازہ کے ساتھ کچھ مخصوص اذکار

سوال:- {911} ہمارے یہاں جنازہ کے ساتھ کلمہ کے علاوہ دوسرے جملے بھی پڑھے جاتے ہیں: ”مثلاً محمد ہزاروں میں، محمد چاند تاروں میں“ کیا اس طرح کے جملے جنازہ کے ساتھ بہ آواز بلند پڑھے جاسکتے ہیں؟  
(سید عبدالرافع التمش، سدا سیو پیٹ)

جواب:- جنازہ کے ساتھ یوں بھی بہ آواز بلند ذکر کرنا مناسب نہیں؛ کیوں کہ یہ حدیث اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل سے ثابت نہیں اور فقہاء نے اس سے منع کیا ہے، (۲) یا تو خاموش رہے اور اپنی آخرت کے بارے میں سوچے، یا آہستہ آہستہ اپنے لیے، مسلمانوں کے لیے اور میت کے لیے مغفرت و رحمت کی دعا کرے، اس طرح کے کلمات اس موقع سے نہ پڑھنا ثابت ہے اور نہ یہ اس کا موقع ہے۔

## نماز جنازہ کی صفیں

سوال:- {912} نماز جنازہ میں کیا تین یا پانچ صفیں

(۱) سنن أبی داؤد: ۴/۷۰۸، عن البراء بن عازب ؓ۔

(۲) الفتاویٰ التاتار خانیۃ: ۲/۱۵۲۔

بنانا ہی ضروری ہے؟ (سید شاہ نواز ہاشمی، فرسٹ لانس)

جواب:- تین یا اس سے زیادہ طاق عدد میں صفیں بنانا واجب تو نہیں، لیکن مستحب ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر سات ہی شرکاء ہوں تب بھی بہتر ہے کہ تین صفیں بنالی جائیں، ایک شخص امام بن جائے، تین آدمی پہلی صف میں، دو آدمی دوسری صف میں اور ایک آدمی تیسری صف میں کھڑا ہو:

”إِذَا كَانَ الْقَوْمُ سَبْعَةً قَامُوا ثَلَاثَةَ صُفُوفٍ  
بِتَقْدِمِ وَاحِدٍ وَثَلَاثَةَ بَعْدَهُ وَإِثْنَانِ بَعْدَهُمْ وَ  
وَاحِدٍ بَعْدَهُمَا“ (۱)

### نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ

سوال:- {913} نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ (اے، آر، سلیم، محبوب نگر)

جواب:- نماز جنازہ اصل میں دعاء ہے نہ کہ عبادت، اس لیے نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ یا قرآن کی اور سورہ نہیں پڑھنی چاہئے:

”وَلَا يَقْرَأُ فِيهَا الْقُرْآنَ... لِأَنَّهَا مَحَلُّ الدُّعَاءِ دُونَ  
الْقِرَاءَةِ“ (۲)

### نماز جنازہ میں غلطی ہو جائے

سوال:- {914} اگر جنازہ کی نماز میں غلطی ہو جائے، جیسے چار تکبیر کے بجائے تین تکبیر کہی جائے، یا کوئی اور ذکر

(۱) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۶۴۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۶۴۔

بھول جائے، تو کیا کرنا چاہئے، کیا نماز دوہرائی چاہئے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، بی بی کا چشمہ)

جواب:- جنازہ کی نماز میں چار تکبیرات فرض ہیں، اور چار رکعتوں کے قائم مقام

ہیں، اس لیے اگر کوئی تکبیر نہیں کہی اور غلطی امام سے ہوئی تو اسے نماز لوٹانی چاہئے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”و صلاة الجنازة أربع تكبيرات، ولو ترك

واحدة منها لم تجز صلاته“ (۱)

اور اگر مقتدی نے چھوڑی تو اس کی نماز نہیں ہوئی، اور چونکہ بعض استثنائی صورتوں کے سوا

نماز جنازہ ایک سے زیادہ دفعہ نہیں پڑھی جاسکتی، تو اس لیے ایسا شخص نماز جنازہ سے محروم رہا، اس کو محروم کے لیے دعا استغفار پراکتفا کرنا چاہئے۔

ہاں اگر ثناء، درود، دعاء بھول جائے، تو یہ چونکہ واجب نہیں، اس لئے نماز ہو جائے

گی۔ (۲)

## ایک ساتھ کئی جنازوں پر نماز

سوال:- {915} اگر اجتماعی طور پر کئی جنازے

آجائیں، مرد کے، عورت کے، بالغ کے اور نابالغ کے تو کس

ترتیب سے نماز جنازہ پڑھنا چاہئے؟ اور کس ترتیب سے

جنازے رکھنے چاہئیں؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- اگر کئی جنازے جمع ہو جائیں، تو بہتر یہ ہے کہ ہر جنازہ پر الگ الگ نماز

(۱) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۶۳۔

(۲) مراقی الفلاح: ص: ۳۲۰۔ بخشی۔

پڑھی جائے، اور جو درجہ و مقام کے اعتبار سے افضل ہو، اس کی نماز کو مقدم رکھا جائے، ویسے ان جنازوں پر اکٹھا نماز بھی پڑھی جاسکتی ہے، ایسی صورت میں ترتیب یہ ہوگی کہ امام کے سامنے پہلے مرد کا جنازہ رکھا جائے، اس کے بعد نابالغ بچہ کا، پھر عورت کا، اس کے بعد نابالغ لڑکی کا، جو شخص زیادہ صاحب فضل رہا ہو جنازہ کی صف میں اس کا جنازہ امام سے قریب ہونا چاہئے (۱)

## اگر ایک ساتھ تین جنازہ پر نماز ادا کی جائے؟

مولانا: (۹۱۶) اگر بیک وقت تین جنازے، نابالغ لڑکے کی میت، نابالغ لڑکی کی میت اور بالغ مرد یا عورت کی میت آجائے تو نماز جنازہ کس طرح ادا کریں، ایک ساتھ یا الگ الگ؟ طریقہ نماز سے آگاہ فرمائیں۔

(ایس محمد اصغر حسین، باکارم)

جواب: - اگر کئی جنازے ہوں تو بہتر طریقہ یہی ہے کہ ہر ایک پر الگ الگ نماز پڑھی جائے، لیکن ایک ساتھ بھی پڑھی جاسکتی ہے جنازوں کو رکھنے کی ترتیب یہ ہوگی کہ امام کے سامنے پہلے بالغ مرد کا جنازہ رہے گا، اس کے بعد نابالغ لڑکے کا، پھر عورت کا، اس کے بعد نابالغ لڑکی کا، یہ جنازے ایک دوسرے کے مقابل رکھے جائیں گے، یا تو اس طرح کہ تمام جنازوں کے سر کا حصہ ایک سیدھ میں آجائے، یا اس طرح کہ بعد والے جنازہ کا سر پہلے جنازہ کے مونڈھے کے مقابل ہو۔ (۲)

رہ گئی نماز جنازہ کی دعاء تو ایسا ہو سکتا ہے کہ بالغوں کی نماز سے متعلق دعاء پڑھ لی جائے، پھر بچوں سے متعلق، ویسے مجھے یہ مسئلہ صراحتاً کتب فقہ میں نہیں مل پایا۔ واللہ اعلم۔

(۱) دیکھئے: الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۱۱۸-۱۱۹/۳۔

(۲) البحر الرائق: ۱۸۷/۲۔



## چیل پہن کر نماز جنازہ

سوال:- {917} نماز جنازہ پڑھتے وقت چیل پر

کھڑے ہو کر پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ (محمد طاہر، جگتیاں)

جواب:- اصل یہ ہے کہ نماز جنازہ میں صرف قیام ہے، سجدہ نہیں، چیل کے ساتھ سجدہ میں وقت ہوتی ہے، قیام میں مشکل پیش نہیں آتی، دوسرے عام نمازیں مسجد میں ادا کی جاتی ہیں اور مسجد میں چیل کے ساتھ جانا خلاف ادب ہے، اس لیے کہ چیل ناپاک نہ ہو پھر بھی گرد و غبار سے خالی نہیں ہوتی، نماز جنازہ مسجد سے باہر ہوتی ہے، اس لیے چیل پہن کر نماز جنازہ پڑھنا خلاف ادب نہیں، لہذا اگر چیل میں نجاست لگی ہوئی نہ ہو، تو چیل پہنی ہوئی حالت میں یا چیل کے اوپر کھڑے ہو کر نماز ادا کی جاسکتی ہے، اور اگر نجاست لگی ہوئی ہو تو پھر چیل اتار کر زمین پر کھڑا ہونا ضروری ہے۔ (۱)

## جوتہ پہن کر نماز جنازہ

سوال:- {918} نماز جنازہ کے وقت کچھ لوگ چیل

جوتے اتار کر اسی پر پاؤں رکھ کر کھڑے ہوتے ہیں، کچھ لوگ

چیل جوتے پہنے ہوئے اور کچھ لوگ ننگے پاؤں، صحیح طریقہ کیا

ہے؟ (عبداللہ، گھونگر، بھوارہ، مدھوبنی)

جواب:- نماز جنازہ یا کسی اور نماز کی حالت میں اگر جوتہ یا چیل پاؤں میں ہو تو اس میں کوئی بڑی قباحت نہیں، خود رسول اللہ ﷺ سے جوتوں سمیت نماز پڑھنا ثابت ہے۔ (۲) البتہ یہ ضروری ہے کہ جوتے چیل پاک ہوں، کوئی ناپاکی نہ لگی ہو، ہاں اگر چیل اتار لی جائے اور اس

(۱) کبیری، ص: ۲۰۶-مٹھی۔

(۲) صحیح البخاری عن أنس رضی اللہ عنہ، ۵۶/۱، باب الصلاة فی النعال۔

کے اوپر پاؤں رکھا جائے، اور نچلے حصے میں نجاست لگی ہو تو مضائقہ نہیں، فقہاء نے ایسی اشیاء پر نماز کو درست قرار دیا ہے جس کی بالائی سطح پاک ہو، گو نیچے کی سطح میں نجاست لگی ہو:

”ولو كان أسفل نعليه فحسب نجساً و صلی

بهما لا يجوز و إن نزعهما و قام علی ظھرهما

جاز“ (۱)

غالباً اسی لیے احتیاطاً بعض حضرات ننگے پاؤں یا جوتے چپل پر پاؤں رکھ کر نماز جنازہ میں کھڑے ہوتے ہیں، اس طرح کی احتیاط مناسب ہے، تاہم اگر جوتا کے پاک ہونے کا یقین ہو تو جوتا پہن کر نماز پڑھنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

## مردہ بچہ پر نماز جنازہ

مولانا:- {919} اگر ماں کے پیٹ سے مردہ بچہ پیدا

ہو جائے، تو کیا اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہئے، یا بغیر نماز

جنازہ کے دفن کر دینا چاہئے؟

(کے، ایم، محمود پاشا باسط، سعید آباد)

جواب:- نماز جنازہ اسی بچہ پر پڑھی جائیگی جو زندہ پیدا ہوا ہو، جو بچہ مردہ پیدا ہوا ہو نہ

اس پر نماز ہوگی، نہ اس کا نام رکھا جائے گا اور نہ اس سے وراثت کا حق متعلق ہوگا، البتہ امام ابو

یوسف کا قول ہے کہ اس کو غسل دیا جائے گا اور تکریم انسانیت کے پہلو سے فقہاء نے اس کو ترجیح

دیا ہے، لہذا ایسے بچے کو غسل دے کر کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔ (۲)

(۱) کبیری: ص: ۲۰۶۔

(۲) البحر الرائق: ۱۸۸/۲، نیز دیکھئے: الفتاویٰ الہندیہ: ۱۶۲/۱۔

## پیدا ہو کر مرنے والے بچہ پر نمازِ جنازہ

سوال: - {920} ماں کے پیٹ سے بچہ زندہ حالت

میں پیدا ہوا لیکن اذان دینے سے پہلے انتقال ہو گیا، تو اس کی

نمازِ جنازہ پڑھیں گے یا نہیں؟ (محمد منیر، انکور)

جواب: - جو بچہ زندہ حالت میں پیدا ہوا ہو، تو چاہے فوراً ہی اس کی موت واقع ہو گئی

ہو، اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ (۱)

## نمازِ جنازہ کہاں پڑھیں؟

سوال: - {921} میت کو نمازِ جنازہ کے لئے مسجد لے

جانا بہتر ہے، یا قبرستان ہی میں پڑھانا بہتر ہے؟ حنفی مسلک کو

مد نظر رکھتے ہوئے جواب دیں؟ (محمد عبدالحکیم، کلوا کرتی)

جواب: - امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک بلا عذر مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا

مکروہ ہے (۲) چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے: ”جس نے مسجد میں میت پر نمازِ

جنازہ پڑھی اس کے لئے کوئی اجر نہیں: ”من صلی علی میت فی المسجد فلا شیئ

علیہ“ (۳) چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مسجد نبوی ﷺ سے قریب ہی نمازِ جنازہ کے

لئے الگ جگہ بنی ہوئی تھی، اس لئے قبرستان میں یا مساجد کے قریب، کچھ خالی جگہ جنازہ کے

لئے مخصوص کر دینی چاہئے، ہاں اگر کوئی عذر ہو، جیسے: بارش ہو، یا مسجد کے علاوہ کوئی کشادہ

جگہ موجود نہ ہو جہاں جنازہ کی نماز ہو سکے، تو مساجد میں بھی نمازِ جنازہ ادا کرنے کی گنجائش

ہے۔ ”و لا یکرہ بعذر المطر و نحوه هکذا فی الکافی“ (۴)

(۱) الدر المختار ۱۲۹/۲۔

(۲) کبیری: ص ۵۳۵۔

(۳) سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۳۱۹۱، باب الصلاة علی الجنابة فی المسجد۔

(۴) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۶۵۔

## خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ

سوال:- {922} اسلام میں خودکشی حرام ہے، چاہے وہ کسی ذریعہ سے کی گئی ہو، کیا ایسے مرنے والے شخص کی نمازِ جنازہ پڑھنا اور اس کے لئے ایصالِ ثواب کرنا جائز ہے یا نہیں؟  
(قاسم خان، بورہ بندہ)

جواب:- جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کہ خودکشی سخت گناہ ہے اور اس گناہ کی شدت اور سنگینی کے اظہار کے لئے ایک خودکشی کرنے والے شخص کی لاش لائی گئی تو آپ ﷺ نے اس پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی۔ (۱) اسی بنیاد پر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایسے شخص پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، لیکن امام ابو حنیفہؒ اور اکثر فقہاء کے نزدیک نمازِ جنازہ خودکشی کرنے والے پر بھی پڑھی جائے گی۔ (۲) رسول اللہ ﷺ نے خود نماز نہیں پڑھی، لیکن صحابہؓ کو آپ ﷺ نے اس سے منع بھی نہیں فرمایا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم تنبیہ کے طور پر ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے ایک بار مقروض کے جنازہ پر نماز نہیں پڑھی اور صحابہؓ سے فرمایا کہ وہ پڑھ لیں، (۳) تاکہ قرض لے کر ادا نہ کرنے والوں کو تنبیہ ہو، ایصالِ ثواب ہر کلمہ گو کے لئے جائز ہے، خواہ وہ کتنا بھی گنہگار ہو، بشرطیکہ ایمان پر اس کی موت ہوئی ہو، اس لئے خودکشی کرنے والے کے لئے بھی استغفار اور ایصالِ ثواب جائز ہے۔

## پہلے نمازِ جنازہ یا پہلے سنتیں

سوال:- {923} اگر کسی ایسی نماز کے وقت میت

(۱) صحیح مسلم، عن جابر بن سمرہؓ، حدیث نمبر: ۹۷۸۔

(۲) الدر المختار مع رد: ۱۰۸/۳۔

(۳) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۱۰۶۱، باب ماجاء فی الصلاة علی الدیون۔ محشی۔



آجائے، جس کے بعد سنتیں بھی ہوں تو فرض نماز کے بعد پہلے

نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا سنت ادا کرنی چاہئے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- چوں کہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور فرض کی اہمیت بہر حال سنت سے زیادہ

ہے، اس لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ پہلے نماز جنازہ پڑھی جائے پھر سنت ادا کی جائے:

”حضرت وقت صلاة المغرب جنازة تقدم

صلاة الجنازة على سنة المغرب“ (۱)

البتہ اگر یہ اندیشہ ہو کہ لوگ نماز جنازہ پڑھ کر چلے جائیں گے، اور سنتیں چھوڑ دیں گے اور

اگر سنت پہلے ادا کریں تو سنت پڑھنے کے ساتھ ساتھ جنازہ میں بھی شریک رہیں گے تو ایسی

صورت میں اس بات کی بھی گنجائش ہے کہ پہلے سنت ہی ادا کر لی جائے، پھر نماز جنازہ پڑھی

جائے۔ واللہ اعلم۔

## میت پر ایک سے زیادہ نماز جنازہ

سوال:- {924} کیا ایک میت کی نماز جنازہ کئی بار

پڑھی جاسکتی ہے؟ کیونکہ حال ہی میں حضرت مولانا قاضی مجاہد

الاسلام قاسمی کی نماز جنازہ تین بار پڑھائی گئی۔

(سید مسیح اللہ غوری، کلثوم پورہ، پولیس کالونی)

جواب:- اگر ولی نے نماز نہ پڑھی ہو تو اس کے نماز پڑھنے تک ایک سے زیادہ دفعہ

نماز جنازہ ادا کی جاسکتی ہے۔ (۲)

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۶۴۔

(۲) رد المحتار: ۳/۱۲۴۔ محشی۔

## بم حادثہ کے مہلوک کی نمازِ جنازہ

سوال:- {925} بم حادثہ میں جن لوگوں کی موت ہو جاتی ہے، ان کی لاش کے پرچے اڑ جاتے ہیں، ایسی لاش پر نمازِ جنازہ ادا کرنے کی کیا صورت ہوگی؟

(عبید الرحمن، عادل آباد)

جواب:- اگر لاش کا اکثر حصہ یا سر کے ساتھ آدھا حصہ مل جائے، تو اسے غسل دیا جائے گا، کفن پہنایا جائے گا اور نماز پڑھی جائے گی، اگر بعد میں بقیہ حصہ مل جائے، تو اب اس حصہ پر نماز نہیں پڑھی جائے گی، اگر نصف حصہ بغیر سر کے ملے، یا لمبائی میں چیرا ہوا ملے، تو نہ غسل دیا جائے گا اور نہ نماز پڑھی جائے گی، بلکہ اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا۔

”ولو وجد أكثر البدن أو نصفه مع الرأس  
يغسل ويكفن ويصلى عليه ... وإن وجد  
نصفه من غير الرأس أو وجد نصفه مشقوقا  
طولا فإنه لا يغسل عليه الخ.“ (۱)



## میت کو لے جانے اور دفن کرنے کا طریقہ

جنازہ لے جاتے وقت میت کا سر آگے ہو یا پاؤں؟

سوال :- {926} زید کا انتقال ہو گیا، جب اس کو قبرستان لے جانے کی نوبت آئی تو دو گروہ ہو گئے، ایک جماعت کہنے لگی کہ میت کا پاؤں قبرستان کی طرف ہونا چاہئے، دوسری جماعت کہنے لگی: نہیں، میت کا سر قبرستان کی طرف ہونا چاہئے، اس سلسلہ میں صحیح عمل کیا ہے؟ اس کی وضاحت فرمائیں۔  
(مولوی محمد رہبر عالم، ہووگی)

جواب :- جنازہ اس طرح لے جانا چاہئے کہ سر کا حصہ آگے کی طرف ہو، فقہاء نے

یہی لکھا ہے:

”وفي حالة المشي بالجنازة يقدم الرأس“ (۱)

## جنازہ کے ساتھ زور سے تسبیحات پڑھنا

سوال :- {927} جنازہ کے ساتھ عام طور پر زور زور سے تسبیحات پڑھنے کا رواج ہے، یہ کس حد تک صحیح ہے؟ کیا جنازہ کے ساتھ چلتے ہوئے کوئی خاص ذکر مسنون ہے؟ (جمال الدین، کریم نگر)

جواب :- حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تین مواقع پر خاموش رہنا اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے، ایک تلاوت کلام مجید کے وقت، دوسرے جہاد کے وقت اور تیسرے جنازہ کے ساتھ“ (۱)

اسی لئے فقہاء نے جنازہ کے ساتھ بلند آواز میں ذکر کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے، اور کہا کہ دل ہی دل میں ذکر کرے:

”ویکمرہ رفع الصوت بالذكر خلف جنازة  
ویذکر فی نفسہ“ (۲)

اس لئے اگر جنازہ کے ساتھ ذکر کرنا ہو تو آہستہ کرے، رسول اللہ ﷺ سے اس موقع پر کوئی خاص ذکر ثابت نہیں، اس لئے یہ بھی درست ہے کہ جنازہ کے ساتھ چلنے والے خاموش رہیں، اور اپنے ذہن کو آخرت کی طرف متوجہ رکھیں، اور ذکر و استغفار یا مردہ کے لئے دعاء وغیرہ کا اہتمام کریں۔

سوال :- {941} کیا جنازہ اٹھاتے وقت اور جنازہ

(۱) مجمع الزوائد، بحوالہ طبرانی: ۲۹/۳۔

(۲) الفتاویٰ البزازیہ علی هامش الفتاویٰ الہندیہ: ۸۰/۳، البحر الرائق: ۱۹۴/۲۔



لے جاتے وقت بالجہر ذکر و اذکار کرنا درست ہے؟

(حافظ عبدالسلام، سکندر آباد)

جواب:- جنازہ میں ساتھ چلنے کا مقصد عبرت و موعظت کا حاصل کرنا ہے، یعنی

آدمی ساتھ چلتے ہوئے موت کا، آخرت کا اور قبر و حساب کا احتضار کرتا رہے، تاکہ اپنے اعمال کی اصلاح اور گناہوں سے بچنے کی طرف توجہ ہو سکے، خاموشی کی حالت عبرت آموزی اور غورو فکر کے لیے زیادہ موزوں ہوتی ہے، اس لئے مسنون طریقہ یہ ہے کہ جنازہ کے ساتھ خاموش رہے، اور اپنی آخرت کے بارے میں غور کرتا رہے، رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس موقع پر کچھ پڑھنا ثابت نہیں، تاہم اگر ذکر کرنا چاہے تو فقہاء نے آہستہ آہستہ ذکر اور تلاوت کی اجازت دی ہے، اور زور سے ذکر کرنے کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے، فقہ حنفی کی مشہور و مستند کتاب ”البحر الرائق“ میں ہے:

”ينبغي لمن تبع جنازة أن يطيل الصمت و يكره

رفع الصوت بالذكر و تلاوة القرآن و غيرهما في

الجنازة و الكراهة فيها كراهة تحريم“ (۱)

”جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کے لیے مناسب ہے کہ

طویل خاموشی اختیار کرے، ذکر، قراءت قرآن، وغیرہ

کرتے ہوئے آواز بلند کرنا مکروہ ہے، اور مکروہ سے مراد

مکروہ تحریمی ہے“

## نماز جنازہ اور تدفین کے بعد کی دعاء

مولانا:- {928} کیا نماز جنازہ کے بعد دوبارہ دعاء

کرنا چاہئے؟ بعض لوگ تدفین کے بعد دعاء کرتے ہیں، نیز تدفین کے بعد سرہانے اور پائنتی سورۃ بقرہ کی ابتدائی اور آخری آیات پڑھی جاتی ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟  
(حافظ کلیم، اورنگ آباد)

جواب:- (الف) نماز جنازہ خود دعاء ہے، دوبارہ ہیئت میں تبدیلی یعنی دفن سے پہلے دعاء کرنا احادیث سے ثابت نہیں۔

(ب) تدفین کے بعد دعاء کی جاسکتی ہے کہ یہ حدیث سے ثابت ہے۔ (۱)  
(ج) قبر کے سرہانے اور پائنتی سورۃ بقرہ کا پہلا اور آخری رکوع پڑھنا بھی حدیث میں منقول ہے، (۲) اس لئے اسے پڑھنا چاہئے۔

## بیوی کے جنازہ کو کاندھا دینا

سوال:- {929} کیا مرحومہ بیوی کی میت کو شوہر کاندھا دے سکتا ہے؟  
(سید حفیظ الرحمان، پھولانگ)

جواب:- شوہر بیوی کو کاندھا دے سکتا ہے، (۳) بلکہ دینا چاہئے کہ یہی حسن رفاقت کا تقاضا ہے۔

## گھر میں مردہ کی تدفین

سوال:- {930} ایک بچہ کا پیدا ہونے سے پہلے ہی

(۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۲۵۵، باب ما یقال عند دخول القبور و الدعاء لأهلها، دیکھئے: سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۳۲۲۱، باب الاستغفار عند القبر للمیت فی وقت الانصراف۔ محشی۔

(۲) سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۳۱۹۹، باب الدعاء للمیت۔ محشی۔

(۳) الدر المختار علی هامش الرد: ۱/۱۰۳، باب صلاة الجنائز۔ محشی۔

انتقال ہو گیا، اور بچہ کی ماں کا بھی انتقال ہو گیا، بچہ کو گھر والوں نے گھر میں ہی دفن کر دیا، اب کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بچہ کو وہاں سے نکال کر قبرستان میں دفن کیا جائے، اس سلسلہ میں اب کیا کرنا چاہئے؟ (سید شاہ، نظام آباد)

جواب:- گھر میں مردہ کو دفن کرنا بہتر نہیں، رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر کو مقبرہ بنانے سے منع فرمایا ہے، (۱) البتہ جب وہاں دفن کر دیا گیا اور گھر کے مالکان نے گھر میں دفن کیا ہے، تو اب لاش کو نکالنا اور دوسری جگہ منتقل کرنا بھی بہتر نہیں ہے، کیونکہ جو لاش بالکل بوسیدہ نہ ہو گئی تو اسے ضرورت شدید کے بغیر نکالنا جائز نہیں۔ (۲)

## بوسیدہ قبر میں دوبارہ تدفین

سوال:- {931} زید کی عمر اس وقت ۷۶/ برس ہے، بحمد اللہ بقید حیات ہے، لیکن ہر دن آخری دن محسوس ہوا کرتا ہے، زید کی اہلیہ ہندہ کا انتقال ہو کر مکمل ۳۳/ برس کا عرصہ گزر چکا ہے، جس قبرستان میں مدفون ہے، وہ ہر قسم کی قانونی رکاوٹ سے محفوظ و مامون ہے، لیکن اس قبرستان میں اب مزید تدفین کے لئے قطعاً گنجائش نہیں ہے، راقم الحروف نے کہیں فقہی مسئلہ دیکھا ہے کہ ۲۵/ سال کے عرصہ کے بعد اس قبر کو تدفین کے لئے کھولا جاسکتا ہے، کیا یہ بات درست ہے؟ (محمد عزیز الدین، حسینی علم)

(۱) سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۲۰۴۲، باب زیارة القبور - محشی۔

(۲) "لا یخرج منه بعد إهالة التراب إلا لحق آدمي الخ" (الدر المختار علی

ہامش رد المحتار: ۱۳۵/۳) محشی۔

جواب:- جب قبر پرانی ہو جائے، اور ہڈیاں بھی بوسیدہ ہو جائیں تو اس قبر میں دوسرے مردوں کی بھی تدفین عمل میں آسکتی ہے، (۱) ہڈیوں کا بوسیدہ اور نعش کا سڑگل کر ختم ہو جانے کی مدت مختلف علاقوں میں مٹی میں نمک کے اجزاء کی کمی اور زیادتی کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، اس لئے اس مسئلہ میں کوئی خاص مدت متعین نہیں کی جاسکتی۔

## تدفین کا طریقہ

سوال:- {932} میت کو قبر میں کس طرح دفن کرنا

چاہئے، میت کے اوپر ہی مٹی ڈال دی جائے، یا میت کے بازو سل یا پتھر رکھ کر مٹی ڈالی جائے، یا میت کو تابوت میں رکھ کر دفن کیا جائے؟  
(حافظ عبدالعلیم، مصری گنج)

جواب:- تدفین کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ پتھر یا کچی اینٹ یا لکڑی کے تختے سے مردہ کے اوپر رکاوٹ قائم کر دی جائے، پھر اس کے اوپر مٹی ڈالی جائے، براہ راست میت پر مٹی نہ ڈالی جائے، چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ”ردالمحتار“ میں ہے:

”وتسد الفرج التی بین اللبن بالمدر والقصب“

کی لا ینزل التراب منها علی المیت “ (۲)

اس کی وجہ ظاہر ہے کہ پتھر کی سل وغیرہ کا فاصلہ رکھ کر مٹی ڈالنے میں انسانی تکریم کا پہلو زیادہ ہے اور مردہ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ تکریم و تحریم کا حکم دیا گیا ہے، عذر و مجبوری کے بغیر تابوت میں مردہ کی تدفین مکروہ ہے، فقہاء نے اس سے منع کیا ہے، (۳) کیونکہ اس صورت میں

(۱) البحر الرائق: ۳۳۲/۲-مٹھی۔

(۲) رد المحتار: ۱/۲۶۱، ط: پاکستان۔

(۳) البحر الرائق: ۲/۲۳۰، ط: مکتبۃ زکریا، الہند، مجمع الأنهر: ۱/۸۶، ط: دار الإحياء التراث العربی، بیروت-مٹھی۔



عیسائیت کے طریقہ تدفین سے مشابہت پائی جاتی ہے، ہاں اگر کوئی عذر ہو، مثلاً: زمین دلدلی ہو، یا سمندر میں دفن کرنا پڑے، یا وہاں کے قانون ملکی کے رو سے بغیر تابوت کے تدفین کی اجازت نہ ہو، اور مسلمان کسی فتنہ و فساد کے بغیر قانون میں تبدیلی لانے کے موقف میں نہ ہوں، تو ایسی صورتوں میں تابوت میں دفن کرنا درست ہے۔ (۱)

## غیر مسلم کی اسلامی طریقہ پر تجہیز و تکفین اور مسلمانوں کے قبرستان میں تدفین

سوال: - {933} ایک صاحب کے پاس ایک ضعیف غیر مسلم شخص ملازمت کرتے ہیں، کچھ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ اگر تمہارا انتقال ہو جائے تو تمہاری میت تمہارے رشتہ داروں کے پاس بھیج دیں؟ اس نے کہا کہ میں تو ان سے لڑ جھگڑ کر آ گیا ہوں، آپ لوگ اپنے طریقے سے غسل دے کر، اور نماز پڑھ کر دفن کر دیں، اتفاق سے کچھ دنوں بعد اس کا انتقال ہو گیا، لوگوں نے غسل دے کر، نماز جنازہ پڑھ کر قبرستان میں دفن کر دیا، حالانکہ اس نے نہ کبھی کلمہ پڑھا تھا، اور نہ کبھی نماز، اور نہ ہی اس کا ختنہ ہوا تھا، اب لوگ اس سلسلہ میں پریشان ہیں؟ (محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب: - لوگوں کو چاہئے کہ پہلے علماء سے استفسار کر لیں، پھر کوئی قدم اٹھائیں، غیر مسلم لا وارث مردہ کو غسل دینے اور دفن کرنے کی گنجائش ہے، لیکن نماز جنازہ پڑھنا درست نہیں، (۲)

(۱) رد المحتار ۱/۶۶۰، ط: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔ محشی۔

(۲) "و شرطها أى شرط جواز الصلاة عليه اسلام الميت فلا تصح علي الكافر لقوله تعالى: ﴿و لا تصل على أحد منهم مات أبدا﴾ (مجمع الأنهر ۱/۱۸۲) محشی۔

کیوں کہ نماز جنازہ کا مقصد خدائے واحد سے اس کے لیے مغفرت کی دعا کرنا ہے، تو جو شخص خدا پر یقین ہی نہیں رکھتا ہے اس کے اللہ سے مغفرت کا طلب گار ہونا ایک بے معنی بات ہوگی، بہتر طریقہ یہی ہے کہ غیر مسلموں کو انہی کے قبرستان میں دفن کیا جائے، فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی کتابیہ عورت مسلمان کے نکاح میں ہو اور حاملہ ہونے کی حالت میں انتقال ہو جائے، تو اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جاسکتا ہے، لیکن ازراہ احتیاط عام قبروں سے الگ اس کی قبر بنائی جائے: "یتخذ لها مقبرة على حدة قال في الحلية وهذا أحوط" (۱) بہر حال اب جب کہ مسلمانوں کے قبرستان میں اس کی تدفین ہو چکی ہے، تو کرامت انسانی کا تقاضہ ہے کہ اس کی قبر وہیں رہنے دی جائے، البتہ کسی علامت کے ذریعہ اس کی قبر کی نشاندہی کر دی جائے، تو بہتر ہے۔ واللہ اعلم۔

## غیر مسلم کی اسلامی طریقہ پر تدفین

سوال :- {934} ایک غیر مسلم کا انتقال ہو گیا، چونکہ اس کے والد کی اسلامی طریقہ پر تدفین عمل میں آئی تھی، اس لیے اس غیر مسلم آدمی کی بھی ان کے بھائیوں کے کہنے پر اسلامی طریقہ سے تدفین عمل میں آئی ہے، کیا یہ درست ہے اور کیا اب یہ آدمی مومن و مسلم سمجھا جائیگا؟

(حافظ محمد نور احمد، کرما گورہ)

جواب :- جس شخص کا انتقال حالت کفر میں ہوا ہو، اس پر نماز جنازہ تو نہیں پڑھی جاسکتی، لیکن غسل دیا جاسکتا ہے، کفن پہنایا جاسکتا ہے اور تدفین کی جاسکتی ہے۔  
 "و يغسل المسلم و يكفن و يدفن قریبه كخاله"

## الکافر الأصلي (۱)

لیکن محض مسلمانوں کی طرح دفن کیے جانے کی وجہ سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک اپنی زندگی میں وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہیں لایا ہو۔

## دفن کرنے کے بعد کی دعاء

سوال :- {935} میت کے دفنانے کے بعد کیا دعاء

پڑھنی چاہئے؟ (انور محی الدین، گولکنڈہ)

جواب :- امام سعید بن مسیبؒ سے مروی ہے:

میں ایک جنازہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ شریک ہوا، جب میت قبر میں رکھی گئی تو آپؓ نے فرمایا:

”بسم اللہ و فی سبیل اللہ و علیٰ ملۃ رسول اللہ“ جب تدفین ہو گئی، اور قبر پر مٹی برابر کی جارہی تھی تو آپؓ نے یہ دعاء پڑھی :

”اللہم أجزها من الشيطان و من عذاب القبر ، اللهم جاف الأرض عن جنبها و صعد روحها و لقمها منك رضوانا“

”اے اللہ! اسے شیطان سے اور عذاب قبر سے بچائیے، اے اللہ! اس کے پہلو سے زمین کو دور رکھئے، (یعنی قبر کو کشادہ فرمائیے) اور اس کی روح کو اوپر چڑھائیے، (یعنی علین میں جگہ دیجئے) اور اس کو اپنی خوشنودی سے سرفراز فرمائیے“

سعید بن مسیبؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ  
یہ دعاء آپ ﷺ نے اپنے طور پر پڑھی ہے، یا رسول اللہ ﷺ  
سے سنی ہے؟ فرمایا: میں نے آپ ﷺ سے سنی ہے“ (۱)

یہ حدیث گو سند کے اعتبار سے ضعیف ہے، لیکن فضائل و اُوراد میں ضعیف حدیثیں بھی  
معتبر ہوتی ہیں، اس لیے تدفین کے بعد یوں تو استغفار کرنا ہی چاہئے، لیکن خاص طور پر مذکورہ  
کلمات میں دعاء کی جائے تو بہتر ہے۔

## تدفین کے بعد دعاء اور سورہ بقرہ کی

## ابتدائی و آخری آیات کی تلاوت

سوال :- {936} مردہ کو دفن کرنے کے بعد قبر پر دعاء  
کرنا اور قبر کے سرہانے یا پائنتی سورہ بقرہ کا ابتدائی اور آخری  
رکوع پڑھنا کیا درست ہے؟ ایک عالم صاحب نے اس سے  
منع کیا ہے، جب کہ دوسرے عالم صاحب اس کو درست قرار  
دیتے ہیں؟ (محمد عبد الحمید، مستعد پورہ)

جواب :- تدفین کے بعد دعا کرنا درست ہے، چنانچہ حضرت عثمان بن عفانؓ سے  
مروی ہے:

”کان النبی ﷺ إذا فرغ من دفن المیت وقف  
علیہ، فقال: ”استغفروا لأخیکم و استلوا اللہ  
لہ التثبیت فإنه الآن یُسئل“ (۲)

(۱) سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۱۵۵۲۔

(۲) سنن أبی داؤد، حدیث نمبر: ۳۲۲۱۔



”رسول اللہ ﷺ جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہوتے تو

فرماتے اپنے بھائی کے لیے استغفار اور اس کے لیے ثابت

قدم کی دعاء کرو، کیوں کہ اس وقت اس سے سوال ہو رہا ہے“

دفن کرنے کے بعد مردہ کے سر کی طرف سورہ بقرہ کا ابتدائی حصہ اور پاؤں کی طرف اس کا

آخری حصہ پڑھنا حدیث سے ثابت ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

”میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، کہ جب تم میں سے

کسی کا انتقال ہو جائے تو اسے روکو نہیں، اور اسے جلدی دفن

کردو، اور اس کے سر کے پاس سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات

(فاتحہ البقرہ) اور پاؤں کی طرف سورہ بقرہ کی آخری

آیات (خاتمة البقرہ) پڑھی جائیں“ (۱)

محدثین کا خیال ہے کہ از روئے تحقیق یہ حضور ﷺ کا ارشاد نہیں ہے، بلکہ حضرت عبد

اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے، (۲) اور صحابی رضی اللہ عنہ کا قول بھی حجت اور دلیل ہوتا ہے، کیونکہ

حضور ﷺ نے اس طریقہ کو درست قرار دیا ہے، جس پر آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہما

ہوں، (۳) اس لیے فقہاء نے بھی تدفین کے بعد سورہ بقرہ کا ابتدائی اور آخری حصہ پڑھنے

کو مستحب قرار دیا ہے۔ (۴)

(۱) مشکوٰۃ المصابیح ۱/۱۴۹، بہ حوالہ: سنن بیہقی، نیز دیکھئے: مجمع الزوائد: ۳/۴۳۲ بہ

حوالہ: طبرانی۔

(۲) سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۳۲۲۱۔

(۳) کنز العمال، حدیث نمبر: ۹۲۸۔ بہ حوالہ: سنن ابن ماجہ، عن ابن عمر رضی اللہ عنہما۔ مرتب۔

(۴) الجوهرة النيرة: ۱/۱۵۸، الدر المختار مع الرد: ۲/۲۳۷۔ محشی۔

## تدفین کے چند مسائل

سوال :- {937} (الف) میت کو دفن کرتے وقت جو

مٹی دی جاتی ہے، کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ دونوں پیروں کے

درمیان سے نہ دے۔

(ب) تدفین کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر جو دعاء کرتے

ہیں، وہ جائز ہے یا نہیں؟

(ج) میت کو دفن کرنے کے بعد کتنی دیر رکنے کے احکام

(رشید احمد خان، بھینسہ)

ہیں؟

جواب :- (الف) قبر پر مٹی ڈالنے کے سلسلہ میں ایسی کوئی تفصیل منقول نہیں ہے کہ

مٹی ڈالنے والا اپنے دونوں پاؤں کے درمیان سے مٹی نہ ڈالے، صرف اس قدر مستحب ہے کہ

دونوں ہاتھ سے لپ بھر مٹی تین بار ڈالی جائے، ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی

ہے کہ حضور ﷺ قبر پر آتے تو قبر کے سرہانے کی طرف سے تین دفعہ قبر پر مٹی ڈالتے، (۱) اس

لیے فقہاء نے قبر کے سرہانے سے مٹی ڈالنے کو مستحب قرار دیا ہے:

”و يستحب حثیه من قبل رأسه ثلاثاً“ (۲)

(ب) تدفین کے بعد قبر پر میت کے لئے دعاء و استغفار بھی مستحب ہے، رسول اللہ ﷺ

جب تدفین سے فارغ ہوتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرماتے: ”اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو، اور

ثابت قدمی کے لیے دعاء کرو، اس لیے کہ اس وقت اس سے سوال کیا جا رہا ہے:

”استغفروا لأخیکم وأستلوا اللہ له التثبیت

(۱) سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۱۵۶۵۔ محشی۔

(۲) الدر المختار علی هامش رد: ۱۳۳/۳۔

## فإنه الآن يُسئل (۱)

چنانچہ فقہاء نے بھی تدفین کے بعد دعاء کو مستحب قرار دیا ہے (۲) دعاء میں چونکہ ہاتھ اٹھانے کی گنجائش ہے اس لیے ہاتھ اٹھا کر دعاء کر سکتا ہے، البتہ دعاء کے وقت قبلہ کی طرف رخ ہو، نہ کہ قبر کی طرف، قبر کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے سے فقہاء نے منع کیا ہے۔ (۳)

(ج) حضرت عمرو بن عاصؓ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے اپنے بچوں سے خواہش کی تھی کہ میری وفات کے بعد میری قبر کے پاس اتنی دیر کھڑے رہو جتنا وقت اونٹ ذبح کرنے اور اس کا گوشت تقسیم کرنے میں لگ سکتا ہے، (۴) اس لئے بعض فقہاء نے اتنی دیر تدفین کے بعد رکنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ (۵)

## رات میں مُردوں کی تدفین

سوال :- {938} رات میں میت کی نماز ادا کرنا اور رات میں دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ایک آبادی کے کچھ لوگ اس مسئلہ میں دو فریق بن گئے، ایک فریق کا کہنا ہے کہ رات میں میت کی نماز پڑھنا اور رات ہی میں دفن کرنا جائز نہیں ہے، یہ اپنے اس دعوے کے ثبوت میں ”کتاب انتخاب صحاح ستہ“ (تحسین و تزئین مولانا امجد العلی صاحب، استاد الحدیث، مدرسہ دینیہ عربیہ مطلع العلوم، رامپور، یوپی) کے حوالہ سے صفحہ:

(۱) سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۳۲۲۱۔

(۲) الدر المختار علی هامش رد: ۱۴۳/۳۔

(۳) الفتاوی الخانیة علی هامش الفتاوی الهندیة: ۱/۱۶۹۔ محشی۔

(۴) ردالمحتار: ۱۴۳/۳۔

(۵) حوالہ سابق۔

۲۱۷، حدیث نمبر: ۶۸۲، پیش فرمائی ہے، دوسرے فریق نے کہا کہ یہ بات بالکل دین میں نئی بات پیدا کرنے کے مترادف ہے کبھی ایسی بات نہ تو سنی گئی اور نہ دیکھی گئی، لہذا حدیث وفقہ کی روشنی میں اس کی وضاحت کی جائے؟  
(عباس علی، سعید آباد)

جواب:- میت کورات میں دفن کرنا بلا کراہت جائز و درست ہے، البتہ دن کو دفن کرنا مستحب ہے، تاکہ زیادہ لوگ اس کے جنازہ کی نماز اور دفن میں شریک ہو سکیں، ”الدر المختار“ میں ہے: ”لایکرہ الدفن لیلاً“ (۱) اور شامی میں ہے: ”والمستحب کونہ نہارا“ (۲) ”اور دن کے وقت دفن کرنا مستحب ہے۔“

امام بخاریؒ نے اس بارے میں ایک باب قائم کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ رات کو دفن کرنا جائز ہے اور اس سلسلہ میں ایک تو یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ رات ہی کو دفن کئے گئے، دوسرے یہ حدیث نقل کی ہے:

”عن ابن عباسؓ قال: صلی النبی ﷺ علی رجل دفن بلیلة قام هو وأصحابه وكان سأل عنه فقال من هذا؟ فقالوا فلان دفن البارحة فصلوا علیہ“ (۳)

”حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھی جو رات کو دفن کر دئے گئے تھے، حضور ﷺ اور ان کے ساتھی (نماز کے لئے) کھڑے ہو گئے

(۱) الدر المختار: ۱/۸۴۷۔

(۲) رد المحتار: ۱/۸۴۷۔

(۳) صحیح البخاری، باب الدفن باللیل، ۱/۶۲۳، ط: مصر، ۱۹۵۳ء۔



اور حضور ﷺ نے پوچھ لیا تھا اور کہا تھا کہ یہ کون ہیں؟ تو لوگوں نے کہا کہ فلان ہیں، جنہیں رات میں دفن کیا گیا، تو ان لوگوں نے اس پر نمازِ جنازہ پڑھی“ اور بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں نقل کی گئی ہے:

”عن ابن عباس ؓ أن رسول الله ﷺ مر بقبر دفن ليلا ، فقال متى دفن هذا ؟ قالوا: البارحة ، قال أفلا اذنتموني ؟ قالوا دفناه في ظلمة الليل فكرهنا أن نوقظك فقام فصففنا خلفه فصلى عليه “ متفق عليه “ (۱)

”حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ ایک شخص کی قبر پر گزرے جو رات کو دفن کیا گیا تھا، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کب دفن کیا گیا؟ اُن لوگوں نے کہا: شبِ گزشتہ، آپ ﷺ نے فرمایا مجھے کیوں نہیں خبر کی؟ لوگوں نے کہا کہ ہم نے رات کے اندھیرے میں دفن کیا، ہم کو اچھا نہیں لگا کہ آپ کو جگائیں، پس حضور ﷺ کھڑے ہو گئے ہم نے حضور ﷺ کے پیچھے صف لگائی اور آپ ﷺ نے نمازِ جنازہ پڑھی۔

رہی وہ حدیث جس کا حوالہ سوال میں دیا گیا ہے، اس میں ناکافی کفن دیا گیا تھا اور اس خیال سے منع فرمایا کہ دن کو زیادہ لوگ شریک ہوتے ہیں، (۲) اسی وجہ سے اگر زیادہ تاخیر کا

(۱) مشکوٰۃ المصابیح: ص: ۱۴۵۔

(۲) سنن ابن ماجہ: حدیث نمبر: ۱۵۲۰، أبواب الجنائز۔ محشی۔

اندیشہ نہ ہو اور زیادہ لوگوں کی شرکت کی امید ہو تو دن کو دفن کرنا مستحب ہے، چنانچہ ”مسلم“ باب فی تحسین کفن المیت“ میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے امام نوویؒ نے لکھا ہے:

”سبب هذا النهی أن الدفن نهارا بحضور كثير من الناس ويصلون عليه ولا يحضره في الليل إلا افراد“ (۱)

”اس کی وجہ یہ ہے کہ دن کو دفن کرنے کے موقع پر زیادہ لوگ شریک ہوں گے، اور نماز جنازہ پڑھیں گے، اور رات کو صرف چند لوگوں کی شرکت ہوگی۔“



## زیارت اور ایصالِ ثواب

### سورۃ ملک کی تلاوت اور ایصالِ ثواب

سوال :- {939} مجھے معلوم ہوا کہ روزانہ سورۃ ملک پڑھنے سے عذابِ قبر نہیں ہوتا، اس لئے میں اسے پڑھنے کا اہتمام کرتی ہوں، لیکن کیا اس کا ثواب مرحوم کے لئے ایصال کر دیا جائے، تاکہ اسے عذابِ قبر نہ ہو، تو کیا مجھے دوبارہ اتنی بار پڑھنا پڑے گا؟  
(ثناء فاطمہ، گلبرگہ)

جواب :- اگر آپ قرآن شریف پڑھیں اور ایصالِ ثواب کریں، تو جتنا ثواب اسے پہنچے گا، کوئی کمی کئے بغیر انشاء اللہ آپ کو بھی پہنچے گا، جو شخص سورۃ ملک پڑھنے کا اہتمام کرتا ہو حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انشاء اللہ وہ عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا۔ (۱)

### مردوں کے لئے قرآن سے ایصالِ ثواب

سوال :- {940} بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن

مجید پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو ایصال کیا جائے تو درست ہے، جبکہ بعض حضرات اس کے خلاف رائے رکھتے ہیں، اس سلسلہ میں حق بات کیا ہے؟ (حفیظ اللہ، نظام آباد)

جواب:- احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تلاوت قرآن کا ثواب مردوں کو ایصال کیا جاسکتا ہے، حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قبرستان سے گزرے اور گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے، اور مردوں کو اس کا ثواب ایصال کر دے، تو قبرستان کے تمام مردوں کے برابر خود اس کو بھی ثواب پہنچے گا، قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں یہ اور اس کے علاوہ اور بھی احادیث ذکر کی ہیں، جن سے مردوں کو تلاوت قرآن کا ثواب پہنچانے کا ثواب ملتا ہے، (۱) چنانچہ امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ قرآن سے ایصالِ ثواب کے قائل ہیں، اور یہی رائے امام غزالیؒ اور بہت سے فقہاء شوافع کی بھی ہے، (۲) اس لئے صحیح یہی ہے کہ قرآن پڑھ کر مردوں کو ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے۔

## ایصالِ ثواب کے لئے مسجد میں کتابیں

سوال:- {941} عام طور پر مسجد میں ایصالِ ثواب کے لئے قرآن مجید کے پارے ہی رکھے جاتے ہیں، حالاں کہ پہلے سے ہی قرآن کے پارے رکھے ہوتے ہیں، تو کیا ایسی صورت میں قرآن ہی دینا بہتر ہے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- اگر مسجد میں قرآن مجید کے پارے نہ ہوں یا ہوں مگر ضرورت سے کم، تو قرآن اور اس کے پارے دینا افضل ہے، اور اگر قرآن کے پارے حسب ضرورت موجود ہوں،

(۱) دیکھئے: تفسیر ﴿وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى﴾ النجم: ۳۹۔

(۲) شیخ زادہ علی بیضاوی: ۴/۳۱۶۔



تو دوسری دینی کتابیں جیسے قرآن کی تفسیر یا احادیث وغیرہ کا مجموعہ ایصالِ ثواب کے طور پر دینا بہتر ہے۔ (۱)

## ایصالِ ثواب کے لئے مسجد میں طہارت خانہ

سوال: {942} ایک مسجد میں طہارت خانہ کی کمی ہے، اس کی تعمیر کرنا چاہتا ہوں، کیا میں اپنے حلال پیسوں سے کسی مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لئے یہ کر سکتا ہوں؟  
(محمد احمد پنیل، بھوانی نگر)

جواب: - طہارت خانہ بھی مسجد کے لئے ایک ضرورت ہے، اس لئے اس کی تعمیر میں بھی انشاء اللہ ضرور ثواب ہوگا، لہذا آپ کسی مرحوم کی طرف سے ایصالِ ثواب کے لئے تعمیر کر سکتے ہیں۔ (۲)

## ایصالِ ثواب کی مختلف صورتیں

سوال: {943} کیا قرآن شریف ختم کرنے کے بعد اس کا ثواب مرحوم کو بخش سکتے ہیں؟ عام طور پر یہاں ایک رواج چل رہا ہے کہ لوگ جو قرآن مجید ختم کرتے ہیں، وہ میت کو بخشنے کے لئے کہتے ہیں، خاص کر مستورات میں یہ بات عام ہے، میں نے تفسیر ابن کثیر میں حسب ذیل آیت اور اس کی اردو تفسیر پڑھی تو میں بھی ایک قسم کی تشویش میں مبتلا

(۱) مجمع الأنهر: ۱/۳۸-مٹھی۔

(۲) والأئمة اتفقوا على أن الصدقة تصل إلى الميت ، وكذلك العبادات المالية كالعتق (فتاویٰ ابن تیمیہ: ۳۰۹/۲۳)

ہو گیا، آخر صحیح عمل کیا ہے؟ تفسیر سورہ نجم مکیہ، پارہ نمبر: ۲۷  
آیت: ۱۶ کی اردو تفسیر ملاحظہ ہو:

”حضرت امام شافعی اور ان کے متبعین نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ قرآن خوانی کا ثواب مردوں کو پہنچایا جائے تو نہیں پہنچتا، اس لئے کہ نہ تو یہ اس کا عمل ہے اور نہ کسب، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا جواز بیان کیا اور نہ اپنی امت کو اس پر رغبت دلائی، نہ انہیں اس امر پر آمادہ کیا، اور نہ تو کسی صریح فرمان کے ذریعہ سے اور نہ کسی اشارہ و کنایہ سے“  
اس لئے بتائیں کہ قرآن مجید پڑھ کر ایصالِ ثواب ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (سید ظہیر الدین، گچی باؤلی)

جواب:- مجموعی طور پر ایصالِ ثواب کی چار صورتیں ہیں:

- (۱) مرحومین کے لئے دعاء، اس کے درست ہونے پر تمام علماء اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے، (۱) اس کی سب سے بڑی دلیل خود قرآن مجید ہے، جس میں اپنے متوفی دینی بھائیوں کے لئے بھی دعاء کرنا سکھایا گیا ہے:

﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِأَخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا  
بِالْإِيمَانِ﴾ (۲)

- (۲) مالی عبادتیں یعنی صدقات اور قربانی وغیرہ کے ذریعہ، اس کے جائز ہونے پر بھی اہل سنت والجماعت کا اجماع و اتفاق ہے، علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:
- ”وَالْأئِمَّةُ اتَّفَقُوا عَلَى أَنَّ الصَّدَقَةَ تَصِلُ إِلَى

(۱) دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ: ۳۰۶/۲۳۔

(۲) الحشر: ۱۰۔ محشی۔

المیت وكذلك العبادات المالية كالعتق“ (۱)

”ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ صدقہ کا ثواب میت کو پہنچتا

ہے، اور ایسے ہی دوسری مالی عبادت کا جیسے غلام آزاد کرنا“

اس سلسلہ میں صریح حدیث موجود ہے:

”ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! میری

والدہ کا انتقال ہو گیا ہے، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ

کروں تو کیا ان کو نفع پہنچے گا؟“ أفینفعها أن أتصدق

عنها“، آپ نے جواب دیا: ہاں!“ (۲)

اسی طرح خود رسول اللہ ﷺ کا اپنی امت کی طرف سے قربانی کرنا ثابت ہے، (۳) ظاہر

ہے کہ یہ بہ طور ایصال ثواب کے ہی تھا۔

(۳) حج کے ذریعہ ایصال ثواب بھی درست ہے، جو مالی عبادت بھی ہے اور بدنی

بھی، آپ ﷺ نے ایک خاتون کو اپنی مرحومہ والدہ کی طرف سے حج کرنے کی اجازت مرحمت

فرمائی ہے، حدیث کی کتابوں میں بہ صراحت و وضاحت اس کا ذکر موجود ہے۔ (۴)

(۴) بدنی عبادت جیسے قرآن، نماز، روزہ، ان کا ثواب پہنچے گا یا نہیں؟

اس میں اہل سنت والجماعت کے ائمہ کے درمیان اختلاف ہے، امام شافعیؒ کے نزدیک

بدنی عبادت کے ذریعہ ایصال ثواب درست نہیں، (۵) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى﴾ (۶) کہ انسان کے لئے وہی ہے جس کو اس نے خود

(۱) فتاویٰ ابن تیمیہ: ۳۰۹/۲۴۔

(۲) سنن نسائی: ۳/۲۔

(۳) سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۹۲۹۲، باب ما يستحب من الضحايا۔ محشی۔

(۴) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۹۲۹، باب ما جاء في الحج عن الميت۔ محشی۔

(۵) رد المحتار: ۱۵۱/۳، ط: مکتبہ زکریا، دیوبند۔ محشی۔

(۶) النجم: ۳۹۔ محشی۔

کیا ہے، اور حنفیہ و حنابلہ اور مالکیہ کے نزدیک بدنی عبادات کے ذریعہ بھی ایصالِ ثواب جائز ہے، (۱) اور اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ ایمان کے بارے میں انسان کا اپنا عمل ہی مفید ہے، باپ کا ایمان کافر بیٹے، یا بیٹے کا ایمان کافر باپ کے لئے مفید نہیں۔ (۲)

ان حضرات کی نگاہ احادیث پر ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں مرحوم کی طرف سے اس کے ولی کے روزہ رکھنے کا حکم نبوی ﷺ منقول ہے: ”من مات و علیہ صیام، صام عنه ولیہ“ (۳) ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے مردہ پر سورہ یٰسین پڑھنے کو فرمایا، ”إقروا أعلی موتاکم یسین“ (۴)

”ایک صاحب نے آپ ﷺ سے استفسار کیا کہ میں اپنے والدین کے ساتھ ان کی زندگی میں حسن سلوک کیا کرتا تھا، اب کس طرح حسن سلوک کر سکتا ہوں؟ ارشاد فرمایا: مرنے کے بعد حسن سلوک یہ ہے کہ اپنی نماز کے ساتھ ساتھ ان دونوں کے لئے بھی نماز پڑھو، اور اپنے روزہ کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کے لئے بھی روزہ رکھو: ”أَنْ تَصْلِيَ لَهَا مَعَ صَلَاتِهِ، وَأَنْ تَصُومَ لَهَا مَعَ صَوْمِكَ“ (۵)

مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پٹی نے تفسیر مظہری میں آیت: ﴿وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى﴾ (۶) کی تفسیر میں اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے، اور ایصالِ ثواب سے متعلق روایات

(۱) الدر المختار مع الرد: ۵۲/۳، کتاب الجنائز، ط: مکتبہ زکریا، دیوبند۔ محشی۔

(۲) موارد الظمان: ص: ۱۸۳، ط: المکتبۃ العلمیۃ، بیروت۔ محشی۔

(۳) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۹۵۲، باب من مات و علیہ الصوم۔

(۴) مجمع الزوائد: ۲/۷، ط: دار الفکر۔ محشی۔

(۵) سنن الدار قطنی، الفتح الربانی: ۱۰۱/۸۔ محشی۔

(۶) النجم: ۳۹۔



کو جمع فرمایا ہے، (۱) چونکہ عبادات بدنہ سے ایصالِ ثواب کے ثبوت پر بہ کثرت روایات منقول ہیں، اس لیے اکثر شوافع محققین نے بھی اس مسئلہ میں حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کی رائے کو قبول کیا ہے۔ (۲)

غرض کہ عام طور پر اہل سنت والجماعت کے نزدیک دعاء، بدنی عبادت، مالی عبادت، و مرکب بدنی و مالی عبادت سب سے ایصالِ ثواب درست ہے، خاتم الفقہاء علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

”بأن للإنسان أن يجعل ثواب عمله لغيره  
صلوة أو صوماً أو صدقة أو غيرها هو مذهب  
أهل السنة و الجماعة“ (۳)  
”انسان کے لئے یہ درست ہے کہ اپنے عمل نماز یا روزہ یا  
صدقہ یا اس کے علاوہ کا ثواب دوسرے کے لئے کر دے،  
اہل سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے“

البتہ آج کل پیسے لے کر آیت کریمہ اور ختم قرآن کا جو طریقہ مروج ہو گیا ہے، یا دعوت کی وجہ سے قرآن پڑھ کر ایصالِ ثواب کی جو صورت رواج پا گئی ہے، یہ درست نہیں، یہ تو گویا آیات قرآنی کو فروخت کرنے کے مترادف ہے، علامہ شامیؒ نے خوب نکتہ کی بات کہی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ جب آدمی پیسے لے کر قرآن پڑھے تو اس کا یہ عمل اخلاص سے خالی ہونے کی وجہ سے خود ہی باعثِ ثواب باقی نہیں رہا، اور جب یہ عمل باعثِ اجر ہوا ہی نہیں تو دوسروں کو کیوں کر اس کا ثواب پہنچایا جاسکتا ہے، (۴) ایسی باتوں سے بچنا چاہئے۔ و بالله التوفیق وهو المستعان۔

(۱) تفسیر مظہری: ۱۱۳/۱۱۔ محشی۔

(۲) شیخ زادہ علی بیضادی: ۳/۳۱۶۔ محشی۔

(۳) رد المحتار: ۱۵۱/۳۔

(۴) حوالہ سابق: ۹/۷۷۔ محشی۔

## قرآن مجید سے ایصالِ ثواب اور حدیث

سوال: - {944} سنا ہے کہ رمضان المبارک میں کلام پاک پڑھ کر مرخوم کو بخشا جائے، لیکن بعض حضرات اس پر اعتراض کرتے ہیں، صحیح بات کیا ہے؟ اس کی رہنمائی کیجئے؟  
(سید ضیاء الرحمان، نرسا پور)

جواب: - احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تلاوتِ قرآن کا ثواب مردوں کو ایصال کیا جاسکتا ہے، حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ

”آپ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص قبرستان سے گزرے اور گیارہ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے اور مردوں کو اس کا ثواب ایصال کر دے، تو قبرستان کے تمام مردوں کے برابر خود اس کو بھی اس کا ثواب پہنچے گا“ (۱)

اور حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ”قبرستان میں سورۃ یسین پڑھی جائے تو اللہ تعالیٰ مردوں سے عذاب کو ہلکا کر دیں گے“ (۲)

یہ اور اس طرح کے روایات ہیں، جن سے مردوں کو تلاوتِ قرآن کے ذریعہ ثواب پہنچانے کا ثبوت ملتا ہے، (۳) چنانچہ امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ قرآن سے ایصالِ ثواب کے قائل ہیں، اور یہی رائے امام غزالیؒ اور بہت سے فقہاء شوافع کی بھی ہے۔ (۴) اس

(۱) کشف الخفاء: ۳۸۲/۲ - ط: دار الإحياء التراث العربی - محشی۔

(۲) التفسیر المظہری: ۱۲۹/۹، ط: مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ - محشی۔

(۳) دیکھئے: تفسیر: ﴿وَإِنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى﴾ (النجم: ۳۹)

(۴) شیخ زادہ علی بیضاوی: ۴/۳۱۶۔

لئے صحیح یہی ہے کہ قرآن پڑھ کر مردوں کو ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے۔  
(راقم سطور نے اپنی تالیف قاموس الفقہ جلد اول کے اخیر  
میں اس پر ایک گونہ تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔)

## قرآن مجید سے ایصالِ ثواب کی دلیل

سوال: {945} مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لئے  
کیا قرآن شریف پڑھا جاسکتا ہے، براہ کرم حدیث کے ذریعہ  
جواب دیں۔ (حافظ محمد عبدالقدیر، یا قوت پورہ)

جواب: - انسان کو اصل اجر تو اپنے اعمال کا پہونچتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے  
انسان کو دوسروں کے اعمال کا اجر بھی پہونچاتے ہیں، دعاء اور صدقہ دوسرے کے حق میں نافع  
ہونے اور اس کا ثواب پہنچنے پر تو اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے ہی، جمہور اہل سنت کے  
نزدیک قراءت قرآن اور دوسری بدنی عبادتوں کا ثواب بھی پہونچتا ہے یہی بات حدیث سے  
معلوم ہوتی ہے، حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”سورہ یسین قرآن کا قلب ہے، جو شخص اس کو اللہ تعالیٰ کی  
رضا اور آخرت کے لئے پڑھے گا اس کی مغفرت ہوگی، نیز تم  
اس سورت کو اپنے مردوں پر پڑھا کرو“۔ (۱)

”ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے  
والدین زندہ تھے تو میں ان کے ساتھ حسن سلوک کیا کرتا تھا،  
اب ان کی وفات ہوگئی، تو اب میں ان کے ساتھ کس طرح  
سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا: ”اپنی نماز کے ساتھ ان

دونوں کیلئے نماز پڑھو، اور اپنے روزوں کے ساتھ ان دونوں کے لیے روزہ رکھو، ”أَنْ تَصْلِيَ لَهَا مَعَ صَلَاتِكَ ، وَأَنْ تَصُومَ لَهَا مَعَ صِيَامِكَ“ (۱)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو قبرستان میں داخل ہو، وہ ”سورہ فاتحہ“، ”قل ھو اللہ أحد“ اور ”الھکم التکاثر“ پڑھے اور کہے کہ میں نے اس پڑھے ہوئے کلام کا ثواب اہل قبرستان مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے کر دیا، تو وہ لوگ اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سفارشی ہونگے“

”من دخل المقابر ثم قرأ فاتحة الكتاب و قل ھو اللہ أحد و الھکم التکاثر ، ثم قال إني جعلت ثواب ما قرأت ألع“ (۲)

”حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو قبرستان میں داخل ہو اور سورہ یسین پڑھے، تو اللہ تعالیٰ ان سب یعنی قبرستان میں مدفون لوگوں سے عذاب کو ہلکا کر دیتے ہیں اور اس کے لئے ان تمام لوگوں کے برابر نیکیاں ہوتی ہیں“ (۳)

”ابن الجلاح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے صاحب زادگان سے فرمایا: جب تم لوگ مجھے میری

(۱) سنن الدار قطنی ، الفتح الربانی : ۱۰۱/۸۔

(۲) تفسیر مظہری : ۱۲۹/۹۔

(۳) حوالہ سابق۔



قبر میں داخل کرو، تو قبر میں رکھتے ہوئے کہو: ”بسم اللہ و  
 علیٰ سنۃ رسول اللہ“، پھر مٹی ڈال دو اور میرے  
 سرہانے سورۃ بقرہ کا ابتدائی اور آخری حصہ پڑھو، کیوں کہ  
 میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے کہ وہ اس  
 عمل کو پسند فرماتے تھے۔ ”واقرؤا عند رأسی أول  
 البقرۃ و خاتمها، فإنی رأیت ابن عمر رضی اللہ عنہ  
 یستحب ذالک“ محدثین نے اس کی سند کو معتبر و مقبول  
 مانا ہے“ (۱)

حقیقت یہ ہے کہ قرآن اور بدنی عبادتوں کے ذریعہ ایصالِ ثواب حدیث سے ثابت ہے  
 اور یہی ائمہ اربعہ میں امام ابو حنیفہ، امام مالک اور احمد کی رائے ہے اور فقہاء شوافع میں سے بھی  
 بہت سے لوگ اسی کے قائل ہیں، البتہ پیشہ وارانہ طریقہ پر پیسے لے کر قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں  
 اور اس کا ثواب نہیں پہنچتا، کیوں کہ ثواب تو ایسے عمل پر ہوتا ہے جس میں اخلاص ہو، جو عمل اخلاص  
 سے خالی ہو وہ خود لائقِ ثواب نہیں، اور جو عمل خود ہی لائقِ ثواب نہ ہو اس کا ثواب دوسروں کو کیوں  
 کر ایصال کیا جاسکتا ہے؟ یہی بات مشہور فقیہ علامہ شامی نے لکھی ہے۔ (۲)

## شوہر کے لئے ایصالِ ثواب

سوال:- {946} جب شوہر کے انتقال کے بعد بیوی  
 سے رشتہ ٹوٹ جاتا ہے، تو بیوی ایصالِ ثواب کیسے کر سکتی ہے  
 جب کہ شوہر سے رشتہ ہی نہیں رہتا ہے؟  
 (جیلانی بیگم، قاضی پورہ)

(۱) دیکھئے: الفتح الربانی: ۸/۱۰۱۔

(۲) رد المحتار: ۹/۷۷۔ محشی۔

جواب:- موت کی وجہ سے رشتہ نکاح کا ختم ہو جانا بھی ایک راحت ہے، غور کیجئے اگر شوہر کے انتقال کے بعد بھی عورت کا رشتہ نکاح اس سے باقی رہے تو پھر اس کو ہمیشہ تہجد کی زندگی گزارنی پڑے گی، اور دوسرے نکاح کی گنجائش نہ ہوگی، کیونکہ ایک عورت بیک وقت دو مردوں کے نکاح میں نہیں رہ سکتی، البتہ ایصال ثواب کے لئے رشتہ کا باقی رہنا ضروری نہیں، ایصال ثواب تو ہر مسلمان کلمہ گو کے لئے ہے۔

### چہلم اور دہم سے پہلے چونا ڈالنا

سوال:- {947} زید اور بکر دونوں سگے بھائی ہیں، زید کا ایک نابالغ لڑکے کا۔ جس کی عمر چار سال تھی۔ انتقال ہو گیا، بکر اپنا ایک نیا مکان تعمیر کروا رہا تھا، زید کی بیوی کو یہ معلوم ہوا کہ بکر اپنے نئے مکان کو چونا ڈالوانے والا ہے، تو اس نے کہا کہ میرے بچے کا چہلم ہونے کے بعد نئے مکان کو چونا ڈالنا، زید کے لڑکے کا انتقال ہوئے تقریباً پندرہ دن ہو چکے تھے، تو کیا بکر اگر اپنے مکان کو چونا کروا ڈالے تو اس کا یہ عمل حکم شریعت کے خلاف ہوگا؟ (محمد شرف الدین قریشی، رحمت نگر)

جواب:- ایصال ثواب تو حدیث سے ثابت ہے، اور فقہاء اس کے قائل ہیں، لیکن اس کے لیے چالیسویں دن کی ہی تخصیص درست نہیں، اس لیے اہل علم نے کسی دن اور تاریخ کے متعین کرنے کو منع کیا ہے، مشہور محدث و فقیہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

”قول أصحاب المذهب إنه يكره اتخاذ الطعام

في اليوم الأول و الثالث و بعد الأسبوع“ (۱)

”اصحاب مذہب نے کہا ہے کہ وفات کے پہلے اور تیسرے

دن اور ایک ہفتہ کے بعد ضیافت کا اہتمام مکروہ ہے“

موت کے بعد کسی خاص مدت تک مکان کو چونا نہ ڈالنا، یا اس کو برا سمجھنا قطعاً غلط، نیز غیر

شرعی رسم و رواج اور ہندوانہ طور و طریقہ کی پیروی ہے، ایسی من گھڑت باتوں سے بچنا چاہئے۔

## مطلقہ بیوی کے لئے ایصالِ ثواب اور قبر کی زیارت

سوال (948) :- میرے دوست نے اپنی بیوی کو ایسی

حالت میں طلاق دی، جب کہ ہوش و حواس میں نہیں تھی، چند

دنوں بعد بیوی کا انتقال ہو گیا، میرے دوست چاہتے ہیں کہ

ان کی مزار کی زیارت کریں، کیا وہ ایسا کر سکتے ہیں؟

(محمد اقبال احمد، سکندر آباد)

جواب :- کسی شدید شرعی عذر کے بغیر طلاق دینا سخت گناہ ہے، اور وہ بھی ایسی حالت

میں جب کہ بیوی ہوش و حواس میں بھی نہ ہو، یہ نہایت ہی ناشائستہ حرکت اور گناہ ہے، اس لئے

اولاً تو آپ کے دوست کو استغفار کرنا چاہئے، جہاں تک مرحومہ کی قبر کی زیارت اور ان کے لئے

ایصالِ ثواب کی بات ہے تو یہ کر سکتے ہیں، کیوں کہ ایصالِ ثواب تو کسی بھی مسلمان کے لئے کیا

جاسکتا ہے، اور قبر کی زیارت کسی بھی مسلمان کے لیے جائز ہے، (۱) طلاق کی وجہ سے رشتہ نکاح

تو ختم ہوتا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ اسلامی اخوت کا رشتہ ختم نہیں ہوتا۔

## سویم، دسواں وغیرہ

سوال (949) :- ایصالِ ثواب کا شرعی حکم اور صحیح طریقہ

کیا ہے، زیارت، سویم، دسواں، چالیسواں اور سالانہ فاتحہ کرنا

جائز ہے یا نہیں؟ بعض رشتہ داروں کے پاس سے ایسی دعوتیں آتی ہیں، اگر شریک نہ ہوں تو ناراضگی کا سبب ہوتا ہے، اس سلسلہ میں ہمیں کیا کرنا چاہئے تاکہ بغیر کسی کو ناراض کئے ان کو صحیح احکام کی روشنی میں مطمئن کر سکیں؟

(خواجہ معین الدین، تالاب کٹہ)

جواب:- ایصال ثواب کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ کوئی بدنی، مالی عبادت کی جاوے یا قرآن مجید پڑھا جائے، اور دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ اس کا اجر مرحوم کو عطاء کر دے، (۱) ایصال ثواب کا یہی طریقہ سنت سے ثابت ہے، زیارت دسویں، چالیسویں اور سالانہ فاتحہ وغیرہ کی دین میں کوئی اصل نہیں ہے، (۲) اور چونکہ یہ دعوتیں ایک بدعت پر مبنی ہیں، اس لئے ان میں شرکت درست نہیں ہے، ایسے موقع پر اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو شریعت کے احکام سے مطلع کرنا

(۱) مولانا احمد رضا خان بریلوی اپنی کتاب ”جلی الصوت“ میں لکھتے ہیں کہ ”یعنی میت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کئے جاتے ہیں، سب مکروہ و ممنوع ہیں۔ اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ اس دعوت کا کھانا بھی منع ہے۔ (جلی الصوت: ص: ۳)

”ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث و بعد الأسبوع“ (شامی: ۶۰۳/۱ ط: نعمانیہ)، ”وتکرہ الضیافۃ من أهل المیت: لأنها شرعت فی السرور لا فی الشرور وہی بدعة مستقبحة“ (مراقی الفلاح، ص: ۳۳۹)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی سفر السعادة ۲۷۳ میں لکھتے ہیں: ”اما این اجتماع مخصوص روز سوم و ارتکاب تکلفات دیگر و صرف اموال بے وصیت از حق یتامی بدعت است و حرام“  
حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پٹی اپنے وصیت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:  
”بعد یوم رسوم دنیوی مثل دہم و ہستم و ششماہی و بر سینی بیج کہ رسول اللہ ﷺ زیادہ از سہ روز ماتم کردن جائز نہ داشتہ اند و حرام ساخته اند“ (مالا بدمنہ، ص: ۱۶۰۔)

(۲) ”ویقرأ ینسین ... ثم یقول اللهم أوصل ثواب ما قرأناہ إلی فلان“ (رد المحتار: ۶۰۵/۱، مطلب فی زیارة القبور)



چاہئے اور شائستہ طریقہ پر شرکت سے معذرت کر دینا چاہئے، زندگی میں ایسے بہت سے مواقع آئے ہیں، جب ہم محض کسی اختلاف و نزاع کے باعث لوگوں کے تقریبات میں شرکت نہیں کرتے ہیں، پھر یہ کتنی عجیب بات ہے کہ ذاتی مسائل میں ہم اتنے حساس ہوں اور خدا کے دین اور شریعت کے معاملہ میں ہمارے اندر کوئی غیرت نہ ہو۔

## غیر مسلم والدین کے لئے استغفار

سوال :- {950} اگر کسی کے والدین غیر مسلم ہوں اور کفر کی حالت ہی میں ان کا انتقال ہوا، لیکن ان کی اولاد کو ایمان لانے کی توفیق ہوئی، تو کیا وہ اپنے غیر مسلم والدین کے لئے ایصالِ ثواب کر سکتا ہے؟

(ابو قمر صدیقی، سمری، بختیار پور، محمد ابراہیم رئیس، نظام آباد)

جواب :- ثواب پہنچانا یا استغفار کرنا صرف مسلمان ہی کے لئے جائز ہے، کافر و مشرک کے لئے جائز نہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴾ (۱)

”نبی اور ایمان والوں کے لئے روا نہیں کہ یہ ظاہر ہو جانے کے بعد بھی کہ مشرکین دوزخی ہیں ان کے لئے دعاء کریں، گو وہ ان کے قرابت دار ہوں“

اس لئے کافر والدین کے لئے نہ استغفار جائز ہے اور نہ ایصالِ ثواب۔

## تدفین سے پہلے قرآن کے ذریعہ ایصالِ ثواب

سوال: - {951} تدفین سے پہلے میت کی مغفرت

کے واسطے قرآن مجید پڑھنا کیسا ہے؟

(محمد ریاض احمد، وجئے نگر کالونی)

جواب: - ایصالِ ثواب کے لئے قرآن مجید تدفین سے پہلے بھی پڑھا جاسکتا ہے،

اس میں کچھ حرج نہیں، البتہ بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ چوں کہ موت کی وجہ سے انسان ایک

درجہ میں ناپاک ہو جاتا ہے اور غسل دینے کے بعد پاک ہوتا ہے، اس لئے جب تک مردہ کو

غسل نہیں دیا جائے، میت کے پاس بیٹھ کر قرآن نہ پڑھا جائے، ”تکْرَهُ الْقِرَاءَةَ عِنْدَهُ

حَتَّى يَغْسَلَ“۔ (۱)

## غیر مسلموں کے لئے ایصالِ ثواب

سوال: - {952} آج کل یہ رسم چل پڑی ہے کہ کوئی

بڑا لیڈر مر جاتا ہے تو اس کی آخری رسومات پر یا اس کی برسی

اور جنم دن کے موقع پر مذہب کی کتابوں کی تلاوت کر کے ان

کی آتما کو شانتی پہنچانے کی تقریب منعقد کی جاتی ہے اور چن

چن کرایے لوگوں کو بلاتے ہیں جو اپنے فرقے میں بااثر اور

دیندار سمجھے جاتے ہیں، کیا کسی غیر مسلم کے حق میں ایصال

ثواب کے لئے قرآن کی تلاوت درست ہے؟ براہ کرم تفصیلی

جواب دیں: کیوں کہ یہ رسم عام ہونے کے باوجود اس پر دینی

حلقوں کی جانب سے کوئی احتجاج یا فتویٰ سامنے نہیں آیا ہے۔

(عبدالمعید، ہمایوں نگر)

جواب:- اسلام کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ایک شخص جو کفر میں مرتا ہے وہ خدا کا باغی ہے اس لحاظ سے وہ یقیناً اس لائق ہے کہ اس سے بے تعلقی برتی جائے، یہ بے تعلقی، بے مروتی اور نارواداری نہیں، بلکہ وفا شعارى اور انصاف کا تقاضا ہے، ہم دن رات دیکھتے ہیں کہ ملکوں اور حکومتوں کے باغیوں کو سزائے موت دی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ہمدردی ایک طرح کی غداری باور کیا جاتا ہے، پس رب کائنات سے تمام انسانوں کا جو رشتہ بندگی ہے، اس کا تقاضا ہے کہ ایسے شخص کو معاشرہ کا باغی تصور کیا جائے اور اس سے بے تعلقی برتی جائے، اسلام نے اسی لئے دنیا میں گو عام انسانی رشتہ کے تحت ایسے لوگوں کے ساتھ مواسات کا حکم دیا ہے، لیکن آخرت جو صرف اہل ایمان کے لیے ہے اور جس کی ملکیت کو اللہ تعالیٰ نے مکمل طور پر اپنے لیے مخصوص کر لیا ہے اور اپنے آپ کو ”مالک یوم الدین“ کہا ہے، اس میں کسی قسم کی رواداری کی گنجائش نہیں رکھی گئی۔

خود رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں اس کی دو نہایت واضح مثالیں ملتی ہیں: ایک مثال حضرت ابوطالب کی ہے، جو آپ ﷺ کے چچا بھی تھے اور محسن و محافظ بھی، لیکن ایمان ان کے لیے مقدر نہیں تھا، آپ ﷺ نے ان کے لیے دعاء مغفرت کی تو ارشاد باری ہوا:

﴿ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا

لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا

تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴾ (۱)

”نبی اور اہل ایمان کے لیے روا نہیں کہ مشرکین کے لیے یہ

بات ظاہر ہو جانے کے بعد کہ وہ دوزخی ہیں، دعاء استغفار

کریں، گو وہ قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں“

علامہ قرطبیؒ نے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

”فان الله لم يجعل للمؤمنين أن يستغفروا  
للمشركين فطلب الغفران مما لا يجوز“ (۱)  
”اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لیے یہ جائز نہیں رکھا ہے کہ  
مشرکین کے لیے استغفار کریں، پس مشرک کے لیے دعاء  
مغفرت جائز نہیں“

دوسری مثال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس المنافقین عبداللہ بن ابی پر نماز جنازہ پڑھی  
جو بظاہر اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا، حالانکہ وہ باطن میں ایمان سے محروم تھا، اس موقع سے بھی  
ارشادِ خداوندی ہوا:

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّتَّ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ  
عَلَى قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَ  
هُمْ فَسِقُونَ﴾ (۲)

”ان میں سے مرنے والوں پر آپ کبھی بھی نماز نہ پڑھیں،  
اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہوں کہ ان لوگوں نے اللہ اور اس  
کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور بحالتِ فسق رہے ہیں“  
مشہور مفسر علامہ آلوسیؒ نے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:

”والمراد من الصلاة المنهى عنها صلوة الميت  
المعروفة وهي متضمنة للدعاء والاستغفار و  
الاستشفاع“ (۳)

(۱) الجامع لأحكام القرآن ۶/۸۷۳۔

(۲) التوبة: ۸۳۔

(۳) روح المعانی: ۱۵۵/۱۰۔



”جس نماز سے منع کیا گیا ہے، اس سے مراد نمازِ جنازہ ہے

اور یہ دعاءِ استغفار اور شفاعت کو بھی شامل ہے“

اس لیے غیر مسلموں کے لیے استغفار، ایصالِ ثواب قرآن پڑھنا وغیرہ جائز نہیں، اور یہ

رسم نہایت قبیح اور شرعی نقطہ نظر سے غلط اور قطعاً نادرست ہے۔

## بہترین ایصالِ ثواب

سوال :- {953} مرحومین کے ایصالِ ثواب کے لئے

بہترین اور باعث قبولیت اعمال کیا ہیں؟

(منا، نظام آباد)

جواب :- اکثر فقہاء کے نزدیک ”بدنی عبادت“ نماز، روزہ، تلاوتِ قرآن اور ”مالی

عبادت“ یعنی صدقہ، قربانی کے ذریعہ مُردہ کو ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے، (۱) البتہ ایصالِ ثواب

کا زیادہ بہتر طریقہ صدقہ ہے، کیونکہ صدقہ سے ایصالِ ثواب کے درست ہونے پر اہل سنت

والجماعت کا اتفاق ہے، پھر صدقہ میں بھی ایک ایسا صدقہ ہے جس کا اثر اور نفع کم وقت تک محدود

ہوتا ہے، جیسے: کسی کو کھانا کھلا دینا۔

صدقہ کی بعض صورتیں ایسی ہیں کہ ان کا نفع دیر پا ہوتا ہے، اسے صدقہ جاریہ سے تعبیر

کیا گیا ہے، یہ ایصالِ ثواب کا سب سے بہتر طریقہ ہے، جیسے: مسجد یا مدرسہ تعمیر کر دینا، کنواں

کھودوانا، وغیرہ، رسول اللہ ﷺ سے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ ان کی والدہ کا

انتقال ہو گیا ہے اور وہ ان کی طرف سے کچھ کرنا چاہتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے کنواں کھودوانے

کا مشورہ دیا، (۲) تو ایسے صدقات کے ذریعہ ایصالِ ثواب جس کے نفع کا دائرہ وسیع ہو، اور زیادہ

دنوں تک لوگ اس سے فائدہ اٹھاسکیں، سب سے افضل طریقہ ہے۔

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ: ۱۵۱/۳۔

(۲) مسندِ امام أحمد بن حنبل، حدیث نمبر: ۲۲۳۵۵۔ محشی۔

## ہائے! یہ قرآن فروشی

سوال:- {954} بعض حفاظ کئی قرآن مجید مکمل پڑھ کر ذخیرہ کے طور پر رکھ لیتے ہیں، جب کسی کا انتقال ہو جاتا ہے، تو ورثاء ان سے رجوع ہوتے ہیں، اور مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن پاک پڑھ کر بخشے کی درخواست کرتے ہیں، تب یہ حفاظ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس کئی قرآن مجید پڑھے ہوئے ہیں، آپ پانچ سو روپے، ہزار روپے دے کر ایک قرآن مجید بخشوا لیجئے، کیا یہ عمل جائز ہے؟

(محمد عبدالحلیم، محبوب آباد)

جواب:- قرآن مجید سے ایصالِ ثواب درست ہے، حدیثوں سے ثابت ہے، (۱) اور اس لئے اکثر فقہاء اس کے قائل ہیں، (۲) لیکن آپ نے جو صورت ذکر کی ہے، یہ نعوذ باللہ قرآن فروشی ہے نہ کہ ایصالِ ثواب، جب قرآن کی تلاوت کا معاوضہ لے لیا گیا، تو اس میں اخلاص باقی نہیں رہا، اور جو عمل اخلاص سے خالی ہو وہ باعثِ ثواب نہیں، پھر جب قرآن کی تلاوت کرنے والوں کا عمل بجائے خود باعثِ ثواب نہیں ہے تو وہ دوسروں کو کس طرح ثواب کا ایصال کر سکتے ہیں؟ جب کوئی عمل بجائے خود اجر و ثواب کا باعث ہو، جب ہی دوسروں کو اس کا ثواب پہنچایا جاسکتا ہے، اس لئے جو صورت آپ نے لکھی ہے وہ قطعاً نادرست ہے، اس سے مردہ کو ثواب بھی نہیں پہنچے گا اور یہ رقم قرآن کی تلاوت کرنے والے کے لئے بھی حرام ہوگی۔

(۱) "أن رسول الله ﷺ قال: من دخل المقابر فقرأ سورة "يسين" خفف الله عنهم، وكان له بعد من دفن فيها حسنات" عن أنس ؓ، (اعلاء السنن، حدیث نمبر: ۲۳۲۲، باب استحباب زیارة القبور عموماً و زیارة قبر النبی ﷺ خصوصاً و ما یقرأ فیها) محشی۔

(۲) رد المحتار: ۱۵۲/۳-۱۵۱-محشی۔

## زندہ کو ایصالِ ثواب

سوال:- {955} (الف) اگر دینی کام ہو جیسے دینی

اجتماع، ذکر، گشت وغیرہ تو کیا مرحومین کو اس کا ثواب پہنچایا

جاسکتا ہے؟ (ب) کیا زندہ لوگوں کو بھی ان افعال کا ثواب

پہنچا سکتے ہیں؟ (محی الدین، جگہ نامعلوم)

جواب:- (الف) اہل سنت والجماعت کے نزدیک ایک شخص اپنے عمل کا ثواب

دوسرے کو پہنچا سکتا ہے اور یہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے، البتہ ایسے اعمالِ صالحہ کا ایصالِ ثواب

کرنا چاہئے جو مخصوص ہیں، اور براہِ راست قرآن و حدیث سے ثابت ہیں، نیز بجائے خود مقصود

ہیں، جیسے: نماز، تلاوتِ قرآن ذکر وغیرہ، وہ اعمالِ صالحہ جو مخصوص نہیں ہیں مستند ہیں، ایسے

اعمال کا ایصالِ ثواب حدیث یا سلفِ صالحین کی صراحتوں سے ثابت نہیں۔

(ب) ایصالِ ثواب مردوں کی طرح زندوں کو بھی ہو سکتا ہے، علامہ شامی "البحر

الرائق" کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں:

"من صام أو صلی أو تصدق وجعل ثوابه لغيره

من الأموات والأحياء جاز ویصل ثوابها إليهم

عند أهل السنة و الجماعة وبهذا علم أنه لا فرق

بین أن یكون المَجْعُول له میتا أو حیا" (۱)

"جس نے روزہ رکھا، یا نماز پڑھی، یا صدقہ کیا اور اپنا ثواب

کسی اور زندہ یا مردہ کے لئے کر دیا تو جائز ہے اور اہل سنت

والجماعت کے نزدیک ان کو اس کا ثواب پہنچ جائے گا، اس

سے معلوم ہوا کہ جس کو ایصالِ ثواب کیا جائے اس کے زندہ اور مردہ ہونے میں کوئی فرق نہیں۔“

## قرآن مجید کی بعض سورتوں سے ایصالِ ثواب

سوال: - {956} خصوصاً ہر روز میرا معمول ہے کہ فجر سے قبل سورہ یٰسین، سورہ ملک، سورہ مزمل اور منزل پڑھ کر ان کا ثواب پیارے نبی ﷺ اور اہل بیت کو پہلے بخش کر اپنے والدین، مرحوم رشتہ داروں اور دوستوں کو بخشا ہوں اور شروع میں درود شریف بھی پڑھتا ہوں، کیا شرعاً میرا یہ عمل درست ہے؟ (محمد غوث الدین قدیر، کریم نگر)

جواب: - اکثر ائمہ اہل سنت کے نزدیک قرآن مجید سے ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے، اس لیے جو صورت آپ نے لکھی ہے وہ درست ہے، علامہ شامیؒ فرماتے ہیں: ”جب قبرستان میں داخل ہو تو سورہ یٰسین پڑھے، کیوں کہ حدیث میں ہے کہ جو قبرستان میں داخل ہو اور سورہ یٰسین پڑھے، اللہ تعالیٰ ان سے اس دن عذاب کو ہلکا کر دیتے ہیں اور جتنے لوگ قبرستان میں مدفون ہیں، پڑھنے والے کے لیے ان کے برابر نیکیاں ہوتی ہیں، نیز شرح لباب میں ہے کہ قرآن میں سے جو پڑھنا آسان ہو وہ پڑھ لے، سورہ فاتحہ، مفلحون تک سورہ بقرہ کا ابتدائی حصہ، آیت الکرسی، سورہ بقرہ کا آخری رکوع، سورہ یٰسین اور سورہ ملک ... پھر کہے: اے اللہ! ہم نے جو کچھ پڑھا، اس کا ثواب فلان شخص



یا فلاں فلاں اشخاص کو پہنچا دیجئے۔“ (۱)

لہذا آپ کا رسول اللہ ﷺ اور دوسرے بزرگوں اور اہل تعلق کو ایصالِ ثواب کرنا درست ہے، اور یہ خود آپ کے لیے بھی باعثِ ثواب ہے، البتہ اسے ضروری اور لازم نہ سمجھ لیں کہ جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے واجب نہ قرار دیا ہو، اسے واجب کا درجہ دینا درست نہیں۔

## قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا

سوال: {957} قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا

کیسا ہے؟ کیا اس کی اجازت ہے؟

(محمد ریاض احمد، وجے نگر کالونی)

جواب: - جو بات حدیث سے ثابت نہ ہو، قبر کے پاس اس کا کرنا مکروہ ہے اور حدیث

سے دو باتیں ثابت ہیں: قبر کی زیارت اور قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعاء کرنا:

”ویکرہ عند القبر ما لم یعهد من السنة و

المعہود فیہا لیس إلا زیارۃ والدعاء عنده

قائمًا“ (۲)

آپ سے قبر کے پاس جنت البقیع میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بھی ثابت ہے:

”حتى جاء البقیع فقام فأطال القيام ثم رفع

یدیہ ثلاث مرات“ (۳)

اس لئے قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی جاسکتی ہے، البتہ ہاتھ اٹھاتے وقت اپنا رخ

قبلہ کی طرف رکھے نہ کہ کسی قبر کی طرف۔

(۱) رد المحتار: ۳/۱۵۱، باب صلاة الجنازة - محشی۔

(۲) الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۶۹۔

(۳) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۹۷۳۔

## قبرستان میں دعاء کا طریقہ

سوال:- {958} قبرستان میں صاحب قبر کے لئے دعاء مشرق کی طرف رخ کر کے پڑھی چاہئے یا قبلہ کی طرف؟  
(محمد امان، سدہی پیٹ)

جواب:- فتاویٰ عالمگیری میں قبر کی زیارت کا ادب یہ بتایا گیا ہے کہ قبرستان میں داخل ہونے کے بعد جوتے نکال دے، پھر صاحب قبر کی طرف متوجہ ہو کر کہے:  
”السلام علیکم یا اهل القبور یغفر اللہ لنا و  
لکم أنتم لنا سلف و نحن بالآثر“ (۱)  
”اے اصحاب قبور! اللہ تعالیٰ ہمیں بھی معاف کر دے اور  
تمہیں بھی، آپ ہم سے پہلے جانے والے لوگ ہیں، اور ہم  
لوگ بھی آپ کے پیچھے آنے والے ہیں“

پھر جب صاحب قبر کے لئے دعاء کرنی ہو، تو اس طرح دعاء کرے کہ پشت قبر کی جانب  
ہو اور چہرہ قبلہ کی طرف۔ (۲)

## قبر پر سورۃ ملک دم کر کے پانی ڈالنا

سوال:- {959} ایک سال پہلے ہماری والدہ کا انتقال  
ہوا اور میں ہر جمعہ ۳۱ مرتبہ سورۃ ملک پڑھ کر پانی پر دم کر کے  
والدہ کی قبر پر ڈالنے کے لیے کسی کو دیتی ہوں، ایسا کرنا جائز

(۱) الجامع للترمذی: ۲۰۳/۱، أبواب الجنائز، باب ما یقول الرجل إذا دخل المقابر، عن ابن عباس ؓ۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ: ۳۵۰/۵، باب فی زیارة القبور۔

ہے یا نہیں؟ کیا سورہ ملک کی تلاوت کرنے سے عذاب قبر کم ہوتا ہے؟ بعض لوگوں نے مجھ سے کہا کہ صرف پانی ایک قبر پر نہیں بلکہ اس قبرستان کی تمام قبروں پر ڈالنا ہوگا، جب کہ ایسا کرنا بہت مشکل ہے، صحیح مسئلہ کی رہنمائی فرمائیں۔  
(رضیہ سلطانہ، ہاگر گہ روڈ)

جواب:- روایات میں سورہ ملک کی بہت فضیلت آئی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن میں تیس آیتوں پر مشتمل ایک سورہ ہے، جو انسانوں کے لیے خدا کے حضور شفاعت کرتی ہے، تا آنکہ اس کی مغفرت کر دی جائے، اور وہ سورہ ملک ہے،

”إِنَّ سُورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ ثَلَاثُونَ آيَةً ، شَفَعَتْ  
لِرَجُلٍ حَتَّى غُفِرَ لَهُ ، وَ هِيَ سُورَةُ تَبَارَكَ الَّذِي  
بِيَدِهِ الْمَلِكُ “ (۱)

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سورہ کے بارے میں فرمایا: یہ عذاب قبر سے روکنے اور نجات دلانے والی ہے:

” هِيَ الْمَانِعَةُ ، هِيَ الْمُنْجِيَةُ ، تَنْجِيهِ مِنْ عَذَابِ  
الْقَبْرِ “ (۲)

اس لیے سورہ ملک کا پڑھنا اور اس کا ثواب مرحومین کو پہنچانا فائدہ مند ہے، لیکن اس سورہ کو پڑھ کر پانی پر دم کر کے قبر وغیرہ پر ڈالنا درست نہیں، اس سے نہ مرحوم کو ثواب ہوگا، نہ خود آپ کو، بلکہ اسے شرعی طریقہ سمجھ کر کرنا تو بدعت اور باعث گناہ ہے، رسول اللہ ﷺ نے زندہ پر تو

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۲۸۹۱۔ محشی۔

(۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۲۸۹۰۔ محشی۔

دم فرمایا ہے، (۱) لیکن مردہ یا قبر پر دم کرنا آپ ﷺ سے ثابت نہیں، اس لیے آپ قرآن مجید اور سورہ ملک کی تلاوت کر کے والدہ کے لیے ایصال ثواب کیا کریں۔

## عورت کا قبرستان سے گزرنا

سوال :- {960} میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ عورت کا قبرستان میں جانا ممنوع ہے لیکن میری مجبوری یہ ہے کہ میں مدرسہ کو جاتی ہوں تو راستہ میں قبرستان ملتا ہے میرا گزر وہیں سے ہوتا ہے، تو میرا اس طرح قبرستان سے گزرنا اسلامی نقطہ نظر سے کیسا ہے؟ (صنوبر ثریا، جوگی پیٹ)

جواب :- حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اپنے بھائی حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی قبر پر آنا اور زیارت کرنا ثابت ہے، (۲) لیکن چونکہ خواتین عام طور پر اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ پاتیں اور جزع و فزع میں مبتلا ہو جاتی ہیں، اس لئے ازراہ احتیاط علماء نے خواتین کو قبرستان جانے سے منع کیا ہے، لیکن یہ ممانعت زیارت قبر کی نیت سے قبرستان جانے کی ہے، قبرستان سے خواتین کے گزرنے میں کوئی قباحت نہیں، اس لئے آپ قبرستان سے گزر کر مدرسہ جاسکتی ہیں۔

(۱) "کان رسول اللہ ﷺ إذا مرض أحد من أهله نفث عليه بالمعوذات، فلما مرض مرضه الذي مات فيه جعلت أنفث عليه و أمسحه بيد نفسه؛ لأنها كانت أعظم بركة من يدي" عن عائشة رضي الله تعالى عنها، (صحيح البخاري، حديث نمبر: ۵۷۱۳) محشی۔

(۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۱۰۵۵۔



## خواتین کا قبر کی زیارت

سوال: - {961} کیا خواتین اپنے عزیز مرحومین، شوہر، والدین یا دوسرے رشتہ داروں کی قبروں پر جاسکتی ہیں؟  
(محمد کلیم احمد، رنگ روڈ)

جواب: - رسول اللہ ﷺ نے ابتداءً قبر کی زیارت سے منع فرمایا تھا، بعد کو آپ ﷺ نے مرد و عورت کی تفریق کئے بغیر زیارت قبر کی اجازت مرحمت فرمادی، تاکہ لوگ اس سے آخرت کو یاد کرنے کا ذریعہ بنائیں: ”كنت نهيتكم عن زيارة القبور، فزوروها“ (۱) اب بعض فقہاء کے نزدیک اس اجازت میں عورتیں بھی شامل ہیں، شمس الائمہ سرخسیؒ نے اسی کو ترجیح دیا ہے، (۲) ام المؤمنین سیدنا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی قبر کی زیارت کرنا بھی ثابت ہے، (۳) اس لیے عورتوں کو اپنے اعزہ کے قبر کی زیارت جائز ہے، لیکن جزع و فزع سے بچنا ضروری ہے، اور یہ بھی کہ اگر غیر محرم کے قبیل سے ہو تو ستر کا ویسا ہی خیال رکھیں جیسا کہ زندگی میں خیال رکھا جاتا ہے۔

”و كيفية الزيارة كزيارة ذلك الميت في حياته من القرب و البعد“ (۴)

”ام المؤمنین سیدنا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ روضہ شریف میں جب سرکارِ دو عالم ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کی قبریں تھیں، میں بے تکلف کپڑے کا

(۱) مسند أحمد، عن أبي بريدة، حدیث نمبر: ۱۲۴۰۔

(۲) الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۳۵۰۔

(۳) حاشیۃ جامع المسانید و السنن: ۳۵۹۰/ حدیث نمبر: ۱۶۱۵۔ محشی۔

(۴) الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۳۰۵۔

زیادہ خیال کیے بغیر جایا کرتی تھی، لیکن جب حضرت عمرؓ کی روضہ میں تدفین ہوئی، تو چوں کہ وہ غیر محرم تھے، اس لیے اچھی طرح کپڑوں کا اہتمام کر کے زیارت کے لیے جاتی تھی“ (۱)



## قبروں سے متعلق احکام

### قبر کی قیمت

سوال :- {962} آج کل بہت سے قبرستانوں کے  
نگران کار دو گز زمین کے لئے ہزاروں روپے نذرانے کے  
طور پر مانگتے ہیں، اسکے بغیر قبر کی جگہ نہیں دیتے، تو کیا اس  
طرح رقم لینا اور دینا درست ہے؟ (محمد آصف، لام، کنفور)

جواب :- اگر کوئی شخص اپنی مملوکہ زمین میں تدفین کے لئے پیسہ لے تو گنجائش

ہے، (۱) کیونکہ اپنی ملکیت فروخت کی جاسکتی ہے، لیکن جو قبرستان وقف ہے ان کو فروخت کرنا  
اور کسی نام سے قبر کے پیسے وصول کرنا جائز نہیں (۲) اور اس وقت جو مقامات قبرستان کے طور پر

(۱) ”سئل فی وقف لہ ناظر و متول ہل لأحدہم التصرف بلا علم الآخر؟“

أجاب : لا يجوز ، والقیم و المتولی و الناظر فی کلامہم بمعنی واحد “ (رد  
المحتار : ۶/۶۸۳، مطلب لیس للمشرق التصرف) محشی۔

(۲) سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۷۵۳، باب فضل الجہاد فی سبیل اللہ - محشی۔

استعمال ہوتے ہیں وہ سب کے سب وقف ہی ہیں، اس لئے متولیوں کو ایسے گناہ کے کام سے بچنا چاہئے کہ یہ رشوت اور باطل طریقہ پر لوگوں کا مال کھانا ہے، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دے۔

## قبروں کو پختہ بنانا اور کتبہ لگانا

سوال :- {963} قبروں کو پختہ بنا کر اس پر کتبہ لگایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ کے قبور جو پختہ اور گنبدوں کی شکل میں ہیں اور اس میں بعض جگہ قرآنی آیات وغیرہ لکھے ہیں، ان کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟ (ریاض الحق، منگلور)

جواب :- قبر کو پختہ بنانے کی حضور ﷺ نے ممانعت فرمائی ہے، (۱) اس لئے یہ بالکل جائز نہیں ہے، صرف سادہ پتھر امتیاز کے لئے لگایا جاسکتا ہے، کتبہ نصب کرنا مکروہ ہے، (۲) بزرگوں کی قبر پر جو گنبد تعمیر کردئے گئے ہیں، وہ سب خلافِ شرع ہیں، اور خود ان بزرگوں نے اس کو پسند نہیں کیا ہے۔

(۱) مشکوٰۃ شریف : ص: ۱۳۸۔

”وفی الجامع الصغیر للسیوطی، نہی رسول اللہ ﷺ أن یقعد علی القبر وأن یجصص أو یبنی علیہ“ (۲/۶۸۷)۔ ”ولا نری أن یزاد علی ما خرج منه ونکره أن یجصص أو یطین، أن النبی ﷺ نہی عن تربیع القبور و تجصیصها“ (کتاب الآثار لإمام محمد: ص: ۹۶)۔

مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی اپنی کتاب ”زبدۃ الذکیہ“ صفحہ ۶۵ پر لکھتے ہیں، قبر کے اوپر چٹائی کرنا یا قبر پر بیٹھنا یا اس کی طرف نماز میں منہ کرنا سب منع ہے۔

(۲) ”نہی النبی ﷺ أن یکتب علی القبر شیئاً“، رواہ ابن ماجہ، وحاکم فی المستدرک، کلاهما عن جابر حدیث صحیح (الجامع الصغیر للسیوطی: ۲/۶۸۷)۔



## قبر میں حضور ﷺ کے بارے میں سوال

سوال :- {964} میرے مطالعہ میں یہ بات آئی ہے کہ میت کی تدفین کے بعد اس سے تین سوالات کئے جائیں گے، (۱) من ربك؟ (تیرا رب کون ہے؟) (۲) ما دینك؟ (تیرا دین کیا ہے؟) (۳) من نبیک؟ (تیرے نبی کون ہیں؟) مگر ہمارے یہاں ایک صاحب نے کہا کہ قبر میں دو ہی سوالات کئے جائیں گے، تیرا رب کون ہے اور تیرا دین کیا ہے؟ تو کیا ہمارے پیغمبر ﷺ کے بارے میں سوال نہیں ہوگا؟

(محمد وقار الدین، مشیر آباد)

جواب :- آپ کے مطالعہ میں جو بات آئی ہے وہ درست ہے، قبر میں رب، دین، نبی تینوں کے بارے میں سوالات کئے جائیں گے، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں تینوں سوالات کی تفصیل مذکور ہے، (۱) البتہ حضور ﷺ سے متعلق جو سوال ہوگا اس کے الفاظ کسی قدر مختلف ہیں، بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو فرشتے آئیں گے، مردہ کو بیٹھائیں گے اور استفسار کریں گے، تم اس شخص ’محمد‘ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ مؤمن کہے گا کہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے بندے اور اللہ کے رسول ہیں، فرشتے اسے دوزخ دکھائیں گے، جس سے اسے نجات دی گئی، پھر جنت میں اس کے مقام کا دیدار کرائیں گے، کافر اور منافق اس سوال کے جواب میں کہیں گے کہ جو لوگ کہتے تھے وہی میں بھی کہہ دیتا تھا، ”كنت أقول ما يقول الناس“ اس سے کہا جائے گا کہ نہ تم نے خود سمجھ داری

(۱) سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۴۷۵۳، عن براء بن عازب رضی اللہ عنہ، باب المسئلة في القبر وعذاب القبر۔

سے کام لیا اور نہ ہی سمجھ داروں کی پیروی کی، "لا دریت ولا تلیت" (۱) یہ اور اس طرح کی اور بھی روایات ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا۔

## حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر کہاں ہے؟

سوال:- {965} میں نے کئی صاحبان سے سنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مزار شریف کا کوئی پتہ نہیں، انتقال کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کو ایک سائنڈنی کی پیٹھ پر ڈال کر جنگلوں کی طرف روانہ کر دیا گیا، کیا یہ صحیح ہے؟ (فرمین محمد خان، چند رائن گٹھ)

جواب:- علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں محققین کی رائے ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ پر نماز جنازہ پڑھائی، اور کوفہ کے "دار الإیمارہ" میں آپ رضی اللہ عنہ کی تدفین عمل میں آئی، یہ جو بعض حضرات نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی نعش مبارک سواری پر رکھی گئی، اور وہ اسے لے کر چلی گئی، پھر پتہ نہیں چلا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی نعش کہاں گئی، مشہور محقق اور مؤرخ علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ

"فقد أخطأ و تكلف ما لا علم به ولا يقبله عقل ولا شرع" (۲)

"یہ غلط اور لاعلمی پر مبنی بات ہے، جسے نہ عقل قبول کرتی ہے، اور نہ شرع"

## کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر افغانستان میں ہے؟

سوال:- {966} افغانستان کے شمال میں واقع ایک

(۱) صحیح البخاری: ۱/۱۷۸۔

(۲) البدایہ والنہایہ: ۴/۳۲۰۔

اہم شہر مزار شریف سے متعلق ایک ٹی وی چینل میں بتایا گیا کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مزار مقدس ہے، اس روضہ پر ازبک کمانڈر رشید دوستم کو حاضری دیتے اور کامیابی کے لئے دعا مانگتے ہوئے دکھایا گیا، مزار شریف میں واقع روضہ کی حقیقت کیا ہے؟ براہ کرم معلومات سے آگاہ فرمائیے۔  
(محمد مجیب اللہ خان، یوسف، سید علی گوڑہ)

جواب:- سیدنا حضرت علیؑ کی تدفین کہاں ہوئی؟ اس سلسلہ میں اہل علم اور مؤرخین کے بیان میں کافی اختلاف رائے پایا جاتا ہے، اہل تشیع نجف کو آپؑ کا مدفن قرار دیتے ہیں، لیکن علماء اہل سنت نے اس کو بے اصل قرار دیا ہے، اہل یوں بھی کوفہ میں شہادت اور نجف میں تدفین سمجھ میں نہیں آتی، علماء اہل سنت کے بیان میں اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن ابن جریرؒ اور ابن کثیرؒ نیز دوسرے محققین کی رائے ہے کہ آپؑ کی تدفین کوفہ ہی میں ”دار الإمارة“ کے پاس ہوئی ہے، یہ بات خود اہل بیت میں سے امام جعفر صادقؑ سے بھی مروی ہے، چونکہ خوارج اپنی بددینی کی وجہ سے اہل بیت اور صحابہؓ کے بدترین دشمن تھے، اور انہوں نے ہی حضرت علیؑ کو شہید کیا، اس لئے آپؑ کے اہل خاندان حضرت حسنؑ، حضرت حسینؑ، حضرت محمد بن حنفیہؑ وغیرہ کا خیال تھا کہ کہیں یہ بددین اپنے بغض میں آپؑ کی قبر شریف کو کھود نہ ڈالیں، اس لئے قبر کی جگہ کو مخفی رکھا گیا اور اس کی زیادہ تشہیر سے اجتناب برتا گیا، (۱) اس لئے مزار شریف میں حضرت علیؑ کی قبر کا ہونا بے اصل بات ہے، نہ عقل اس کو تسلیم کرتی ہے اور نہ تاریخ۔

## قبر میں شہداء سے سوال و جواب

سوال:- {967} کیا قبر میں شہداء کرام سے منکر و نکیر کا

سوال و جواب ہوگا؟ (محمد نصیر عالم سبیلی، جالے، دربھنگہ)

جواب:- سوال و جواب ہوگا، بلکہ علامہ سعد الدین تفتازانیؒ نے لکھا ہے کہ حضرات

انبیاء کرام سے بھی سوال ہوگا، (۱) البتہ سوال میں بھی ان کی عظمت کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ (۲)

ویسے ملا علی قاریؒ کی رائے ہے کہ انبیاء، بچوں اور شہداء سے قبر میں سوال نہیں ہوگا:

”واستثنیٰ من عموم سوال القبر أنبیاء علیہ

السلام و الأطفال و الشهداء ، ففي صحيح

مسلم أنه علیہ السلام عن ذلك فقال: ”کفی

ببارقة السيوف شاهداً“ (۳)

## قبرستان میں آگ لگانا

سوال:- {968} یہاں پر ایک مسجد کے بازو میں

قبرستان ہے، جس میں قبروں پر برسات میں گھاس اگتی ہے،

اور وہ کسی کو گتہ پر دی جاتی ہے، اور گھاس کٹ جاتی ہے، اس کے

بعد بھی تھوڑی گھاس بچ جاتی ہے، یا گھاس کٹ جانے کے بعد

ڈنڈے بچے رہتے ہیں، اگر اسے ایسا ہی چھوڑ بھی دیا جائے تو

سوکھ کر مٹی میں مل جاتی ہے، لیکن یہاں جلادیا جاتا ہے جس

سے قبروں پر بھی آگ لگ جاتی ہے اور قبروں پر جلنے کے

نشان کئی ہفتوں، بلکہ مہینوں تک رہتے ہیں، کیا ایسا کرنا شرعا

جائز ہے؟ (امیر مرزا، نلکنڈہ)

(۱) قال السيد أبو شجاع: ”ان للصبيان سوالا وكذا للأنبياء عليه السلام عند

البعث“ شرح عقائد: ۹۹۔

(۲) حوالہ سابق

(۳) شرح فقہ اکبر: ص: ۱۴۸۔



جواب:- قبر پر آگ جلانا مکروہ ہے، عمرو بن العاصؓ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے قریب بہ مرگ اپنے صاحبزادے سے کہا کہ جب میری موت ہو تو کسی نوہ خواں کو اور آگ کو ساتھ نہ لانا، اس سے استدلال کرتے ہوئے حافظ ابن حجرؒ وغیرہ نے قبر پر آگ جلانے کو منع کیا ہے، (۱) فقہاء حنفیہ میں علامہ طحاویؒ وغیرہ نے تو صراحت کی ہے کہ قبر میں آگ میں پکی ہوئی اینٹ بھی استعمال نہیں کرنی چاہئے۔ (۲)

## جس کی قبر نہ ہو، اس پر عذاب قبر

سوال:- {969} عذاب قبر کے تعلق سے سنتے ہیں

کہ قبر میں مردہ سے سوال و جواب ہوگا اور مردہ فرشتوں کو جواب دے گا، جس آدمی کی قبر ہی نہ ہو یا پانی میں غرق ہو گیا ہو، یا کسی آدمی کو درندہ اور شیر وغیرہ نے کھا لیا ہو، تو ایسی صورت میں کیا ہوگا؟ (سید افروز احمد علوی، کشن باغ)

جواب:- اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عذاب قبر اور سوال و جواب وغیرہ کا تعلق ان لوگوں سے بھی ہے جو پانی میں غرق ہو گئے ہوں یا جن کو جانوروں نے کھا لیا ہو۔

”إن الغريق في الماء والمأكول في بطون

الحيوانات و المصلوب في الهواء يعذب وإن لم

نطلع عليه“ (۳)

در اصل عذاب قبر کا لفظ ایک اصطلاحی لفظ ہے اور قبر سے صرف زمین کا گڑھا مراد نہیں

ہے، بلکہ عالم دنیا اور عالم آخرت کا درمیانی وقفہ مراد ہے جس کو عالم برزخ کہا جاتا ہے، انسانی

(۱) سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۳۱۷۱، باب في اتباع الميت بالنار۔

(۲) دیکھئے: حاشیہ طحاوی: ص: ۳۵۶۔

(۳) شرح عقائد نسفی: ص: ۱۰۰۔

جسم خواہ ذرات کی شکل میں ہو، عالم برزخ میں روح سے اس کا ربط اس حد تک برقرار رکھا جاتا ہے کہ وہ آرام و تکلیف کو محسوس کر سکے، خواہ وہ کسی درندہ کے پیٹ میں ہو، یا پانی میں، یا زمین میں مدفون ہو، اور ظاہر ہے کہ زمین میں بھی انسان کا سالم جسم تو بہت دنوں باقی نہیں رہتا بلکہ جسم کے ذرات مٹی کا حصہ بن جاتے ہیں، اس لئے عذاب قبر کے سلسلہ میں اگر یہ اعتراض ہو کہ انسانی جسم باقی نہیں رہتا تو یہ اعتراض تو زمینی قبر کے بارے میں بھی کیا جاسکتا ہے، اس لئے یہ اعتراض درست نہیں۔

## حساب و کتاب سے پہلے ہی عذاب قبر کیوں؟

سوال: - {970} میرے بعض ساتھی کہتے ہیں کہ قبر میں عذاب کی بات درست نہیں، کیونکہ قرآن میں اس کا کوئی ذکر نہیں، نیز جب ابھی نیکی اور بدی کا فیصلہ ہی نہیں ہوا، تو عذاب دینا کیسے درست ہو سکتا ہے؟

(انگریزی میں دستخط غیر واضح)

جواب: - (الف) یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ قرآن مجید میں عذاب قبر کا ذکر نہیں، آل فرعون جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ غرقاب کئے گئے تھے، ان کا بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ

السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ (۱)

”یہ صبح و شام آگ پر پیش کئے جا رہے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا کہ آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو۔“

اس آیت میں فی الحال جس عذاب کا ذکر ہے، ظاہر ہے کہ اس سے قبر و برزخ کا عذاب

مراد ہے۔

(ب) عذاب قبر دراصل عذاب آخرت کی تمہید ہے، آخرت میں حساب و کتاب محض

اتمامِ حجت کے لئے ہے نہ کہ یہ جاننے کے لئے کہ کون عذاب کا مستحق ہے اور کون نہیں؟ کیونکہ

اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات پہلے سے موجود ہے کہ فی الواقع کون عذاب کا مستحق ہے اور کون نہیں

؟ اللہ تو عالم الغیب ہیں، وہ مخلوق کے انجام کو جاننے کے لئے حساب و کتاب کے محتاج نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ قبر میں عذاب کے مسئلہ پر بکثرت صحیح و صریح احادیث موجود ہیں، اس پر اہل سنت

والجماعت کا اجماع ہے اور اس کا انکار گمراہی میں داخل ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

## کافر کی روح اور اس پر عذاب قبر کا مسئلہ

مولانا: {971} اگر کافر انسان مر جائے تو اسے جلا

دیا جاتا ہے، ایسے شخص کی روح اللہ کے پاس جاتی ہے یا نہیں؟

اور اس پر قبر کا عذاب کس طرح ہوتا ہے؟

(محمد آصف، عادل آباد)

جواب:۔ جوں ہی انسان کی موت واقع ہوتی ہے، اس کی روح نکل جاتی ہے، بلکہ

موت نام ہی روح نکلنے کا ہے، نیکوں کی روح ”علیین“ میں اور بروں کی ”سجین“ میں چلی

جاتی ہے، پھر انسان کی لاش دفن کر دی جائے یا جلا دی جائے، یا سمندر میں ڈال دی جائے، یا

ریزہ ریزہ کر دی جائے، یا یوں ہی محفوظ کر دی جائے، ہر حالت میں اس پر عالم برزخ شروع

ہو جاتا ہے، عالم برزخ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے روح اور جسم کے درمیان ایک نا دیدہ اور ان

دیکھا تعلق قائم رہتا ہے، دنیا میں اس کا ادراک نہیں کیا جاسکتا، لیکن آج کل تمثیلات سے اس کو

سمجھا جاسکتا ہے، غور کیجئے کہ ٹی وی اسٹیشن اور ٹی وی کے درمیان یا ریڈیو اسٹیشن اور ریڈیو کے

درمیان کوئی محسوس رابطہ نہیں، لیکن برقی لہروں کی مدد سے ایک جگہ کے مناظر دوسری جگہ نہایت



سہولت سے دیکھے جاسکتے ہیں، جب انسان ایسی ایجادات کو وجود میں لاسکتا ہے، تو خالق کائنات کے لئے روح اور جسم کے ذرات کے درمیان رابطہ استوار کرنا کیا دشوار ہے؟ روح اور جسم کے اسی رابطہ کی وجہ سے راحت و کلفت اور ثواب و عذاب کا احساس ہوتا ہے، اس لئے ایسا نہیں ہے کہ لاش جلا دینے کی وجہ سے انسان اللہ کی گرفت کے دائرہ سے باہر نکل آئے۔

## میدان حشر میں بندوں کو کس نسبت سے پکارا جائے گا؟

سوال: - {972} محشر میں بندوں کو ماں کی نسبت

سے پکارا جائے گا یا باپ کی نسبت سے؟ اگر ماں کی نسبت سے

پکارا جائے گا تو اس کا کیا سبب ہے؟ (محمد ساجد، کئوٹ)

جواب: - بعض روایات میں میدان حشر میں ماں کے نام سے اولاد کے پکارنے

جانے کا ذکر آیا ہے، (۱) اور اہل علم نے اس کی حکمت یہ لکھی ہے کہ جوڑ کے زنا سے پیدا

ہوئے ہیں، اس میں ان کا ستر ہے، (۲) نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس میں رعایت بھی مقصود

ہے کہ آپ علیہ السلام کی پیدائش بغیر باب کے ہوئی تھی، (۳) لیکن صحیح و معتبر روایات سے معلوم

ہوتا ہے کہ قیامت میں بھی لوگ اپنے والد ہی کے نام سے پکارے جائیں گے، چنانچہ حضرت

ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”تدعون يوم القيامة بأسماءكم وأسماء آبائكم“

”فأحسنوا اسمائكم“ (۴)

(۱) دیکھئے: حاشیہ نمبر ۷/ سنن أبي داؤد: ۶۷۶/۲ - محشی۔

(۲) حوالہ سابق، اور اس کے لیے دیکھئے: شیخ دہلوی کی ”لمعات“

(۳) دیکھئے: حاشیہ نمبر ۷/ سنن أبي داؤد: ۶۷۶/۲، اور اس کے لیے دیکھئے: شیخ دہلوی کی

”لمعات“

(۴) سنن أبي داؤد: ۶۷۶/۲ - محشی۔



”تم لوگ قیامت کے دن اپنے اور اپنے والد کے نام سے  
پکارے جاؤ گے، اس لئے اپنا نام بہتر رکھو“

## منحث کا حشر

سوال :- {973} مرد و عورت کے علاوہ خنثی کا قیامت  
میں کیا حشر ہوگا؟ کیا ان سے بھی سوال ہوگا؟ اور وہ بھی جنت  
اور دوزخ میں داخل کئے جائیں گے؟ یا ان کو مٹی بنا دیا جائے  
گا؟ (م، ش، زید، لا تور)

جواب :- خنثی بھی انسان ہی ہیں، وہ بھی مردوں اور عورتوں کی طرح احکام شریعت  
کے مکلف ہیں، البتہ جیسے مردوں و عورتوں کے احکام میں فرق ہے، اسی طرح خنثی کبھی مرد کے حکم  
میں ہوتے ہیں اور کبھی عورتوں کے، اور کبھی مرد و عورت کے ملے جلے احکام جاری ہوتے ہیں،  
اور جو بھی احکام شریعت کا مکلف ہے، حساب و کتاب اور ثواب و عقاب ان سے متعلق ہوگا، اس  
لئے آخرت میں خنثی کے ساتھ بھی حساب اور جزاء کا معاملہ ہوگا۔

## کیا خودکشی کرنے والا ہمیشہ دوزخ میں رہے گا؟

سوال :- {974} اگر کوئی مسلمان مرد یا عورت خودکشی  
کر لے تو کیا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا؟ (محمد امجد، نلکنڈہ)

جواب :- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر مومن جنت میں داخل ہوگا، خودکشی  
کی وجہ سے آدمی دائرہ ایمان سے باہر نہیں نکلتا، اس لئے انشاء اللہ خودکشی کرنے والا بھی اپنے  
جرم کی سزا چکھنے کے بعد جنت میں داخل ہوگا۔



## متفرق مسائل

### شہید اور اس کا اجر

سوال :- {975} کس طرح کی موت مرنے والے شخص کو شریعت میں شہید کہا جاتا ہے، کیا شہید واقعی جنتی ہوگا؟  
(محمد ادریس مرزا، ٹولی چوکی)

جواب :- شہید کے جنتی ہونے کا ذکر متعدد آیتوں اور حدیثوں میں موجود ہے، (۱) شہید کی دو قسمیں ہیں، ایک حقیقی شہید، جو دنیا کے حکم اور آخرت کے اجر و ثواب دونوں پہلوؤں سے شہید ہوں، یہ وہ لوگ ہیں جو دین کی سر بلندی و حفاظت یا جان و مال اور عزت و آبرو کے بچاؤ میں مار ڈالے جائیں اور ان کی موت برسر موقع واقع ہو جائے، زخمی کئے جانے اور وفات پانے کے درمیان انہیں اسباب دنیا سے نفع اندوز ہونے کا موقع نہ ملا ہو، (۲) چنانچہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے راوی ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۱) سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۲۷۵۳، باب فضل الجہاد فی سبیل اللہ - محشی۔

(۲) رد المحتار: ۶۷۲/۱، مکتبہ رشیدیہ - کوئٹہ - محشی۔

”جو اپنے مال کی حفاظت میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے، جو اپنے اہل و عیال کی حفاظت میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے، جو اپنی جان کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے، اور جو اپنے دین کی حفاظت میں مارا جائے وہ بھی شہید ہے“ (۱)

ایسے شخص کو اس کے خون کے ساتھ بغیر غسل کے دفن کر دیا جائے گا، جو شخص انہیں اسباب کی وجہ سے مارا جائے لیکن اس کی موت برسر موقع نہ ہوئی، یا وہ پیٹ کی بیماری، پلگ وغیرہ سے مر جائے اس کو بھی حدیث میں شہید کہا گیا ہے، وہ حکم دنیا کے اعتبار سے شہید نہیں ہے، عام مردوں ہی کی طرح اسے غسل و کفن دیا جائے گا، (۲) لیکن انشاء اللہ آخرت میں اسے شہیدوں کی طرح اجر و ثواب حاصل ہوگا، ایسے شہداء میں آپ ﷺ نے اور بھی کئی لوگوں کو شمار فرمایا ہے۔ (۳)

## شہادت اور دین

سوال :- { 976 } شہید کے سارے گناہ معاف

کردئے جاتے ہیں، کیا شہید کا قرضہ بھی معاف ہو جاتا ہے، یا پھر ورثہ کے ذمہ واجب الاداء ہوتا ہے؟

(قاری ایم ایس خان، اکبر باغ)

جواب :- شہادت کی وجہ سے امید ہے کہ حقوق اللہ سے متعلق گناہ معاف ہو جائیں گے، لیکن بندوں سے متعلق جو حقوق ہیں وہ شہادت یا کسی اور نیکی کی وجہ سے معاف نہیں ہوتے، دین بھی ایسے ہی حقوق میں سے ہے، چنانچہ حدیث سے یہ بات صراحتاً معلوم ہوتی ہے

(۱) سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۴۷۷۲۔

(۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۱۰۶۳، باب ماجاء في الشهداء من هم محرر۔

(۳) حوالہ سابق۔

کہ شہادت کے باوجود انسان دین کی ذمہ داری سے بری الذمہ نہیں ہوتا، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ”یغفر للشہید کل ذنب إلا الدین“ (۱)

## شہید کون ہے؟

سوال :- {977} کیا فساد میں مرنے اور سانپ کے کاٹنے، یا پانی میں بہہ جانے، یا آگ میں جل جانے والے شہید کہلائیں گے؟ (واجد علی خان، بھینہ)

جواب :- بعض مرحومین وہ ہیں جو غسل وغیرہ کے احکام میں بھی شہید سمجھے جائیں گے، اور اجر و ثواب کے اعتبار سے بھی، جیسا کہ اگر کسی شخص کو فساد میں قتل کر دیا گیا، اور اسے زخمی ہونے اور مرنے کے درمیان دنیا کی کسی چیز سے مستفید ہونے کا موقع نہیں ملا جس کو فقہ کی اصطلاح میں ”ارتثاٹ“ کہتے ہیں، (۲) ایسا شخص دنیوی احکام کے اعتبار سے بھی شہید ہے، اور آخرت میں انشاء اللہ اسے شہادت کا اجر بھی ملے گا، بعض حضرات وہ ہیں کہ جن کو آخرت میں شہادت کا اجر ملے گا، لیکن دنیا میں ان کا حکم شہیدوں کا سا نہیں، یعنی انہیں بغیر غسل کے دفن نہیں کیا جائے گا، جیسے: پانی میں ڈوب کر اور آگ میں جل کر مرنے والوں کو آپ ﷺ نے اسی میں شمار کیا ہے، (۳) البتہ حدیث میں سانپ گزیدہ شخص کا ذکر نہیں۔

## شہداء پر سوگ

سوال :- {978} قرآن مجید میں شہداء کے بارے میں آیا ہے کہ ہم نے مؤمنین کی جان و مال جنت کے عوض

(۱) صحیح مسلم: ۱۳۵/۲

(۲) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۶۸، کتاب الجنائز - محشی۔

(۳) مشکوٰۃ المصابیح، عن جابر بن عتیق ؓ: ۱/۲۳۱۔



خرید لی ہے، اس سودے پر خوشی مناؤ، پھر کیا ان کی موت پر غم  
منانے کا جواز ہے؟ (مقصود یمانی، حیدر آباد)

جواب:- یہ صحیح ہے کہ قرآن مجید نے کہا ہے کہ نہ صرف شہداء بلکہ تمام ہی مسلمانوں کی جان و مال کو اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلہ خرید لیا ہے، ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر نفع کا سودا کیا ہو سکتا ہے کہ فانی جان و مال کا سودا جنت کی لافانی نعمتوں سے ہو، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس سودے پر خوش ہو جاؤ ﴿فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ﴾ (۱) اس لئے یہ صحیح ہے کہ انجام کے اعتبار سے ایمان و اسلام پر موت اور بالخصوص شہادت کی موت ایک مؤمن کے لئے مژدہ جان فزا ہے، لیکن چونکہ پسمانگان کو فطری طور پر اپنے عزیز و اقارب کی جدائی کا رنج ہوتا ہے، اور اس فطری رنج و تکلیف سے انبیاء بھی مستثنیٰ نہیں؛ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اپنے عام رشتہ داروں کی موت پر تین دنوں تک اور شوہر کی موت پر اس کی بیوہ کو چار مہینہ دس دنوں تک سوگ کی اجازت دی ہے، بشرطیکہ شرعی حدود کے اندر ہو، سینہ کو بی، بال نوچنا، اپنے رخساروں پر مارنا وغیرہ اس مدت کے اندر بھی روا نہیں، اور حدیث میں صراحتاً ان باتوں سے منع کیا گیا ہے، (۲) خود حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر آپ ﷺ نے اس طرح اظہار رنج نہیں فرمایا، حالانکہ دشمنان اسلام کے ہاتھوں بہت ہی بے دردی کے ساتھ ان کی شہادت کا واقعہ پیش آیا تھا، (۳) اس لئے شہداء کا حکم بھی اس مسئلہ میں دوسرے وفات پانے والے مسلمانوں کا سا ہے کہ شہادت کے بعد تین دنوں سے زیادہ سوگ جائز نہیں۔ (۴)

(۱) التوبة: ۱۱۱-محشی۔

(۲) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۲۹۶، کتاب الجنائز - محشی۔

(۳) سیرت حلبیہ اردو: ۱۹۸/۴ - محشی۔

(۴) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۶۷ - محشی۔

## اظہار افسوس کے لئے سیاہ کپڑے

سوال :- {979} کیا اپنے کسی رشتہ دار کی موت پر اظہار افسوس کے لئے سیاہ کپڑ پہنتا جائز ہے؟  
(محبیب الرحمان، چنچل گوڑہ)

جواب :- اسلام نے فطری حدود میں غم و افسوس کے اظہار کی اجازت دی ہے، حالانکہ چیخ کر رونا اور آہ و واہی کرنا اسلام میں منع ہے، لیکن بے ساختہ جو رونا آجائے اس کی ممانعت نہیں، کپڑے پھاڑنا، بال نوچنا اور سیاہ کپڑے پہننا یہ سب اظہار افسوس کے غیر فطری طریقے ہیں، اور اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ان سے منع فرمایا ہے، (۱) فقہاء بھی اس کے ناجائز ہونے کی صراحت کرتے ہیں، فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”ولا يجوز صبغ الثياب اسود أو أكهب تأسفا  
على الميت“ (۲)

”میت پر اظہار افسوس کے لئے کپڑے سیاہ رنگ میں رنگنا  
جائز نہیں۔“

## غیر مسلموں کی تعزیت

سوال :- {980} غیر مسلموں میں اگر کسی کا انتقال ہو جائے تو اس کو پُرسہ دینے کا کیا حکم ہے؟ اگر پُرسہ دینا جائز ہو تو اس کا کیا طریقہ ہے؟  
(ابو قمر، سمری، بختیار پور)

جواب :- غیر مسلموں کی خوشی اور غم میں انسانی سماجی رشتہ سے شریک ہونا درست، بلکہ

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۲۹۴، باب ما یکرہ من النیاحۃ علی المیت۔

(۲) الفتاویٰ الہندیۃ: ۳۳۳/۵۔

بہتر ہے، تاکہ ان پر اسلام کی فراخ دلی اور مسلمانوں کی خوش اخلاقی کا نقش قائم ہو سکے، اس لئے غیر مسلموں کی تعزیت بھی کی جاسکتی ہے، فرق یہ ہے کہ مسلمان کی تعزیت کرتے ہوئے متوفی کے لئے دعاء مغفرت کرنی چاہئے، غیر مسلم متوفی کے لئے صرف پس ماندگان سے محبت اور تعلق کا اظہار کیا جائے، اہل علم نے غیر مسلم کی تعزیت کے لئے یہ کلمات لکھے ہیں: ”اصح اللہ بالک و اخلفک“ (۱) ”اللہ تمہارے حالات کو بہتر کرے اور بدل عطاء فرمائے“۔

## مدینہ میں موت

سوال: (981) اکثر لوگ خواہش کرتے ہیں کہ مکہ یا

مدینہ میں موت آجائے اور وہیں تدفین ہو، کیونکہ اس جگہ

تدفین ہونے سے جنت واجب ہو جاتی ہے، یہ خیال کہاں

تک صحیح ہے؟ (محمد مظہر الدین ناہد، جگتیاں)

جواب: - آخرت کی نجات اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے لئے اصل چیز انسان کے اعمال

ہیں، کتنے ہی صحابہؓ اور اولیاءؓ ہیں کہ دین کی دعوت اور سر بلندی کے لئے مختلف علاقوں میں نکل آئے اور وہیں ان کی موت ہوئی۔

جہاں تک مکہ اور مدینہ میں موت آنے اور دفن ہونے سے جنت واجب ہونے کی بات

ہے، تو غالباً کسی صحیح حدیث میں اس طرح کا مضمون نہیں آیا، البتہ حدیث میں مدینہ منورہ میں

مرنے والوں کے لئے شفاعت نبویؐ کی روایت آئی ہے، اور ظاہر ہے کہ رسول اللہؐ کی

شفاعت سے بڑھ کر مومن کے لئے اور کیا سرمایہ آخرت ہو سکتا ہے؟ حدیث کے الفاظ اس

طرح ہیں:

”عن ابن عمرؓ قال: قال النبیؐ: من

استطاع أن يموت في المدينة فليمت بها فأنى

اشفع لمن يموت بها“ (۱)

” حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو مدینہ میں مر سکے تو چاہئے کہ

مدینہ میں اسے موت آئے، اس لئے کہ میں مدینہ میں مرنے

والوں کے لئے شفاعت کروں گا“

مدینہ میں مر سکنے کا مطلب یہ ہے کہ مدینہ میں قیام پذیر ہو جائے اور موت تک وہیں ٹھہرا

رہے۔

## جمعہ کے دن کی موت

سوال:- {982} جمعہ کے دن مرنے کی کیا فضیلت

ہے؟ زائد عمر بھر بیماری اور مصائب میں مبتلا رہا، اخیر عمر میں

پانچ سال تک برین ٹیومر کا مریض رہا، دو دفعہ سرجری بھی کی

گئی، لیکن افاقہ نہ ہو سکا، بارہ گھنٹے سکرات میں رہنے کے

بعد جمعرات کی شب میں ساڑھے گیارہ بجے انتقال ہو گیا، یعنی

جمعرات کے بعد آنے والی رات میں، جمعہ کے بعد تدفین

ہوئی، بیماری کے دوران اس نے نماز کی پابندی نہیں کی، یہاں

تک کہ جمعہ کی بھی نہیں، وہ ہمیشہ کہتا ہے کہ صحت مند ہونے

کے بعد نماز کی پابندی کروں گا، ایسی صورت میں زائد کے

بارے میں کیا احکام ہیں، اور قبر میں اس کے ساتھ کیا انجام ہوا

ہوگا؟ (و، ح، صدیقی)

(۱) سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۳۱۱۲، باب فضل المدینہ - محشی۔



جواب:- اب جب کہ زاہد اللہ کو پیارا ہو چکا ہے، تو اپنے ایک مسلمان بھائی کے لئے دعاء مغفرت کرنی چاہئے، اس کے بارے میں اچھا گمان رکھنا چاہئے، اور اچھی بات ہی ذکر کرنا چاہئے، اپنے مسلمان بھائی کی کوتاہیوں کا ذکر کرنا مناسب نہیں۔

حدیث میں جمعہ کے دن مرنے کی فضیلت آئی ہے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

”جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی شب مرتا ہے اللہ تعالیٰ قبر

کی آزمائش سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں“ (۱)

حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”جمعہ کے دن جس کی موت ہوگی وہ عذاب قبر سے محفوظ

رہے گا“ (۲)

یہ روایتیں عام طور پر اہل فن کے نزدیک کلام سے خالی نہیں ہیں، لیکن فضائل میں اس درجہ کی روایات بھی معتبر تسلیم کی جاتی ہیں، شارحین حدیث کی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کا منشا یا تو اس شخص کا یوم وفات ہے کہ خاص اس جمعہ کو اس پر عذاب قبر نہیں ہوگا، یا یہ مراد ہے کہ ہمیشہ جمعہ کے دن عذاب قبر سے محفوظ رہے گا، اور اگر ہمیشہ عذاب قبر سے حفاظت مراد ہو تو اس حدیث کا منشا یہ ہے کہ جمعہ کے دن اس کی وفات ہو اور اس نے اپنی زندگی کو دین کے اہتمام کے ساتھ گزاری ہو۔ واللہ اعلم۔

جمعرات کا دن گزر کے جو شب آتی ہے وہی شب جمعہ ہے، کیونکہ غروب آفتاب سے

تاریخ تبدیل ہوتی ہے، بہر حال آدمی کو چاہئے کہ وہ جس حال میں بھی ہو اللہ تعالیٰ کے احکام پر حتی المقدور عمل کرنے کی کوشش کرے، اور صحت کا انتظار نہ کرے کہ نہ معلوم صحت نصیب ہو یا نہ ہو۔

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۱۰۷۴۔

(۲) مجمع الزوائد: ۳۱۸/۲۔

## موت طبعی و غیر طبعی

سوال :- {983} کیا موت طبعی اور غیر طبعی بھی ہوتی ہے، جادو کی وجہ سے کسی کا انتقال ہو جائے تو یہ کیسی موت ہوگی؟  
(منا، نظام آباد)

جواب :- اصل میں موت چاہے جس سبب سے بھی ہو وہ ہوتی اسی وقت ہے جو اللہ نے اس کے لئے مقدر کیا ہے، البتہ بعض اوقات موت کا وقوع متوقع ہوتا ہے، اور بعض اوقات ایسے اسباب پیش آتے ہیں، جو غیر متوقع ہوتے ہیں، جیسے اکسیڈنٹ، قتل، غرقابی وغیرہ، تو ایسی حادثاتی موت کو لوگ اپنے علم کے اعتبار سے غیر طبعی کہہ دیا کرتے ہیں، یعنی یہ موت عام قانونِ فطرت کے مطابق نہیں، ایسا کہنے میں کچھ حرج نہیں، ہاں کسی موت کو قبل از وقت کہنا درست نہیں کہ موت کبھی قبل از وقت نہیں آتی، موت اسی وقت آتی ہے جو اللہ نے مقدر کیا ہے، اور اسی طریقہ پر آتی ہے جو اللہ کے یہاں اس کے لئے مقرر ہے۔ (۱)

## مرنے والوں کی تصویر اور آواز کو محفوظ رکھنا

سوال :- {984} مرنے والوں کی تصویر لینا یا آواز بھرنا جائز ہے یا نہیں؟  
(سید حفیظ الرحمان، نظام آباد)

جواب :- تصویر لینا حرام ہے، موت کے بعد بھی کسی انسان کو گناہ کا ذریعہ و وسیلہ بنانا بہت ہی زیادتی اور نا انصافی کی بات ہے، یہ قطعاً جائز نہیں، اور ممکن ہے کہ بمقابلہ عام تصویر کشی کے اس کا گناہ زیادہ ہو، آواز بھرنے میں مضائقہ نہیں، آواز شیپ ریکارڈ کے ذریعہ محفوظ کی جاسکتی ہے۔

## اگر پتہ نہ چلے کہ میت مسلمان ہے یا غیر مسلم؟

سوال :- {985} ایک خاتون کی لاش نہر سے بہہ کر آئی، سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ وہ مسلمان ہے کہ غیر مسلم، تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟ (محمد واصل، مرادنگر)

جواب :- اگر لباس وغیرہ کی وضع سے مسلمان یا غیر مسلم ہونے کا اندازہ ہو جائے تب تو اسی کے مطابق عمل کیا جائے، یعنی اگر مسلمان کی علامت ہو، تو غسل دے کر نماز بھی پڑھی جائے، ورنہ بغیر نماز کے دفن کر دیا جائے:

”ومن لا یدری أنه مسلم أو کافر فإن کان علیہ  
سیما المسلمین ألع“ (۱)

دوسرے علاقہ سے بھی اندازہ کیا جائے گا، جہاں لاش دستیاب ہوئی، اگر اس علاقہ میں مسلمان بستیاں ہوں، اسے مسلمان تصور کیا جائے گا، اگر غیر مسلم بستیاں ہوں، تو غیر مسلم

”والصحيح أنه یصلی علیہ : لأنه مسلم  
تبعاللدار وإن وجد فی دار الحرب ولا علامة  
فالصحيح أنه کافر بحکم الدار“ (۲)

## پوسٹ مارٹم کا حکم

سوال :- {986} میت کی نعش کی پوسٹ مارٹم کرنے کا شرعی حکم کیا ہے اور پوسٹ مارٹم کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (قاری، ایم ایس خان، جدید ملک پیٹ)

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۵۹۔

(۲) کبیری: ص: ۵۶۳۔

جواب:- اسلام نے انسانی تکریم کے تحت مردہ کے لئے بھی اسی طرح کا احترام واجب قرار دیا ہے جیسے زندہ کے لئے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”کسر عظم المیت ککسرہ حیًا“ (۱) ”مردہ کی ہڈی کو توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کی طرح ہے“ لیکن جیسے ضرورت کی بناء پر زندگی میں انسان کا آپریشن کرنا جائز ہے، اسی طرح ضرورت کے مواقع پر مردہ کے جسم کا آپریشن بھی درست ہے، فقہاء نے لکھا ہے کہ

”اگر کسی عورت کا انتقال ہو جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ ہو اور بچہ میں ابھی زندگی کے آثار موجود ہوں تو پیٹ چیر کر بچہ کو نکالا جائے گا۔“ (۲)

بعض دفعہ جرم کی تحقیق، اس کی نوعیت اور مجرم کی شناخت کے لئے پوسٹ مارٹم کی ضرورت پڑتی ہے، ایسے مواقع پر بہ قدر ضرورت پوسٹ مارٹم کی گنجائش ہے، لیکن جہاں موت کا سبب معلوم ہو، مجرم کو اقرار ہو، اور پوسٹ مارٹم مقدمہ کو حل کرنے میں معاون نہ ہو، خود میت کے ورثاء کی طرف سے بھی اس کا مطالبہ نہ ہو، اور ان ورثاء کا اپنا کردار اس جرم کے سلسلہ میں مشکوک و مبہم نہ ہو، تو ایسی صورت میں پوسٹ مارٹم درست نہیں، آج کل صورتحال یہ ہے کہ ہر حادثاتی موت میں پوسٹ مارٹم کیا جاتا ہے، حالانکہ ہلاکت کے اسباب بالکل واضح ہوتے ہیں، جیسے: گاڑیوں کے ایکسیڈنٹ میں اور سانپ کاٹنے سے ہونے والی موت میں، یہ فضول عمل ہے، اور اس سے بلاوجہ مردہ کی بے حرمتی ہوتی ہے، اس لئے ان مواقع پر پوسٹ مارٹم کرنا جائز نہیں۔

پھر جن صورتوں میں پوسٹ مارٹم کی اجازت ہے ان میں بھی ضروری ہے کہ حتی المقدور انسانی احترام کے پہلو کو ملحوظ رکھا جائے، خواہ مخواہ بے ستری نہ ہو، اور غیر متعلق اعضاء کی رعایت

(۱) موارد الظمان: ص: ۱۹۶۔

(۲) رد المحتار: ۳/۲۵-۱۳۳۔



کے ساتھ مخصوص مواقع پر جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، پوسٹ مارٹم کی گنجائش ہے، اور یہ نہ صرف اسلامی نقطہ نظر ہے، بلکہ ایک عام انسانی مسئلہ ہے، اس لئے حکومت کو اس سلسلہ میں متوجہ کرنے کی ضرورت ہے۔



# کتاب الفتاویٰ

تیسرا حصہ

## کتاب الزکوٰۃ

زکوٰۃ سے متعلق سوالات



## زکوٰۃ کے احکام

### زکوٰۃ — معنی اور وجہ تسمیہ

سوال :- {987} زکوٰۃ کے لغوی معنی کیا ہیں اور اس کو

زکوٰۃ کیوں کہتے ہیں؟ (عادل علی، مہاراشٹر)

جواب :- ”زکوٰۃ“ یہ عربی زبان کا لفظ ہے اور شریعت کی ایک خاص اصطلاح بھی ہے،

اہل لغت نے اس کے کئی معنی بتائے ہیں: زیادتی، برکت، بڑھوتری، پاکیزگی اور نیکی، صلاح

وغیرہ، (۱) اور خود قرآن میں بھی یہ لفظ مختلف معانی میں استعمال کیا گیا ہے، شریعت کی اصطلاح

میں زکوٰۃ اس مال کو کہتے ہیں، جو کہ مالدار (صاحب نصاب) کے مخصوص مال میں فقراء اور

مستحقین کے لیے شریعت نے واجب قرار دیا ہے (۲) اس کو زکوٰۃ اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے

ادا کرنے سے مال میں زیادتی، خیر و برکت اور پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔

(۱) معجم المصطلحات والالفاظ الفقہیہ: ۲/۲۰۳۔

(۲) حوالہ سابق: ۲/۲۰۳، کتاب التعریفات للجرجانی: ص: ۱۲۱۔



## زکوٰۃ کو زکوٰۃ کہنے کی حکمت

سوال :- {988} زکوٰۃ کے لغوی معنی کیا ہے؟ اور اسے

زکوٰۃ کہنے کی حکمت کیا ہے؟

(محمد غوث الدین قدیر سلاخ پوری، کریم نگر)

جواب :- زکوٰۃ کے معنی پاک صاف ہونے کے ہیں، فریضہ زکوٰۃ کو زکوٰۃ کہہ کر اس

جانب اشارہ کیا گیا کہ گویا اس سے مال کو پاکی حاصل ہوتی ہے، (۱) اس میں ایک بڑی اہم

حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اور وہ یہ ہے کہ زکوٰۃ ادا کر کے آدمی کو خوش اور مسرور ہونا

چاہئے نہ کہ ملول اور رنجیدہ خاطر، جیسے انسان غسل کرتا ہے اور اس کے جسم کا میل دھل جاتا

ہے، یا کپڑے دھوتا ہے، اور کپڑے سے میل و کچیل دور ہو جاتے ہیں، تو انسان اس سے رنجیدہ

نہیں ہوتا، بلکہ اسے ایک طرح کا نشاط حاصل ہوتا ہے کہ میل و کچیل اور گندگی سے نجات مل گئی،

اسی طرح فریضہ زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد آدمی کو خوش ہونا چاہئے کہ اس نے مال کے میل و کچیل کو

دور کر دیا ہے، اس بات کا افسوس نہ ہونا چاہئے کہ مال کا کچھ حصہ اس کی ملکیت سے جاتا رہا۔

## زکوٰۃ، فطرہ اور صدقہ

سوال :- {989} (الف) زکوٰۃ، فطرہ اور صدقہ سے کیا

مراد ہے؟ (ب) ایک مالک مکان کو جس کا مکان دوڑھائی لاکھ

روپے کا ہے، کتنے روپے زکوٰۃ دینی چاہئے؟ (بابو عمران)

جواب :- (الف) مخصوص مال میں مالک پر شرعاً مال کا جو حصہ نکالنا واجب قرار دیا

گیا ہے، اسے زکوٰۃ کہتے ہیں۔ (۲)

(۱) رد المحتار: ۳/۱۷۰-محشی۔

(۲) کتاب التعریفات، للجرجانی: ص: ۱۲۹۔

عید الفطر کے دن فی کس کے حساب سے جو مال ادا کرنا واجب ہے، وہ صدقۃ الشطر ہے، (۱) اس کو عوام فطرہ کے لفظ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

جس عطیہ کا مقصد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر و ثواب کا حصول ہو وہ صدقہ ہے، بعض صورتوں میں یہ واجب ہوتا ہے، جیسے کفارہ کے طور پر صدقہ کیا جائے، یا صدقہ کی نذر مان لی گئی ہو، اور اگر وہ ذمہ میں واجب نہ ہو، تو صدقہ نافلہ ہے، صدقہ نافلہ کا دائرہ بہت وسیع ہے، یہاں تک کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”کسی شخص کا اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا بھی صدقہ ہے۔ (۲)

(ب) اگر کوئی مکان تجارت کی نیت سے خریدا گیا ہو، یا کوئی زمین مکان تعمیر کر کے زمین سمیت بیچنے کے لئے خریدی گئی ہو، تو اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی، (۳) مکان رہائش یا کرایہ پر لگانے کے لئے بنایا گیا ہو تو اس مکان کی مالیت پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ (۴)

## زکوٰۃ واجب ہونے کی شرطیں

مولانا: {990} زکوٰۃ واجب ہونے کی کیا شرطیں ہیں؟  
کیا رہن رکھی ہوئی چیز اور قرض میں بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟  
(عادل بن علی، مہاراشٹر)

(۱) التعريفات الفقهية: ص: ۳۳۵۔

(۲) سنن نسائی، حدیث نمبر: ۲۵۸۲۔ محشی۔

(۳) ”و منها كون المال ناميا ... و إنما نعني به كون المال معدا للاستمناء بالتجارة أو بالإسامة : لأن الإسامة سبب لحصول الدر و النسل و السمن و التجارة سبب لحصول الربح“ (بدائع الصنائع: ۱۱/۲) محشی۔

(۴) ”لا (زکوٰۃ) في ثياب البدن ... و أثاث المنزل و دور السكنى و نحوها، قوله : و نحوها : الثياب البدن الغير المحتاج إليها و كالحوانيت و العقارات“ (الدر المختار مع رد المحتار: ۱۸۲/۳) محشی۔

جواب: (۱) - زکوٰۃ اس شخص پر واجب ہوتی ہے جو مسلمان، عاقل اور بالغ ہو، نابالغ بچوں کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں، (۱) پاگل کے مال میں بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ (۲) زکوٰۃ واجب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ مال زکوٰۃ مکمل طور پر اس کی ملکیت میں ہو، (۳) رہن رکھی ہوئی چیز پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، (۴) البتہ امانت رکھی ہوئی چیز میں زکوٰۃ واجب ہوگی اور اصل مالک اس کی زکوٰۃ ادا کرے گا، (۵) بینک اور فکسڈ ڈپازٹ میں رکھی ہوئی رقم پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

(۳) قرض دی ہوئی رقم یا تجارتی سامان کی قیمت کسی کے ذمہ باقی ہو اور جس کے ذمہ باقی ہو وہ اس کا اقرار بھی کرتا ہو اور بظاہر اس قرض کی وصولی کی توقع ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی، فی الحال بھی ادا کر سکتا ہے اور قرض وصول ہونے کے بعد بھی پوری مدت کی زکوٰۃ ادا کر سکتا ہے، قریب قریب یہی حکم ان بقایا جات کا ہے جو اجرت و مزدوری، کرایہ مکان و سامان یا رہائشی مکان کی قیمت وغیرہ کے سلسلے میں ہے اور وصولی متوقع ہو، ان پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی، خواہ ابھی ادا کر دے یا قرض وصول ہونے کے بعد۔ (۶)

ایسا قرض کہ جس کی وصولی کی توقع نہ ہو، لیکن وصول ہو گیا یا قرض کسی مال کے بدلہ میں نہ ہو جیسے مہر اور بدل خلع وغیرہ، مقرض دیوالیہ ہو اور وصولی کی امید نہ ہو، قرض کا انکار کرتا ہو اور مناسب ثبوت موجود نہ ہو، ان تمام صورتوں میں جب بقایا جات وصول ہو جائیں اور سال گزر جائے تب ہی زکوٰۃ واجب ہوگی، اس سے پہلے نہیں۔ (۷)

(۱) الهدایۃ مع الفتوح: ۱۱۵/۲۔

(۲) حوالہ سابق۔

(۳) الفتاویٰ التاتاریخانیۃ: ۲۱۷/۲۔

(۴) الفتاویٰ الہندیۃ: ۱۷۲/۱۔

(۵) فتح القدیر: ۲۲۱/۲۔

(۶) الفتاویٰ التاتاریخانیۃ: ۳۰۱/۲۔

(۷) بدائع الصنائع: ۲۱۰/۲۔

(۴) ضروری اور استعمالی چیزوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور ان کو مستثنیٰ کر کے ہی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، ایسی ہی اشیاء کو فقہ کی اصطلاح میں ”حاجتِ اصلیہ“ کہتے ہیں، رہائشی مکانات، استعمالی کپڑے، سواری کے جانور یا گاڑی، حفاظت کے ہتھیار، زیبائش کے سامان، ہیرے جواہرات، یاقوت، قیمتی برتن وغیرہ میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، (۱) صنعتی آلات اور مشینیں جو سامان تیار کرتی ہیں اور خود باقی رہتی ہیں، کرایہ کی گاڑیاں، ان چیزوں میں بھی زکوٰۃ نہیں، البتہ رنگریز جو کپڑے رنگنے کا پیشہ رکھتا ہو، اس کے پاس محفوظ رنگ میں زکوٰۃ واجب ہوگی، (۲) البتہ ذکر کی گئی چیزوں میں سے کسی بھی چیز کی تجارت کی جائے تو اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

## سیال گزرنا

سوال: - {991} کیا ہر طرح کے مال میں زکوٰۃ واجب ہونے کے لیے سال گزرنا ضروری ہے؟ سال گزرنے کے سلسلہ میں اصول کیا ہے؟ (فہیم اختر، مصطفیٰ ہلز)

جواب: - مختلف مالوں میں زکوٰۃ کا جو نصاب شریعت نے مقرر کیا ہے، اس کے مالک ہونے کے بعد سال گزر جائے تب ہی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، البتہ اس سے زرعی پیداوار اور پھل مستثنیٰ ہیں، کھیت جوں ہی کٹے اور پھل توڑے جائیں اسی وقت عشر نکال دینا ضروری ہے۔ (۳) سونا، چاندی، نقد رقم اور تجارتی سامانوں میں اصول یہ ہے کہ اگر اس مال کا کچھ حصہ بھی باقی رہے تو درمیان سال میں کمی بیشی سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اختتام سال پر مقدار نصاب یا اس سے زیادہ جتنا مال موجود ہو، اس کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ (۴)

(۱) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۷۲، الہدایۃ مع الفتح: ۲/۱۱۹۔

(۲) فتح القدیر: ۱/۱۲۰۔

(۳) المغنی: ۲/۲۹۷۔

(۴) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۷۳۔



مثال کے طور پر یکم رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ کو پہلی بار نصاب زکوٰۃ کا مالک ہوا، سال کے درمیان رقم گھٹتی اور بڑھتی رہی، لیکن اگلے سال کی یکم رمضان المبارک کو پھر اس کے پاس نصاب زکوٰۃ موجود ہے یا درمیان سال میں مال کے اضافہ کی وجہ سے وہ دو تین نصاب کا مالک ہو چکا ہے تو اب اسے یہ کرنا ہوگا کہ دوسرے سال یکم رمضان المبارک کو اپنی ملکیت میں موجود سونا، چاندی، نقد رقم، بینک میں محفوظ رقم، دوکان میں موجود تجارتی سامان سب کی مجموعی قیمت جوڑ لے، کچھ قرض اس کے ذمہ باقی ہو، تو اس کو منہا کر لے اور بقیہ رقم میں ڈھائی فیصد یعنی ایک ہزار پر پچیس روپے کے لحاظ سے زکوٰۃ ادا کر دے، واضح ہو کہ سال سے قمری یعنی چاند والا سال مراد ہے۔

## دین کی منہائی

سوال:- {992} زکوٰۃ ادا کرنے والے شخص کے ذمہ

دین باقی ہے، تو زکوٰۃ میں اس دین کا کیا اثر پڑے گا؟

(شمشیر عالم، عادل آباد)

جواب:- اگر کسی کا قرض باقی ہو تو اس کو منہا کر کے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، (۱) البتہ

عشر سے دین منہا نہیں کیا جاسکتا، جتنی پیداوار ہو اس کا عشر ادا کرنا ہوگا، (۲) فی زمانہ بیوی کا مہر جو شوہر کے ذمہ واجب ہو اس کو بھی زکوٰۃ سے منہا نہیں کیا جائے گا۔

صنعتی اور ترقیاتی قرضے جو سرکاری یا غیر سرکاری اداروں سے حاصل کیے جاتے ہیں اور

انہیں طویل مدت یعنی دس بارہ سال میں ادا کرنا ہوتا ہے، اس میں اصول یہ ہے کہ ہر سال قرض کی جتنی قسط ادا کرنی ہے اس سال اتنی رقم منہا کر کے زکوٰۃ کا حساب کیا جائے گا، نہ کہ پورے قرض کا۔

(۱) رد المحتار: ۲/۲۰۶۔

(۲) الفتاویٰ التاتار خانیہ: ۲/۲۹۱۔

## اموال زکوٰۃ

سوال: {993} کن کن اموال میں زکوٰۃ واجب ہوتا

ہے؟ (احسان اللہ، صلالہ بارکس)

جواب: - شریعت نے ہر مال پر زکوٰۃ واجب نہیں کی ہے، بلکہ خاص خاص مال ہی میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، اور وہ یہ ہیں:

معدنی اشیاء میں: سونا، چاندی، کانڈی نوٹ اور رائج الوقت سکے بھی فی زمانہ سونے چاندی ہی کے حکم میں ہیں۔

سامان تجارت میں: کوئی بھی سامان جس کی خرید و فروخت کی جائے۔

مویشیوں میں: اونٹ، بھینس، گائے، بکریاں اور گھوڑے۔

زمینی پیداوار میں: تمام اجناس، پھل اور ترکاریاں۔

## زکوٰۃ کا نصاب

سوال: {994} جن اموال میں زکوٰۃ واجب ہوتی

ہے، ان کا نصاب کیا ہے؟ اور اس نصاب کی موجودہ اوزان

میں کیا مقدار ہوتی ہے؟ (عبدالرحیم، لاہور)

جواب: - زمینی پیداوار خواہ کتنی بھی ہو اس میں عشر واجب ہوگا، لیکن سونا، چاندی، روپے، تجارتی سامان وغیرہ میں ایک مخصوص مقدار ہے، اتنی مقدار کا مالک ہونے پر ہی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، اسی مقدار کو نصاب زکوٰۃ کہا جاتا ہے:

(۱) سونے کا نصاب ۲۰ مثقال سونا ہے، جو ساڑھے سات

تولہ اور جدید اوزان میں ۷۹.۴۷ گرام ہوتا ہے۔

(۲) چاندی کا نصاب دوسودرہم ہے، جو ساڑھے باون تولہ ہے اور جدید اوزان میں ۶۲۱، ۳۵ گرام ہوتا ہے۔

(۳) سامان تجارت کی قیمت یا نقد رقم جب چاندی کی اس مقدار یعنی ۶۲۱، ۳۵ گرام کی قیمت کے برابر ہو جائے تو سمجھا جائے گا کہ وہ شخص صاحب نصاب ہے۔ (۱)

(۴) اگر کچھ سونا اور کچھ چاندی ہو، اور اس کے ساتھ کچھ مالی تجارت بھی ہو یا نقد رقم ہو تو ان سب کی قیمت لگا کر دیکھا جائے گا، اگر وہ ساڑھے باون تولہ (۶۲۱، ۳۵ گرام) چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ (۲)

(۵) نصاب زکوٰۃ پر اگر کچھ مقدار کا اضافہ ہو مثلاً سات تولہ چاندی یا آٹھ تولہ سونا ہو تو اس زیادہ حصہ پر بھی ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (۳)

(۶) سونے، چاندی میں اگر کچھ حصہ مقدار کھوٹ کی ہو اور غلبہ سونے چاندی کا ہو تو وہ پوری چیز سونا چاندی ہی کے حکم میں ہوگی۔ (۴)

(۷) سونا، چاندی، جس صورت میں بھی ہو، اس میں زکوٰۃ واجب ہے، اسی لیے روزمرہ کے استعمالی زیورات کی بھی

(۱) الفتاویٰ التاتار خانیۃ: ۲/۲۳۷، جدید فقہی مسائل: ۲/۱۱۷، طبع پنجم۔

(۲) الفتاویٰ التاتار خانیۃ: ۲/۲۳۷، جدید فقہی مسائل: ۲/۱۱۷، طبع پنجم۔

(۳) فتح القدیر: ۲/۱۵۹۔

(۴) فتح القدیر: ۲/۱۶۱۔

زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ (۱)

(۸) گوٹے اور لچکے وغیرہ میں جو سونا اور چاندی ہو، اس کا بھی

حساب کیا جائے گا، اور اس میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (۲)

(۹) کوئی سامان اس وقت تجارتی سمجھا جائے گا جب اس کو

فروخت کرنے ہی کی نیت سے خرید کیا ہو، وہ سامان جو پہلے

سے اس کی ملکیت میں موجود ہو، محض تجارت کے ارادہ سے

تجارتی سامان شمار نہیں کیا جائے گا۔ (۳)

(۱۰) ایسے باؤنڈز اور شیئرز جن میں سرمایہ تجارتی یونٹ میں

استعمال کیا جاتا ہو، سامان تجارت ہی کے حکم میں ہے اور ان

میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (۴)

(۱۱) اگر ایک شخص کا سرمایہ ہو اور دوسرا اس سے تجارت

کرے اور دونوں نفع میں شریک ہوں تو سرمایہ کار تو اپنے

اصل سرمایہ اور اپنے حصہ کے منافع دونوں کی زکوٰۃ ادا کرے

گا جبکہ تاجر صرف اپنے حصہ نفع کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔ (۵)

## زکوٰۃ کی مقدار

سوال: {995} روپیہ اور مال تجارت میں زکوٰۃ کی

(۱) حلیۃ العلماء: ۹۲/۳۔

(۲) جدید فقہی مسائل: ۱۰۲/۲۔

(۳) الفتاویٰ التاتار خانیۃ: ۲۳۸-۲۳۹۔

(۴) جدید فقہی مسائل: ۱۰۲/۱۔

(۵) المغنی: ۲۳۰-۲۳۱۔



مقدار کیا ہے؟

(عبدالقدیر، وجہ وارہ)

جواب:- نصاب پورا ہو جانے کی صورت میں سونا، چاندی اور سامان تجارت اور نقد رقم ان تمام میں ڈھائی فیصد یعنی ایک ہزار روپے پر پچیس روپے کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔  
مولیشیوں جیسے بکریوں، مرغیوں وغیرہ کی تجارت کی جائے تو ان کی قیمت بھی لگائی جائے گی اگر ان کی قیمت ۶۲۱، ۳۵ گرام چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے تو اس قیمت پر ڈھائی فیصد ہی کے حساب سے زکوٰۃ واجب ہوگی، (۱)

زراعتی اور غیر زراعتی زمینوں کی خرید و فروخت کرتا ہو تو تجارتی سامان کی طرح اس میں بھی ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ (۲)

سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ ادا کرنا

سوال:- {996} ایک شخص شوال کے مہینہ میں صاحب نصاب ہوا، اور اگلے رمضان میں جب کہ زکوٰۃ کے وجوب کے لیے ایک ماہ باقی ہے، اگر زکوٰۃ ادا کرے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟  
(سید محمد مصطفیٰ)

جواب:- مکمل سال سے پہلے بھی زکوٰۃ ادا کی جاسکتی ہے، اس لیے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ (۳)

فرض و واجب میں فرق

سوال:- {997} (الف) فرض اور واجب میں کیا

(۱) المغنی ۲/۳۸۸۔

(۲) حوالہ سابق

(۳) ”يجوز تعجيل الزكاة بعد ملك النصاب“ (قاضی خان علی ہامش ہندیہ: ۲۶۴/۱، فصل في تعجيل الزكاة)

فرق ہے؟

(ب) حیدرآباد کے مشہور عالم دین اور مفتی ٹی وی پر  
تقریر کرتے ہوئے زکوٰۃ کو واجب کہتے رہے، کیا یہ تعبیر  
درست ہے؟ (نادرا المسدوی، مغلوپورہ)

جواب:- (الف) فرض و واجب دونوں پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے، فرض کا ثبوت  
قطعی اور یقینی دلیل سے ہوتا ہے، اور واجب کا ثبوت نسبتاً کم یقینی دلیل سے، یعنی یا تو ایسے  
ذریعہ سے ثابت ہو جو یقینی نہیں، یا ذریعہ ثبوت تو یقینی ہو، لیکن اس میں ایک سے زیادہ معنوں  
کی گنجائش ہو، اسی نسبت سے دونوں کے حکم میں بھی کسی قدر فرق ہے، کہ اگر کوئی شخص بلا تاویل  
فرض کا انکار کرے تو باعث کفر ہے، اور اگر واجب کا انکار کرے تو گمراہی ہے، لیکن کفر نہیں، نیز  
فقہاء مجازاً فرض کو واجب اور واجب کو فرض کہہ دیتے ہیں، کیوں کہ معنوی اعتبار سے دونوں میں  
بہت قربت اور عمل دونوں ہی پر ضروری ہے، فرق صرف اعتقاد کے اعتبار سے ہے، چنانچہ علامہ  
عینی فرماتے ہیں:

”الفرض والواجب يلحقان في حق العمل  
فيصح اطلاق أحدهما على آخر مجازاً“ (۱)

## زکوٰۃ کا حساب

سوال:- {998} زکوٰۃ کی شرح کی بنیاد کیا ہے؟ یہ  
آمدنی کا ڈھائی فیصد ہے یا بجٹ کا؟ (نظیر سہروردی، ناندیڑ)

جواب:- زکوٰۃ میں حساب اس تاریخ کے لحاظ سے کیا جاتا ہے جس تاریخ کو وہ پہلی بار  
نصاب زکوٰۃ کا مالک بنا ہے، اس وقت جو رقم کسی کے پاس محفوظ ہو، یا سونا، چاندی، شیئرز، سامان

تجارت، یا قرض جس کی وصولی متوقع ہو، موجود ہو، ان کا حساب کیا جائے اور ہر ہزار پر ۲۵/ روپے کے لحاظ سے زکوٰۃ ادا کی جائے، اس میں نہ آمدنی ملحوظ ہے اور نہ بجٹ، بلکہ اس تاریخ کو اموال زکوٰۃ میں سے جو کچھ اس کے پاس موجود ہو، اس سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ (۱)

## مقدار نصاب زکوٰۃ

سوال:- {999} فقیر و محتاج شخص کو مقدار نصاب زکوٰۃ دینے کو علماء مکروہ قرار دیتے ہیں، لیکن بعض دفعہ مستحق زکوٰۃ کثیر العیال ہوتا ہے، اور آج کل چاندی کے نصاب کے لحاظ سے نصاب کی قیمت بہت کم ہو جاتی ہے، اگر اتنی کم رقم اسے ادا کی جائے، تو اس کی ضروریات پوری نہیں ہو سکیں گی؟  
(محمد راشد قاسمی، ممبئی)

جواب:- فقہاء نے جہاں ایک شخص کو نصاب کے مقدار زکوٰۃ دینے کو مکروہ قرار دیا ہے، وہیں یہ بھی لکھا ہے، کہ اگر مقروض ہو یا اس کا کنبہ بڑا ہو، کہ کنبہ کے تمام افراد پر اگر رقم تقسیم کر دی جائے، تو فی کس مقدار نصاب سے کم رقم پڑتی ہو، تو اس میں کچھ حرج نہیں:

”وکره اعطاء فقير نصابا إلا إذا كان مديونا  
أو صاحب عيال لو فرق عليهم لا يخص كل  
انصاب“ (۲)

اس طرح ایسے ضرورت مند شخص کے لئے کئی نصاب ادا کرنے کی گنجائش پیدا ہو جاتی ہے۔

(۱) ”وسببه أى سبب إفتراضها ملك نصاب حولى تام“ (الدر المختار على

هامش رد المحتار: ۱۷۴/۳) محشی۔

(۲) رد المحتار: ۳۰۳/۳۔

## مسجد و مدرسہ کی رقم میں زکوٰۃ

سوال:- {1000} میرے ایک بزرگ ناندیڑ شہر میں چار سو گز کا ایک پلاٹ دینی کاموں کے لئے محفوظ کئے، ٹین شیڈ بنوا کر عارضی طور پر مدرسہ و مسجد شروع کئے، لیکن طویل علالت کی وجہ سے یہ پلاٹ آل انڈیا لیل کے ادارہ کو وقف کر دئے، بد قسمتی سے یہ ادارہ ایسے دینی کام کے لئے ناموزوں ثابت ہوا، نگرانی اور تعمیر کے کام سے زبانی معذوری ظاہر کی، اب میرے عزیز خود اپنے صرفہ سے یہ کام انجام دینا چاہتے ہیں، رقم جمع کی جا رہی ہے، اور سالانہ پوری زکوٰۃ بھی ادا کی جا رہی ہے، لیکن بعض احباب ایسا ہی کام کر رہے ہیں، مدرسہ اور مسجد تعمیر کروا رہے ہیں، ان سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ صاحب اس تعمیری رقم کی زکوٰۃ ادا نہیں کئے، کیونکہ یہ رقم اللہ کے کام کے لئے تھی ان حالات میں کیا میرے عزیز کے لئے ضروری ہے کہ وہ زکوٰۃ ادا کریں؟ (محمد عبدالرحیم، احمد کالونی)

جواب:- جو رقم مسجد یا مدرسہ کے لئے ادا کی گئی ہو، اس جمع شدہ رقم میں زکوٰۃ واجب

نہیں، (۱) البتہ رقم کو اس مد میں مخصوص کرنے سے پہلے تک چونکہ یہ شخصی ملکیت میں ہوتی ہے،

اس لئے اس وقت تک کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (۲)

(۱) "وسببه أى سبب إفتراضها ملك نصاب حولى تام" (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۱۷۴/۳)، قوله: (ملك نصاب "فلا زکوٰۃ في سوائم الوقف و الخيل المسبلة لعدم الملك" (رد المحتار: ۱۷۴/۳) محشی۔

(۲) "الزکوٰۃ واجبة على الحر العاقل المسلم إذا ملك نصاباً ملكاً تاماً و حال عليه الحول" (الهدایة: ۱/۱۶۵) محشی۔



## مال تجارت کی زکوٰۃ

### شیئرز کی خرید و فروخت اور اس پر زکوٰۃ

سوال: - {1001} (الف) کیا حصص (شیئرز) کی

خریداری جائز ہے؟

(ب) کیا حصص کی رقم پر زکوٰۃ واجب ہے؟

(محمد جہانگیر، اسراہی)

جواب: - (الف) اگر شیئرز ایسی کمپنی کے ہوں جو جائز کاروبار کرتی ہو، شراب اور

مردار کا کاروبار نہ کرتی ہو اور سود پر پیسے نہ لگاتی ہو، تو ایسے شیئرز کا خریدنا جائز ہے۔

(ب) چوں کہ شیئرز مال تجارت کی نمائندگی کرتی ہے اور مال تجارت میں زکوٰۃ واجب

ہے، (۱) اس لیے حصص میں اس کی مارکیٹ کی قیمت کے لحاظ سے زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (۲)

(۱) بدائع الصنائع: ۱۱/۲ - محشی۔

(۲) "و یقوم فی البلد الذی المال فیہ" (الدر المختار علی هامش رد المحتار

۲۱۱/۳ - محشی۔

## نہ فروخت ہونے والے مال زکوٰۃ میں دینا

سوال: - {1002} دوکان میں جو مال فروخت نہ ہو

پاتا ہو، کیا اس مال کو زکوٰۃ کے طور پر دیا جاسکتا ہے؟ مثلاً:

کپڑے کی دوکان ہو، تو جو کپڑے فروخت نہ ہو رہے ہوں،

ان کے ذریعہ زکوٰۃ ادا کی جاسکتی ہے؟

(محمد ایم میاں، بسواکلیان)

جواب: - زکوٰۃ دراصل اپنا مال اللہ کو دینا ہے، اسی لئے قرآن و حدیث میں اس کو اللہ

کے راستہ میں خرچ کرنا قرار دیا گیا ہے، لہذا جو مال بہتر اور اچھا ہو، کوشش کرنی چاہئے کہ زکوٰۃ

میں ایسا مال ادا کیا جائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ﴿أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا

كَسَبْتُمْ﴾ (۱) ”اپنی کمائی کا بہتر حصہ خرچ کرو“ امام رازیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ

”يُقَالُ لِلْإِنْسَانِ لَا تَجْعَلِ الزَّكَاةَ مِنْ رَدَىٰ

مَالِكَ“ (۲)

”اگر کسی شخص کے پاس اچھا سامان بھی ہو اور معمولی بھی، تو

اسے سمجھانا چاہئے کہ وہ معمولی مال کا زکوٰۃ کے لئے انتخاب

نہ کرے“

تاہم زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے مال زکوٰۃ یا اس کا بدل ادا کرنا بھی جائز ہے، اس لئے اگر

زکوٰۃ میں ایسا سامان ہی نکال دیا جائے، اور زکوٰۃ ادا کرتے ہوئے اس کی معمولی قیمت کا لحاظ

کرتے ہوئے حساب کیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

(۱) البقرة: ۲۶۷۔

(۲) التفسير الكبير أو مفاتيح الغيب: ۶۱۲/۳۔

## میٹھائی کی دوکان پر زکوٰۃ

سوال: {1003} میں ایک میٹھائی کی دوکان چلاتا

ہوں، یعنی میٹھائی بنا کر فروخت کرتا ہوں، کیا اس کاروبار پر

زکوٰۃ فرض ہے، اگر ہے تو کس طرح زکوٰۃ ادا کی جائے؟

(محمد حمید الدین، مہدی پنٹم)

جواب: - تجارت خواہ کسی بھی چیز کی کی جائے، اگر وہ تنہا یا روپیہ، سونا، چاندی کے ساتھ

مل کر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے، (۱) زکوٰۃ

ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب پہلی دفعہ آپ صاحب نصاب ہوئے ہوں، یعنی مذکورہ تفصیل

کے مطابق ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے مالک ہوئے ہوں، اس تاریخ کو ذہن میں

رکھیں، اگر خدا نخواستہ وہ تاریخ آپ کو یاد نہ ہو، تو کسی بھی تاریخ، مثلاً: پچیس شعبان کو آپ معیار

بنائیں، اور ہر ماہ اس تاریخ کو دیکھ لیں کہ آپ کے پاس نقد رقم کتنی موجود ہے؟ بینک میں آپ

کی کیا رقم ہے؟ سونا چاندی آپ کے پاس کتنی قیمت کا ہے؟ اور دوکان میں فروخت کیا جانے والا

سامان کتنی قیمت کا ہے؟ ان سب کو جوڑ لیں، اگر آپ نے کسی کو قرض دیا ہو، اور اس کے وصول

ہونے کی امید ہو، تو اس کو بھی ان کے ساتھ جمع کر لیں، پھر دیکھیں کہ آپ کے ذمہ بھی کسی کا

قرض باقی ہے؟ اگر باقی ہو تو اتنی رقم اس میں سے منہا کر دیں، اب جو رقم بچ رہے، اس میں ہر

ایک ہزار پر پچیس روپے کے لحاظ سے زکوٰۃ نکال دیں، (۲) بہر حال زکوٰۃ ضرور ادا کرنی چاہئے،

اس سے آپ کے کاروبار میں برکت ہوگی، اور آفات سے بھی حفاظت ہوگی۔ (۳)

(۱) الہدایۃ: ۱/۱۷۴-۱۷۵، الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۷۸-محشی۔

(۲) الفتاویٰ القاتار خانیۃ: ۲/۲۹۱-محشی۔

(۳) رد المحتار: ۳/۱۷۱-محشی۔

## مکان پر زکوٰۃ

سوال :- {1004} ایک عدد ذاتی رہائشی مکان کے علاوہ ایک دوسری عمارت میری ملکیت میں ہے، جس میں خود ہماری رجسٹرڈ کردہ تعلیمی سوسائٹی کے زیر انتظام ایک پرائمری اسکول قائم ہے، براہ کرام معلوم کیجئے کہ اس کی زکوٰۃ کس حساب سے ادا کی جائے؟

(سید منیر الدین، ٹاؤن، حیدر آباد)

جواب :- مکان پر اس وقت زکوٰۃ واجب ہوتی ہے جب مکان تجارتی مقصد سے حاصل کیا گیا ہو، مکان ضرورت سے زیادہ ہو، لیکن مقصود تجارت نہ ہو، بلکہ کرایہ پر لگانا، یا کسی اور کام میں استعمال کرنا ہو تو اب اس میں زکوٰۃ واجب نہیں، (۱) لہذا آپ کی اس دوسری عمارت میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

## ٹرک پر زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال :- {1005} زید کے پاس ایک ٹرک ہے، جس پر کوئی قرض نہیں ہے، اس ٹرک کی قیمت دو لاکھ روپے ہیں، زید پر اب دو لاکھ روپے کی زکوٰۃ واجب ہوگی، یا اس ٹرک سے حاصل ہونے والی آمدنی پر؟ (محمد رہبر عامل تجویدی، بیدر)

جواب :- کسب معاش کے آلات (اگر ان کی تجارت نہ کی جاتی ہو) پر زکوٰۃ واجب

(۱) "لا زکوٰۃ علی مکاتب ... ولا فی ثیاب البدن .. و أثاث المنزل و دور السكنی و نحوھا، قوله : و نحوھا کثیاب البدن الغیر المحتاج إلیھا و کالحوانیت و العقارات" (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۳/۱۸۲ تا ۱۸۳) محشی۔



نہیں ہوتی، (۱) اس لئے ٹرک کی قیمت پر زکوٰۃ واجب نہیں، اس سے جو آمدنی حاصل ہو وہ مقدارِ نصاب پہنچ جائے، یا کچھ اور سونا، چاندی اور رقم ان کے پاس موجود ہوں، اور ان کو ملا کر نصاب پورا ہو جاتا ہو، ایسی صورت میں اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (۲)

## جوتے کے تاجروں کا جوتوں کی صورت میں زکوٰۃ ادا کرنا

سوال: - {1006} میں پیشہ تجارت سے وابستہ ہوں،

میری جوتوں کی دکانیں ہیں، دوکانوں میں اشاک زیادہ

ہونے کی وجہ سے میں مال یعنی جوتوں ہی کی صورت میں زکوٰۃ

دینا چاہتا ہوں، تو کیا میں اس طرح زکوٰۃ دے سکتا ہوں؟

(اقبال احمد، کریم نگر)

جواب: - اگر آپ حساب کر کے واجب الاداء زکوٰۃ کے لحاظ سے مستحقین کو جوتے

دے دیں، تو اس صورت میں بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، بہتر طریقہ یہ ہے کہ مستحق زکوٰۃ کو جس چیز

کی ضرورت ہو وہی چیز زکوٰۃ میں ادا کی جائے۔ (۳)

## یہ مال تجارت نہیں

سوال: - {1007} میں نے اپنی رہائش کے لئے ایک

(۱) " لا زکوٰۃ علی مکاتب ... و كذلك آلات المحترفين " ( الدر المختار علی

ہامش رد المحتار: ۱۸۳/۳) محشی۔

(۲) " و اللازم في مضروب كل منهما و معموله و لو تبرأ أو حليا طلقا ألخ و في

عرض تجارة قيمته نصاب ألخ و قيمة العرض للتجارة تضم إلى الثمنين ؛ لأن

الكل للتجارة وضعا و جعلاً و يضم الذهب إلى الفضة و عكسه بجامع الثمنية "

( الدر المختار علی ہامش رد المحتار: ۲۳۴/۳) محشی۔

(۳) " لا بد في اعتبار منفعة الفقراء عند التقويم لأداء الزکوٰۃ فيقومها بأنفع

النقدین " (المبسوط: ۱۹۱/۲) محشی۔

مکان خرید اس کو کئی سال کا عرصہ ہو گیا ہے، اب ہم لوگوں نے طے کیا ہے کہ اسے فروخت کر دیں، کیونکہ رہائش کے لئے وہ جگہ موزوں نہیں ہے، تو کیا اس مکان کی زکوٰۃ اب ادا کرنی ہوگی؟  
(فضل الرحمان، نظام آباد)

جواب:- مکان خریدتے وقت چونکہ آپ کی نیت بیچنے کی نہیں تھی، بلکہ رہائش کی تھی، اس لئے اس مکان میں کوئی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، کیونکہ اس کا شمار مال تجارت میں نہیں ہے، مال تجارت وہ ہے، جسے خریدتے وقت ہی بیچنے کی نیت سے خرید لیا جائے، ہاں مکان بیچنے کے بعد دوسرے اموال زکوٰۃ کے ساتھ ان پیسوں کی بھی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، بشرطیکہ جس تاریخ کو وہ صاحب نصاب ہوا تھا، اس تاریخ کو وہ رقم موجود رہے، ہندیہ میں ہے:

”ومن اشترى جارية للتجارة ونواها للخدمة  
بطلت عنها الزكاة ... وإن نواها للتجارة بعد  
ذلك لم تكن للتجارة حتى يبيعها فيكون في  
ثمنها زكاة“ (۱)

## حج کی محفوظ رقم اور زکوٰۃ

سوال:- {1008} زید پر حج فرض ہے اس نے اب تک حج ادا نہیں کیا ہے، لیکن حج کا فارم بھردیا ہے، کچھ رقم جمع کر دی ہے، اور کچھ رقم سفر کیلئے محفوظ رکھی ہے، کیا اسے اس رقم کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی؟  
(عبدالرحیم، گنٹور)

جواب:- سفر حج کے کرایہ اور مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران ہونے والے لازمی

اخراجات، اس کی حاجت اصلیه یعنی بنیادی ضروریات میں داخل ہیں، ان میں زکوٰۃ واجب نہیں، اس سے زائد جو رقم حاجی اپنے طور پر سفر حج میں خرچ کرتا ہے، وہ حاجت اصلیه میں داخل نہیں، اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

”إذا أمسكه لينفق منه كل ما يحتاجه فحال  
الحول وقد بقي معه منه نصاب ، فإنه يزكى  
ذلك الباقي“ (۱)



## سونے چاندی کی زکوٰۃ

### چاندی سونے کے نصاب کی مقدار

سوال :- {1009} (الف) چاندی کا نصاب کسی کتاب میں ساڑھے باون تولہ کسی میں ساڑھے چھتیس تولہ اور سونے کا نصاب کسی کتاب میں ساڑھے سات تولہ ہے تو کسی کتاب میں پانچ تولہ ہے، کس مقدار پر عمل کرنا ہوگا؟

(ب) کاغذی سکہ کی زکوٰۃ کا تعین سونے کے نصاب سے کرنا ہوگا، یا چاندی کے نصاب سے، جب کہ دونوں کے بازاری قیمت میں تقریباً ۶۵ گنے کا فرق ہے؟ (کاظم علی، شاہ گنج)

جواب :- (الف) مفتی شفیع صاحبؒ نے جواہر الفقہ میں اس موضوع پر تفصیل سے

گفتگو کی ہے، اور ان دونوں مقدار میں جو نمایاں فرق ہے، یہ کیوں واقع ہوا ہے؟ اس پر بھی نہایت انصاف اور وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے، ان کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ساڑھے باون تولہ چاندی اور ساڑھے سات تولہ سونا والا قول زیادہ درست ہے۔ (۱) مفتی صاحب کی

(۱) تفصیل کے لیے دیکھئے: جواہر الفقہ: ۱/ ۴۲۹ تا ۴۳۰ - محشی۔



تحقیق ان کے دلائل کی روشنی میں قرین صواب معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

(ب) یہ مسئلہ بڑا اہم ہے اور ابھی علماء کے زیر تحقیق ہے، واقعہ ہے کہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت آج کل اتنی کم ہو گئی ہے کہ اس کی وجہ سے کسی کو زکوٰۃ کے لئے غیر مستحق قرار دینا، اکثر اوقات دشواری کا باعث ہو جاتا ہے، تاہم فی الحال فتویٰ اسی پر ہے کہ ساڑھے باون تولہ کی چاندی کے بقدر نوٹوں کی ملکیت پر زکوٰۃ واجب ہوگی، اور اسی کے مالک ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ کے حرام ہونے کا حکم لگایا جائے گا، البتہ اس بات کی گنجائش ہے کہ اگر بیوی اتنے مال کی مالک ہے اور شوہر مالک نہیں، یا شوہر بیوی مالک ہیں اور اس کے بالغ لڑکے و لڑکیاں مالک نہیں ہیں، تو جو مالک نہیں ہیں، انہیں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ (۱)

## پانچ تولہ سونا، پانچ تولہ چاندی

سوال: - {1010} ایک بیوہ وضعیف اور وظیفہ یاب

خاتون کے پاس پانچ تولہ سونا اور پانچ تولہ چاندی ہے، زیور

زیر استعمال ہے، کیا ان پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

(ایم، ایس، خان، اکبر باغ)

جواب: - امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک استعمالی زیورات میں بھی زکوٰۃ ہے، حضرت عبداللہ

بن عمرؓ سے مروی ہے کہ

”دو خاتون خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں، ان کی ہاتھوں

میں سونے کے کنگن تھے، آپ ﷺ نے ان دونوں سے

دریافت کیا کہ کیا تم لوگ اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ ان دونوں

نے کہا: نہیں! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم لوگ اس

(۱) ”ولا يجوز إلى صغير والده غني فإن كان الابن كبيراً جاز“ (الفتاویٰ

الخانية على هامش الفتاویٰ الهندية ۱/۲۶۶، باب فيما توضع فيه الزکوٰۃ) محشی۔

بات کو پسند کرو گی کہ اللہ تعالیٰ تم کو آگ کا کنگن پہنائے؟  
دونوں نے عرض کیا: نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تو اس کی  
زکوٰۃ ادا کرو“ (۱)

اسی مضمون کی ایک روایت ابو داؤد (۲) اور نسائی (۳) میں بھی آئی ہے، ان احادیث سے یہ بات واضح ہے کہ استعمالی زیورات پر بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، اگر کچھ مقدار سونے کی اور کچھ مقدار چاندی کی ہو تو دونوں کو ملا کر، اگر ان کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو پھر اس میں زکوٰۃ واجب ہو جائیگی، اس تفصیل کی روشنی میں ان خاتون پر زکوٰۃ واجب ہے، لہذا ان کو زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے، اگر زکوٰۃ ادا کرنے کی استطاعت نہ ہو تو پانچ تولہ چاندی فروخت کریں، یا کسی اور کو ہبہ کر دیں، ایسی صورت میں وہ صاحبِ نصاب باقی نہیں رہیں گی اور آئندہ ان پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

## سونے پر زکوٰۃ

سوال: {1011} زید کے پاس صرف سوا سات تولہ سونا ہے اور اس کے علاوہ نہ نقدی ہے اور نہ چاندی، تو کیا اس سونے پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟ (یوسف انصاری، منہم کنندہ)

جواب: - زکوٰۃ ساڑھے سات تولہ سونا پر واجب ہوتی ہے، اگر سونے کی مقدار اس سے کم ہو اور چاندی یا نقد رقم بھی نہ ہو (جو اس کی کوپورا کرے) تو اس صورت میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، ہدایہ میں ہے: ”و ليس فيما دون عشرين مثقالا من ذهب صدقة“ (۴) لہذا اس صورت میں آپ پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۶۳۷۔

(۲) سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۱۵۶۳۔

(۳) سنن نسائی، حدیث نمبر: ۲۸۴۱، باب زکوٰۃ الحلی۔

(۴) الهدایة: ۱/۱۷۵، باب زکوٰۃ المال، فصل في الذهب - محشی۔

## کہاں کی قیمت معتبر ہوگی؟

سوال: {1012} ہندوستان کے مختلف شہروں میں سونے کی قیمت یکساں نہیں ہوتی ہے، بمبئی، کلکتہ، مدراس میں الگ الگ قیمتیں ہوتی ہیں، اور اسی لحاظ سے اس شہر کے قرب و جوار کے دوسرے شہروں میں سونے کی قیمت ہوتی ہے تو زکوٰۃ کس قیمت کے لحاظ سے ادا کرنی ہوگی؟

(محمد نصیر عالم، جالے، در بھنگہ)

جواب: - جس شہر میں زکوٰۃ ادا کی جا رہی ہو، وہاں کی قیمت کے لحاظ سے زکوٰۃ واجب ہوگی، کیونکہ زکوٰۃ میں مال زکوٰۃ کا چالیسواں حصہ ادا کرنا ہے، اور اس شہر کے لحاظ سے قیمت ادا کی جائے، تبھی چالیسواں حصہ ادا ہو سکتا ہے، فقہاء نے بھی اس کی صراحت کی ہے:

”فلو بعث عبدا للتجارة في بلد آخر يقوم في البلد الذي فيه العبد“ (۱)

## زر ضمانت کی زکوٰۃ

سوال: {1013} بعض دفعہ مکانات کرایہ پر لیتے ہوئے مالک مکان کو کچھ پیشگی رقم بطور زر ضمانت دی جاتی ہے، اس رقم کی زکوٰۃ کس پر واجب ہوگی، کرایہ دار پر یا مالکان پر؟

(محمد شفیع احمد، مہدی پنٹم)

جواب: - مالک مکان کے پاس وہ رقم کرایہ دار کی طرف سے رہن کے درجہ میں ہے، جب وہ مکان خالی کرے، اس رقم کی واپسی کا مطالبہ کر سکتا ہے، اور مال رہن میں زکوٰۃ کسی پر

واجب نہیں ہوتی، نہ رہیں رکھنے والے پر اور نہ اس شخص پر جس کے پاس رہیں رکھا گیا۔ (۱)

## زیورات میں ننگ اور زکوٰۃ

سوال: {1014} سونے کے زیورات میں شیشہ اور

پتھر کے ننگ لگائے جاتے ہیں، سونا فروخت کرنے والے ان  
نگوں کے ساتھ زیور کا وزن کرتے ہیں، گویا اسے بھی سونے  
کی قیمت میں فروخت کرتے ہیں، تو کیا اس ننگ میں بھی زکوٰۃ  
واجب ہوگی؟ (محمد شمشاد، حمایت نگر)

جواب: - سونے یا چاندی سے اگر ایسی چیز ملی ہوئی ہو، جس کو اس سے الگ کیا

جاسکتا ہو، تو وہ سونے، چاندی کے حکم میں نہیں ہے، (۲) ننگ بھی ایسی ہی چیزوں میں ہے کہ  
اسے اصل زیور سے نکالا جاسکتا ہے، اس لئے ننگ میں زکوٰۃ واجب نہیں، اگر ننگ کا وزن معلوم ہو  
تو اس وزن کو منہا کر کے زکوٰۃ کا حساب کرنا درست ہوگا۔

(۱) دیکھئے: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی منظوریہ تجاویز پانچواں فقہی سیمینار، منعقدہ ۱۰- نومبر ۱۹۹۲ء  
اعظم گڑھ۔

(۲) "إذا كان الغالب على الورق الفضة فهو في حكم الفضة، وإذا ان الغالب  
عليها الغش فهو في حكم العروض، يعتبر أن تبلغ قيمته نصاباً، قوله فهو في  
حكم الفضة ألخ فتجب فيه الزكاة كأنه كله فضة لا زكاة العروض، ولو كان  
أعدها للتجارة بخلاف ما إذا كان الغش غالباً فإن نواها للتجارة إعتبرت قيمتها،  
وإن لم ينوها، فإن كانت بحيث يتخلص منها فضة تبلغ نصاباً وحدها أو لا  
تبلغ، لكن عنده ما يضمه إليها فيبلغ نصاباً وجب فيها؛ لأن عين النقدين لا  
يشترط فيهما نية التجارة ولا القيمة وإن لم يخلص فلا شيء فيه" (الهداية مع  
الفتح ۱/۱۶۳) محشی۔



## زیورات میں زکوٰۃ کی مقدار

سوال:- {1015} سونا، چاندی کے زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے، تو کس مقدار میں؟ مثلاً میرے پاس دس تولہ سونا ہے، تو میں کتنی زکوٰۃ ادا کروں؟ (خیالہ، قلعہ گوکنڈہ)

جواب:- زیورات، مال تجارت اور روپیہ میں زکوٰۃ کی شرح ڈھائی فیصد ہے، (۱) آپ اپنے زیورات کی موجودہ نرخ کے لحاظ سے قیمت لگالیں اور ایک ہزار پر پچیس روپے کے لحاظ سے زکوٰۃ ادا کر دیں۔

## زیر استعمال زیورات پر زکوٰۃ

سوال:- {1016} عورتیں جو زیورات روز یا کبھی کبھی استعمال کرتی ہیں، کیا ان میں بھی زکوٰۃ ہے؟ (محمد احمد علی خاں، ملک پیٹ)

جواب:- قرآن و حدیث میں سونے اور چاندی پر مطلقاً زکوٰۃ واجب قرار دی گئی ہے، (۲) بلکہ احادیث میں رسول اللہ ﷺ کا صراحتاً ان زیورات کے بارے میں بھی زکوٰۃ کی تلقین کرنا ثابت ہے، جن کو صحابیات (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) پہنی ہوئی تھیں، (۳) اس لئے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سونے اور چاندی پر ہر صورت میں زکوٰۃ واجب ہے، خواہ وہ زیورات کی شکل میں ہوں یا نہ ہوں، اور خواہ زیورات زیر استعمال ہوں، یا نہ ہوں۔

(۱) الفتاویٰ التاتار خانیۃ: ۲/۳۱۹-محشی۔

(۲) التوبة: ۳۴-محشی۔

(۳) الجامع للترمذی: ۱/۱۳۸-محشی۔

## استعمال شدہ زیورات میں زکوٰۃ

سوال:- {1017} ماہنامہ البلاغ اکتوبر ۲۰۰۱ء ص:

۵۰ پر لکھا ہے کہ جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ استعمال شدہ زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہے، وضاحت فرمائیں۔

(محمد عبدالستار، مقام نامعلوم)

جواب:- مختلف روایتوں سے پہنے ہوئے زیورات میں آپ ﷺ کی جانب سے زکوٰۃ ادا کرنے کی تلقین ثابت ہے، ان میں بعض روایتیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی مروی ہیں، امام ترمذی نے نقل کیا ہے کہ بعض صحابہ ؓ اور تابعینؓ بھی اسی کے قائل تھے، اور یہی رائے سفیان ثوریؒ اور عبد اللہ بن مبارکؒ جیسے فقہاء و محدثین کی بھی ہے، (۱) حنفیہ کا نقطہ نظر بھی یہی ہے کہ استعمالی زیورات میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی، قرآن نے مطلقاً سونا چاندی میں زکوٰۃ واجب قرار دی ہے، اس سے بھی اس نقطہ نظر کی تائید ہوئی ہے، اور ظاہر ہے کہ اسی میں احتیاط ہے۔

اس لیے یہ کہنا کہ جمہور علماء کا زکوٰۃ واجب نہ ہونے پر اتفاق ہے، میرے خیال میں درست نہیں۔

## نقد رقم کی زکوٰۃ

سوال:- {1018} جس کے پاس زیورات کے علاوہ

نقدی رقم بھی موجود ہو، کیا اسے نقد رقم کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی؟

اور ادا کرنی ہوگی، تو اس کا کیا حساب ہوگا؟ (الیاس، زیبا باغ)

جواب:- نقد رقم میں بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، نقد رقم کا وہی نصاب ہے جو چاندی کا

ہے، یعنی اگر اتنے پیسے موجود ہوں کہ جس سے ساڑھے باون تولہ چاندی خریدی جاسکتی ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب ہو جائے گی، اگر کچھ سونا، کچھ چاندی اور اس کے ساتھ کچھ رقم ہو اور یہ سب مل کر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تب بھی زکوٰۃ واجب ہو جائے گی، بشرطیکہ اس پر سال گزر چکا ہو، سال گزرنے سے مراد یہ ہے کہ پہلی دفعہ نصاب زکوٰۃ کا مالک ہونے کے بعد سال گزر جائے، اگر ایک بار نصاب زکوٰۃ پر سال گزر چکا ہے تو آئندہ اس پر جو اضافہ ہوگا اس پر مستقل طور سے سال کا گزر نا ضروری نہیں ہے، سونا، چاندی، سامان تجارت اور نقد رقم پر زکوٰۃ ڈھائی فیصد کی شرح سے واجب ہوتی ہے، (۱) یعنی ہر ایک ہزار پر پچیس روپے۔

## زیورات کی زکوٰۃ

مولانا:- {1019} میری شادی میں دلہن کے ذریعہ

پندرہ تولہ سونا، نیز چاندی کے زیورات آئے ہیں، تو کیا مجھ پر زکوٰۃ فرض ہے؟ کیوں کہ اخراجات زیادہ ہیں اور بعض وقت ادھار لے کر کام چلانا پڑتا ہے۔ (معین الدین، مغلیہ)

جواب:- آپ کی بیوی کو جو زیورات ان کے میکے سے ملے ہوں یا آپ لوگوں نے شادی کے موقع پر ان کو دیا ہو، وہ ان ہی کی ملکیت ہے، اور ان پر اس کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے، آپ کے اخراجات سے ان کا کوئی تعلق نہیں، اگر آپ کے اپنے زیورات ہوں اور آپ کے ذمہ قرض بھی باقی ہو، تو زیورات کی قیمت لگا کر اس میں قرض کے بقدر منہا کر دیں، اور جتنا باقی رہ جائے، اگر وہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو ان باقی پیسوں میں پچیس روپے فی ہزار کے حساب سے زکوٰۃ واجب ہوگی، (۲) زکوٰۃ ادا کرنے سے مال میں برکت اور آفتوں سے حفاظت ہوتی ہے، (۳) اس لئے اس معاملہ میں پہلو تہی سے کام نہیں لینا چاہئے۔

(۱) الفتاویٰ التاتار خانیۃ: ۳/۳۱۹۔

(۲) حوالہ سابق

(۳) رد المحتار: ۳/۱۷۱-محشی۔

## بیوی کے زیورات کی زکوٰۃ شوہر پر ہے؟

سوال :- {1020} میں نے اپنی بیوی کو اس کے مہر میں زیورات دیدئے، اب اس کی زکوٰۃ شوہر پر ہے یا بیوی پر؟  
(حسن بن صالح الخادم، گرمٹ کال)

جواب :- آپ نے جب زیورات اپنی بیوی کو دیدئے تو وہی اس کا مالک ہے اور اسی پر اس کی زکوٰۃ واجب ہے، (۱) البتہ اگر بیوی کے پاس نقد پیسے نہ ہوں، اور زکوٰۃ ادا کرنے میں آپ اپنے پیسوں سے بیوی کی مدد کریں تو نہ صرف آپ کی بیوی کی طرف سے زکوٰۃ ادا ہوگی، بلکہ آپ بھی اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے۔

## رہن اور چٹھی میں زکوٰۃ

سوال :- {1021} ہمارے گھر کے زیور رہن ہیں، اور ۶۰ ہزار کی ایک چٹھی ہے، جس کی اب تک جمع شدہ رقم ۳۰ ہزار ہو گئی ہے، کیا رہن اور چٹھی کی رقم پر زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے؟  
(تسنیم تبسم، امان نگر)

جواب :- (الف) جو زیور رہن پر ہو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ (۲)  
(ب) چٹھی کی جتنی رقم آپ ادا کر چکی ہیں، یعنی ۳۰ ہزار روپے اس کی زکوٰۃ ادا کرنی واجب ہے۔



(۱) "الزکوٰۃ واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصاباً تاماً و حال عليه الحول" (الهدایة: ۱/۱۶۵) حشی۔  
(۲) رد المحتار: ۳/۱۸۰۔ حشی۔



## زکوٰۃ کے مصارف

### زکوٰۃ کے مصارف

سوال :- {1022} زکوٰۃ کے مصارف کیا کیا ہیں؟ غیر مسلم کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ کن رشتہ داروں کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی ہے؟ نابالغ بچوں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ کن لوگوں کو زکوٰۃ دینا بہتر ہے؟ (سمیع الدین، شاہ علی بندہ)

جواب :- (۱) قرآن مجید میں کل آٹھ مصارف کا ذکر کیا گیا ہے، زکوٰۃ کا انہیں مدت میں سے کسی ایک یا چند میں خرچ کرنا ضروری ہے، ان میں سے ایک مد یعنی ”غلام“ کا اب وجود نہیں، ایک مد ”مؤلفۃ القلوب“ خفیہ کے یہاں منسوخ ہے، اس طرح کل چھ مصارف باقی رہ گئے ہیں اور وہ یہ ہیں:

(الف) فقیر: یعنی وہ شخص جو بالکل نادار ہو۔

(ب) مسکین: جس کے پاس سامان کفایت کا کچھ حصہ

- ہو، لیکن پورا نہیں اور ابھی اس کی حاجت باقی ہو، (۱)
- (ج) ”عالمین“: یعنی جن کو زکوٰۃ و عشر وغیرہ کی وصولی کے لیے مقرر کیا گیا ہو۔ (۲)
- یہ صاحب نصاب ہوں تب بھی انہیں زکوٰۃ میں سے ان کے کام کی اجرت کے طور پر زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، اور وہ لے سکتے ہیں، (۳)
- زکوٰۃ کی جمع و تقسیم کے لیے اور تحریر وغیرہ کے لیے بھی یہ مسئلہ ہے۔ (۴)
- (د) مقروض: جس کو قرآن نے ”غارمین“ کہا ہے، یعنی ایک شخص صاحب نصاب ہو، لیکن اس پر لوگوں کے اتنے قرض ہوں کہ ان کو ادا کرے تو صاحب نصاب باقی نہ رہے، ایسے شخص کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، (۵) بلکہ عام فقراء کے مقابلہ ان کو زکوٰۃ دینے میں زیادہ اجر ہے۔ (۶)
- (ه) فی سبیل اللہ: احناف کے یہاں اس سے خصوصیت کے ساتھ وہ اہل حاجت مراد ہیں جو جہاد، دینی تعلیم کے حصول میں لگے ہوئے ہوں۔ (۷)

(۱) دیکھئے: بدائع الصنائع: ۴۳/۲، قرطبی: ۱۶۹/۸۔

(۲) بدائع الصنائع: ۴۳/۲۔

(۳) الفتاویٰ التاتار خانیۃ: ۲۶۸/۲۔

(۴) قرطبی: ۱۷۱/۸۔

(۵) احکام القرآن للجصاص: ۳۲۷/۳۔

(۶) الفتاویٰ التاتار خانیۃ: ۲۷۰/۲۔

(۷) البحر الرائق: ۲۳۲/۲، الفتاویٰ التاتار خانیۃ: ۲۶۸/۲۔

(۱) مسافرین: یعنی وہ لوگ جو اصلاً تو زکوٰۃ کے حقدار نہ ہوں لیکن سفر کی حالت میں ضرورت مند ہو گئے ہوں، یہ زکوٰۃ لے سکتے ہیں، مگر اتنا ہی لیں جتنا ہی کام چل جائے۔ (۱)  
 (۲) زکوٰۃ کی رقم صرف مسلمانوں ہی کو دی جائے گی، غیر مسلم کو نہیں۔ (۲)

(۳) بنو ہاشم و سادات کو (جن کی حاجت کسی اور مد سے پوری نہ ہو پائے) زکوٰۃ دی جاسکتی ہے (۳)

(۴) والدین، دادا، دادی، نانا، نانی، اولاد اور ان کا سلسلہ اولاد، شوہر، بیوی، ان اقرباء میں شامل ہیں جنہیں زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔ (۴)

(۵) جو شخص بنیادی ضروریات کے علاوہ زمین، کھیت، فاضل مکان، غیر استعمالی کپڑے وغیرہ اشیاء میں اتنی جائداد کا مالک ہو کہ اس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کو پہنچ جاتی ہو تو اس کے لیے زکوٰۃ لینی جائز نہیں۔ (۵)

(۶) محتاج اور مالدار ہونے میں نابالغ بچوں کا وہی درجہ ہوگا جو ان کے باپ کا ہے، باپ کے لیے زکوٰۃ جائز ہو تو ان کے لیے بھی زکوٰۃ جائز ہوگی، اور باپ کے لیے زکوٰۃ جائز نہ ہو تو

(۱) الفتاویٰ التاتار خانیۃ: ۲/۲۷۱، البحر الرائق: ۲/۲۳۲۔

(۲) الفقہ الاسلامی و أدلتہ: ۲/۱۸۳۔

(۳) یہ امام ابو حنیفہ کا ایک قول ہے اور بہت سے علماء نے اس کو اختیار کیا ہے، تفصیل کے لیے دیکھئے:

عبادات اور چند اہم جدید فقہی مسائل: ۲/۱۳۵۔

(۴) بدائع الصنائع: ۲/۲۹، تاتار خانیۃ: ۲/۲۷۱۔

(۵) بدائع الصنائع: ۲/۲۹۔

- ان کے لیے بھی زکوٰۃ جائز نہ ہوگی۔ (۱)
- ۷) بالغ لڑکوں کے فقیر و مالدار ہونے میں خود ان کا اعتبار ہے، باپ گو مالدار ہو، لیکن لڑکے محتاج ہوں تو زکوٰۃ لے سکتے ہیں۔ (۲)
- ۸) محتاج علماء، علوم دینیہ کے طلباء اور دین دار محتاج کو زکوٰۃ دینے میں زیادہ ثواب ہے۔ (۳)
- ۹) اسی طرح ان اقرباء کو زکوٰۃ دینا (اگر وہ مستحق ہوں) زیادہ بہتر ہے، جو زکوٰۃ لے سکتے ہیں، جیسے بھائی، بہن، چچا، پھوپھی خالہ، ماموں، اودو چچا زاد، خالہ زاد بھائی بہن وغیرہ۔ (۴)
- ۱۰) یہ بات بہتر ہے کہ اہل شہر کو زکوٰۃ دینے میں اولیت دی جائے، ہاں! اگر دوسری جگہ زیادہ محتاج لوگ ہوں، دینی ادارے ہوں اقرباء ہوں، تو دوسرے شہروں کو زکوٰۃ بھیجنے میں کوئی قباحہ نہیں، بلکہ زیادہ بہتر ہے۔ (۵)
- ۱۱) زکوٰۃ کے جو مدارات قرآن مجید نے متعین کیے ہیں اگر ان میں سے ایک یا بعض ہی پر پوری زکوٰۃ صرف کر دیں تو کوئی حرج نہیں۔ (۶)

(۱) البحر الرائق: ۲/۲۳۵۔

(۲) البحر الرائق: ۲/۲۳۵۔

(۳) رد المحتار: ۲/۶۹۔

(۴) رد المحتار: ۲/۶۷۔

(۵) دیکھئے: الجامع لأحكام القرآن: ۸/۱۶۷۔

(۶) دیکھئے: المغنی: ۲/۳۸۲، البحر الرائق: ۲/۲۳۹۔



(۱۲) بہتر ہے کہ زکوٰۃ اتنی مقدار میں دی جائے کہ ضرورت پوری ہو جائے، مقروض ہو تو قرض ادا ہو جائے، مسافر ہو تو منزل تک پہنچ جائے، فقراء کو امام ابوحنیفہؒ کے یہاں بہتر ہے کہ ایک مقدار نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے کم دے، مقدار نصاب سے زیادہ دے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، لیکن ایسا کرنا ان کے نزدیک مکروہ ہے، (۱) کثیر العیال شخص کو مقدار نصاب سے زیادہ زکوٰۃ دی جاسکتی ہے بشرطیکہ اس کے زیر پرورش لوگوں میں تقسیم کیا جائے تو فی کس ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے کم ہر ایک کے حصہ میں آتی ہو تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ (۲)

(۱۳) مردوں کی تجہیز و تکفین اور مسجدوں کی تعمیر میں زکوٰۃ کی رقم صرف نہیں کی جاسکتی، (۳) پلوں کی تعمیر، سڑکوں کی مرمت اور اس طرح کی دوسری چیزوں میں بھی زکوٰۃ صرف نہیں کی جاسکتی۔ (۴)

(۱۴) زکوٰۃ کی رقم کو قرض کے لین دین کے لیے محفوظ کرنا، یا کاروبار میں لگانا اور اس کا نفع فقراء پر تقسیم کرنا درست نہیں اور اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

(۱) رد المحتار: ۳/۳۰۳۔

(۲) قرطبی: ۸/۱۹۱۔

(۳) الہدایۃ مع الفتح: ۲/۲۰۷۔

(۴) مجمع الأنہر: ۱/۲۲۲۔

(۱۵) ایسے ضروری دینی اور قومی کام جن پر زکوٰۃ کی رقم صرف نہیں کی جاسکتی، اس کا اگر کسی فقیر کو مالک بنادیا جائے اور وہ زکوٰۃ کی وہ رقم ایسے کاموں پر صرف کرے تو کوئی حرج نہیں۔ (۱)

## بنو ہاشم سے مراد

سوال:- {1023} بنو ہاشم سے کون لوگ مراد ہیں؟  
جن کے لئے زکوٰۃ لینا حرام ہے؟  
(محمد وحید الدین، چنچل گوڑہ)

جواب:- رسول اللہ ﷺ کے چوتھے دادا عبد مناف ہیں، عبد مناف کے چار بیٹے تھے، ہاشم، مطلب، نوفل، عبد شمس، پھر ہاشم کے چار بیٹے ہوئے جن میں صرف عبدالمطلب کی نسل باقی رہی، باقی کی منقطع ہو گئی، عبدالمطلب کی بارہ اولاد تھیں، جن میں حضرت عباس ؓ اور حضرت حارث ؓ کی اولاد، نیز حضرت علی ؓ، حضرت جعفر ؓ اور حضرت عقیل ؓ سے ابوطالب کی اولاد پر زکوٰۃ حرام ہے، بنو ہاشم کی دوسری شاخوں پر زکوٰۃ حرام نہیں، (۲) عام طور پر جو یہ بات کہی جاتی ہے کہ بنو ہاشم پر زکوٰۃ حرام ہے، وہ ان ہی چند خاندانوں کو ملحوظ رکھ کر۔

## سادات کو زکوٰۃ

سوال:- {1024} آپ نے لکھا ہے کہ زکوٰۃ بھائی، بہن اور بہنوئی وغیرہ کو دیا جاسکتا ہے، بلکہ ضرورت مند رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینے میں زیادہ اجر ہے، تو اگر قریبی رشتہ دار

(۱) الدر المختار علی هامش رد: ۱۶/۲۔

(۲) دیکھئے: رد المحتار: ۲۹۹/۳۔

سادات میں سے ہوں اور ضرورت مند ہوں، تو ان کو بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟  
(محمد آصف، گنور)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے سادات کے لئے زکوٰۃ کی رقم کو منع فرمایا ہے، آپ ﷺ نے اس کے بدلے ان کے لئے مال غنیمت میں کچھ حصہ رکھا تھا، (۱) اس لئے سادات کا دوسری قوم سے تعاون کرنا چاہئے، ہاں! اگر یہ صورت ہو کہ شوہر سید ہو، بیوی سید نہ ہو، یا بیوی سادات میں سے ہو اور شوہر سید نہ ہو، تو جو سید نہ ہو اسے زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے۔ (۲)

### قریبی رشتہ دار اور سید کو زکوٰۃ

مولانا:- {1025} کیا زکوٰۃ کے مستحق قریبی رشتہ دار یعنی چچا، پھوپھا، ماموں، خالہ، بھائی، بہن اور سید ہو سکتے ہیں؟  
(احمد، نظام آباد)

جواب:- رسول اللہ ﷺ نے بنو ہاشم یعنی سادات پر زکوٰۃ حرام قرار دیا ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لَنَا“ (۳) اس لیے اکثر فقہاء کی رائے یہی ہے کہ سادات کے لیے زکوٰۃ جائز نہیں۔ (۴) کوشش کریں کہ عطیات کے ذریعہ سادات کی مدد کریں، یا بالواسطہ سادات کو زکوٰۃ پہنچائیں، مثلاً: شوہر و بیوی میں ایک سید ہوں دوسرے نہ ہوں تو جو سید نہ ہوں ان کو زکوٰۃ دے دیں۔

آپ نے جن رشتہ داروں کا ذکر کیا ہے، ان کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، زکوٰۃ صرف شوہر

(۱) مجمع الزوائد، حدیث نمبر: ۴۴۹۴، باب الصدقة لرسول الله ﷺ و لآله و لمواليهم۔  
(۲) ”مصرف الزکوٰۃ: هو فقير و هو من له أدنى شئى أى دون نصاب أو قدر نصاب غير تام مستغرق في الحاجة و مسكين من لا شئى له على المذهب“ (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۳/۲۸۳-۲۸۴) بخشی۔

(۳) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۶۵۷۔

(۴) دیکھئے: البحر الرائق: ۲/۲۳۵۔

ویوی ایک دوسرے کو اور والدین و اولاد ایک دوسرے کو نہیں دے سکتے، والدین کے آباء و اجداد اور اولاد کی اولاد کا سلسلہ بھی اسی حکم میں ہے، باقی رشتہ داروں کو نہ صرف زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، بلکہ وہ مستحق زکوٰۃ ہوں تو ان کو زکوٰۃ دینا زیادہ باعث اجر ہے، کیوں کہ اس میں صلہ رحمی کا پہلو بھی پایا جاتا ہے۔

## سادات کے لئے زکوٰۃ کیوں حرام ہے؟

سوال: - {1026} جب تمام مسلمان برابر ہیں، تو

سادات کے لئے زکوٰۃ کیوں حرام قرار دی گئی ہے؟

(اسماعیل خان، یا قوت پورہ)

جواب: - آپ ﷺ کا مزاج تھا کہ جہاں قربانی کی نوبت ہوتی وہاں اپنے قرابت داروں کو آگے رکھتے، غزوہ بدر کے موقع سے جب مکہ کے سوراؤں نے دعوتِ مبارزت دی تو آپ ﷺ نے اپنے قریب ترین عزیزوں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو مقابلہ پر بھیجا، (۱) اور جہاں نفع کا موقع آتا وہاں آپ ﷺ ان حضرات کو پیچھے رکھتے، مثال کے طور پر جب ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پاس بہت سے غلام اور باندی آئے تو آپ ﷺ انہیں اہل مدینہ کے درمیان تقسیم فرمانے لگے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس کا علم ہوا تو انہوں بھی ایک خادم یا ایک خادمہ عطا فرمانے کی درخواست کی، اس موقع پر آپ ﷺ نے خادم دینے کے بجائے تسبیح (۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ، ۳۳ بار اللہ اکبر) پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ (۲)

(۱) "عن علي رضي الله عنه قال: تقدم عتبة و تبعه ابنه و أخوه فاندب له شاب من الأنصار فقال: لا حاجة لنا فيكم إنما أردنا بني عمنا، فقال رسول الله ﷺ: قم يا حمزة (رضی اللہ عنہ)، قم يا علي (رضی اللہ عنہ)، قم يا عبدة (رضی اللہ عنہ) الخ" فتح الباري شرح صحيح البخاري: ۳۷۸/۷، باب قتل أبي جهل (محشی)۔

(۲) صحيح البخاري، حدیث نمبر: ۶۳۱۸، باب التكبير و التسبيح عند المنام - محشی۔



سادات کے لئے زکوٰۃ کی ممانعت کا شاید ایک بنیادی سبب یہ بھی تھا کہ لوگوں کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ نبوت اور شریعت کے سارے تانے بانے اسی لئے بنے گئے تھے کہ لوگوں سے پیسہ وصول کریں اور اپنے اہل خاندان پر خرچ کریں، چنانچہ آپ ﷺ نے زکوٰۃ کو نہ صرف اپنی حیات میں بلکہ ہمیشہ کے لئے سادات پر حرام کر دیا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم وأحکم۔

## سادات کو زکوٰۃ سے تنخواہ

سوال:- {1027} میں سادات گھرانے کا ہوں، میں نے آج تک زکوٰۃ نہیں لی مجھے جو پوچھنا ہے، وہ یہ کہ میرا لڑکا حافظ وقاری ہے، جو ایک مدرسہ میں خدمت انجام دیتا ہے، دینی مدارس کو لوگ زکوٰۃ کی رقم سے ہی مدرس کی ماہانہ تنخواہ دیتے ہیں، کیا وہ تنخواہ لینا جائز ہے؟ (س، م، ق، مستعد پورہ)

جواب:- سادات کے لئے براہ راست زکوٰۃ کی رقم لینا جائز نہیں، لیکن اگر کوئی شخص کسی کو زکوٰۃ دیتا ہے، اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اپنی طرف سے کسی سید کو بہ طور ہدیہ، یا بطور اجرت زکوٰۃ کی رقم میں سے دے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باندی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو ایک صاحب نے صدقہ کا گوشت دیا، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھانا پیش کیا، لیکن گوشت نہیں رکھا، جب آپ ﷺ نے گوشت کے بارے میں دریافت کیا تو کہنے لگیں کہ: ”وہ صدقہ کا گوشت ہے“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تمہارے لئے صدقہ ہے، اور جب تم مجھے دوگی تو ہدیہ ہوگا۔ (۱)

معلوم ہوا کہ بالواسطہ زکوٰۃ کی رقم سادات پر خرچ ہو سکتی ہے، آپ کے صاحب زادے مدرسہ میں ملازم ہیں اور مدرسہ سے اجرت حاصل کرتے ہیں، مدرسہ طلبہ کے وکیل کی حیثیت سے زکوٰۃ وصول کرتا ہے، اور یہ زکوٰۃ طلبہ کو بہ طور وظیفہ دی جاتی ہے، پھر طلبہ ذمہ داران مدرسہ کو اپنی طرف سے اس بات کا وکیل بناتے ہیں کہ یہ رقم ان کی تعلیم اور ضروریات پر خرچ کی جائے، اسی رقم سے اساتذہ کو تنخواہ ادا کی جاتی ہے، گویا طلبہ زکوٰۃ حاصل کرتے ہیں، پس طلبہ کے حق میں تو یہ زکوٰۃ ہے اور اساتذہ کے حق میں اجرت، اس لئے سادات یا صاحب نصاب حضرات کے لئے بھی مدرسہ سے تنخواہ لینی جائز ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں۔

### ہمشیرہ سیدہ کو زکوٰۃ

سوال:- {1028} (الف) میں مبلغ سو روپے اپنی ہمشیرہ کو روانہ کرتا ہوں جو کہ بہت غریب اور قابل امداد ہے، اسے چار بچے ہیں اور شوہر صاحب کی آمدنی روزانہ آٹھ (۸) روپے ہے، جس میں سے وہ روزانہ بلاناغہ پانچ یا چھ روپے کی پیتے ہیں، اور کبھی تین روپے خرچ کو دیتے ہیں، وہ بیچاری سلائی وغیرہ کر کے اپنے اور اپنے بچوں کا گزارا کرتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان کا نام سید شوکت علی ہے اور سید کو زکوٰۃ دینا منع ہے، لیکن اب تک ہمیں اس کا پتہ نہ چل سکا کہ یہ صاحب ہاشمی سید ہے یا ال عباس سے ہیں، دوسرے یہ کہ ان کے افعال کو دیکھ کر اور اپنے ہمشیرہ کی غربت کو دیکھ کر میں زکوٰۃ کی رقم میں سے مبلغ سو روپے روانہ کرتا ہوں، کیا میرا یہ عمل درست ہے، اور زکوٰۃ ادا ہو رہی ہے یا نہیں؟ یا گناہگار ہو رہا ہوں؟

(ب) میرے چچا صاحب بھی خط غربت میں ہی ہیں،  
میرے چچا بھی ہیں خسر بھی، انہیں بھی زکوٰۃ کی رقم میں سے مبلغ  
پچاس روپے روانہ کرتا ہوں، اگر ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ زکوٰۃ  
کے پیسوں میں سے روانہ کر رہا ہوں، تو انہیں بُرا لگتا ہے، کہتے  
ہیں کہ: زکوٰۃ کا نام نہ لو، دینا ہے تو ویسے ہی دو، یعنی زکوٰۃ کا نام  
لئے بغیر، تو کیا ایسا دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

(ایم، ایس۔ سردار میاں، رام گنڈم)

جواب:- (الف) سید کو زکوٰۃ دینی درست نہیں، (۱) مگر ہمشیرہ کو زکوٰۃ دی جاسکتی  
ہے۔ (۲) اگر آپ سید نہیں ہیں تو بہنوئی کے بجائے اپنی بہن کو زکوٰۃ کی رقم دیجئے، اور اگر  
دونوں ہی سید ہوں تو موجودہ زمانہ میں ایسے حیلہ کی گنجائش ہے کہ آپ کسی محتاج کو دیدیں، وہ  
کچھ رقم لے کر آپ کو مالک بنا دے اب پھر آپ یہ رقم اپنی بہن کو دیدیں، یا آپ اسے سمجھا کر  
یہ رقم دیں کہ میری بہن سیدہ ہے اس لئے زکوٰۃ نہیں لے سکتی، اس لئے میں تم کو دے رہا ہوں، تم  
اس میں سے میری ہمشیرہ کو دیدو۔

(ب) چچا یا خسر کو بھی زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے، اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے ضروری  
نہیں کہ ان پر یہ ظاہر کیا جائے کہ یہ رقم زکوٰۃ کی ہے، بلکہ اذیت سے بچانے کے لئے بہتر ہے کہ  
اس کا اظہار کئے بغیر زکوٰۃ دے دی جائے۔ (۳)

(۱) "ولا یدفع إلی بنی ہاشم" (الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۸۹)

(۲) "الأفضل فی الزکوٰۃ ... الصرف أولاً إلی الإخوة والأخوات ثم إلی أولاد

ہم، ثم إلی الأعمام والعمات" (الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۹۰)

(۳) "ومن أعطی مسکیناً دراهم وسمأھا ہبۃ ونوی الزکوٰۃ فإنھا یجزیہ"

(الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۷۱)

## اگر شوہر شیخ ہو اور بیوی سیدہ ہو؟

سوال :- {1029} ایک شخص شیخ ہے اور اس کی بیوی

سیدہ ہے، تو کیا اس شیخ کو زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر دے سکتے ہیں؟

اگر دئے تو ظاہر ہے کہ اس کی بیوی بچے اس میں سے ضرور

کھائیں گے۔ (جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب :- ایسے شخص کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، جو خود سید نہ ہو، لیکن اس کی بیوی سیدہ ہو،

اسی طرح بیوی سیدہ نہ ہو، اور شوہر سید ہو، اور مستحق ہو تو بیوی کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، (۱) بلکہ فی

زمانہ ایسا کرنا بہتر ہے، تاکہ ضرورت مند سادات کی اعانت ہو سکے۔

سادات کے لئے زکوٰۃ کی حرمت اس وقت ہے جب ان کو براہ راست زکوٰۃ دی جائے،

اگر بالواسطہ ان تک زکوٰۃ کی رقم پہنچے تو اس کی ممانعت نہیں:

”رسول اللہ ﷺ کی ایک خادمہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا تھیں، ان

کے پاس گوشت پک رہا تھا، پھر انہوں نے آپ ﷺ کو کھانا

پیش کیا، تو اس میں گوشت موجود نہیں تھا، آپ ﷺ نے وجہ

دریافت کی تو عرض گزار ہوئیں کہ گوشت صدقہ کا ہے،

آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے لئے صدقہ ہے، اور میرے

لئے ہدیہ“ (۲)

(۱) ”مصرف الزکوٰۃ: هو فقير و هو من له أدنى شيء أى دون نصاب أو قدر

نصاب غير تام مستغرق في الحاجة و مسكين من لا شيء له على المذهب“ ( الدر

المختار على هامش رد المحتار: ۳/۲۸۳-۲۸۴) محشی۔

(۲) صحيح البخاري، حديث نمبر: ۸۴۹۳۔ محشی۔



معلوم ہوا کہ اگر زکوٰۃ یا کوئی صدقہ واجبہ غیر سید کے واسطے سے بہ طور ہدیہ، یا نفقہ سید تک پہنچ جائے، تو اس کی ممانعت نہیں۔

## سید کی بیوی کو زکوٰۃ

سوال :- {1030} میری بہن حنفی شیخ ہے، جن کا عقد ایک سید گھرانے میں ہوا تھا، کسی سبب شوہر نے طلاق دے دی ہے، تو کیا میں ان کو یا ان کی اولاد کو زکوٰۃ کی رقم دے سکتا ہوں؟  
(محمد احمد، ناندرہ)

جواب :- چونکہ ان کی اولاد بھی سادات ہیں، اس لئے ان کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں، (۱)  
البتہ آپ اپنی بہن کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ (۲)

## نابالغ اور بالغ کو زکوٰۃ کی ادائیگی

سوال :- {1031} (الف) نابالغ لڑکا ہو یا لڑکی، کیا اس کے نام پر زکوٰۃ دے سکتے ہیں؟  
(ب) کیا نابالغ کے زکوٰۃ وصول کرنے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے؟  
(سید حفیظ الرحمن، پھولانگ)

جواب :- (الف) امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نابالغ کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں

(۱) لا (یصرف) إلی بنی ہاشم (الدر المختار) تصرف الزکوٰۃ إلی أولاد کل إذا كانوا مسلمین فقراء إلا أولاد عباس و حارث و أولاد أبي طالب من علي و جعفر و عقیل (رد المحتار: ۳/۲۹۹) محشی۔

(۲) "الأفضل فی الزکوٰۃ ... الصرف أولاً إلی الأخوة و الأخوات ثم إلی أولادهم ثم إلی الأعمام و العمات" (الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۹۰) محشی۔

ہوتی، اس لیے اس کے مال میں سے زکوٰۃ ادا کرنا درست نہیں، البتہ اگر ولی اپنے مال میں سے اس کی طرف سے احتیاطاً زکوٰۃ ادا کر دے، تو اس کی گنجائش ہے، کیونکہ بعض فقہاء کے نزدیک نابالغ کے مال میں بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

(ب) ایسا نابالغ جس کے والدین زکوٰۃ کے مستحق ہوں اور اس میں اتنا شعور ہو کہ وہ کسی شے کو اپنے قبضہ میں لے سکے، تو اسے زکوٰۃ دینا اور اس کا زکوٰۃ وصول کرنا درست ہے اور اس سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی:

”ولو قبض الصغير وهو مراهق جاز“ (۱)

## مطلقہ بہن کو زکوٰۃ

سوال :- {1032} ایک مطلقہ بہن اپنی دو لڑکیوں سمیت جو کہ کمسن ہیں، بھائی کے پاس ہے اور بھائی دونوں بچیوں کی تعلیم سے لے کر ہر چھوٹی بڑی خوشی کا خیال رکھتا ہے، اگر بھائی پر زکوٰۃ لازم ہو تو کیا وہ اس بہن کو دے سکتا ہے؟  
(محمد حسین، مہدی پنٹم)

جواب :- مطلقہ بیوہ اور ان کی بچیوں کی کفالت و پرورش نہایت ہی مستحسن اور مبارک عمل ہے، اگر بہن نصاب زکوٰۃ کی مالک نہیں ہیں، تو بھائی اسے زکوٰۃ کی رقم دے سکتا ہے، بلکہ اس کو زکوٰۃ دینے میں دوہرا اجر ہے، زکوٰۃ ادا کرنے کا بھی اور صلہ رحمی کا بھی۔ (۲)

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۹۰۔

(۲) ”ولا إلی من بینہما ولاد (الدر المختار) وقید بالولاد لجواز بقیۃ الأقارب کالأخوة والاعمام والأخوات الفقراء، بل ہم أولى؛ لأنه صلة و صدقة“ (رد المحتار: ۳/۲۹۳) محشی۔

## سفر حج کے لئے سوال اور ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا

سوال :- {1033} اخبار میں ایک صاحب کا اشتہار چھپا ہے کہ ”میری دیرینہ آرزو ہے کہ میں اور میری اہلیہ آئندہ سال حج کے لئے جائیں، میری مالی حالت ایسی نہیں ہے کہ حج کے اخراجات برداشت کر سکوں، اس لئے مسلمان بھائیوں سے میری استدعا ہے کہ اس فریضہ کی تکمیل کے لئے مالی اعانت کریں“ اب سوال یہ ہے کہ کیا کسی شخص کے لئے سفر حج کے لئے اس طرح پیسہ طلب کرنا درست ہے؟ اور کیا ایسے شخص کو زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے؟ (محمد اقبال عالم صدیقی، بیدر)

جواب :- اگر کبھی ان پر حج فرض نہ رہا ہو، تو ظاہر ہے کہ یہ حج نفل ہے، اور حج نفل کے لئے لوگوں سے سوال کرنا درست نہیں، کیونکہ شدید ضرورت کے بغیر دست سوال دراز کرنا مکروہ ہے، (۱) اور محض کسی مستحب کو حاصل کرنے کے لئے مکروہ کا ارتکاب صحیح نہیں، البتہ اگر اس پر کبھی حج فرض تھا، اور اس زمانہ میں اس نے ادا نہیں کیا اور اس طرح وہ فریضہ حج اس کے ذمہ باقی رہ گیا، اب حج کی استطاعت سے محروم ہو چکا ہے، تو اس فریضہ کی ادائیگی اور گناہ سے بچنے کے لئے سوال کرنے کی گنجائش ہے، (۲) کیونکہ حج اس کے حق میں فرض ہے نہ کہ محض مستحب۔

جہاں تک زکوٰۃ کی بات ہے تو حج فرض کے لئے سفر حج کے بقدر زکوٰۃ اسے دی جاسکتی ہے، اگر حج نفل کر رہا ہو اور صاحب نصاب نہ ہو اور ایک ساتھ سفر حج کے بقدر رقم دے دی جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، کیونکہ جس وقت زکوٰۃ دی گئی اس وقت وہ صاحب نصاب نہیں تھا، اور اگر

(۱) ”و غنی یحرم به السؤال ... و حرم علیہ أخذ الصدقة“ (بدائع الصنائع

۱۵۸/۲ احیاء العلوم: ۳/۲۲۳-مبش۔

(۲) ”فإن الحج فی سبیل اللہ“ (سنن أبی داؤد، حدیث نمبر: ۱۹۸۶)-مبش۔

کچھ رقم پہلے دے دی اور کچھ بعد میں، اور پہلے اتنی رقم اسے پہنچ گئی، جس سے ساڑھے باون تولہ چاندی خریدی جاسکے، تو اب وہ صاحب نصاب ہونے کی وجہ سے مستحق زکوٰۃ باقی نہیں رہا، لہذا اس کے بعد زکوٰۃ کے طور پر جو رقم اسے دی گئی ہو، اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، کیونکہ رقم دے جانے کے وقت وہ زکوٰۃ لینے کا اہل نہیں تھا۔

## خاندان ہی میں زکوٰۃ و فطرہ کی تقسیم

سوال :- {1034} زکوٰۃ و صدقۃ الفطر کی رقم پر ایک

خاندان و قبیلہ کے لوگ ایک کمیٹی قائم کرتے ہوئے اپنے ہی خاندان اور قبیلے کے غریب افراد کی بہتر معیشت کے لئے اور لڑکیوں کی شادی و تعلیم پر خرچ کے لئے نظام قائم کریں، تو کیا مناسب اور جائز عمل ہوگا؟ (ناور المسدوی، مغلوپورہ)

جواب :- اپنے قرابت داروں کو زکوٰۃ دینا باعث اجر ہے، کیونکہ اس صورت میں زکوٰۃ

بھی ادا ہوتی ہے، اور صلہ رحمی کا حق بھی، لیکن یہ مناسب نہیں کہ زکوٰۃ کو صرف اپنے خاندان ہی میں محدود کر لیا جائے، بعض اوقات دوسرے خاندانوں میں زیادہ مستحق اور ضرورت مند لوگ ہوتے ہیں، ان کو نظر انداز کر دینا مناسب نہیں، اور اسلامی اخوت کے منافی ہے، رسول اللہ ﷺ کے عہد میں بھی اور بعد کے ادوار میں بھی مختلف علاقوں سے زکوٰۃ کی رقم مدینہ منورہ آیا کرتی تھی، (۱) اگر اپنے ہی خاندان میں زکوٰۃ صرف کی جاتی تو دوسرے علاقے کے مسلمانوں کی اعانت کیسے ہو پاتی؟ اس لئے اس مسئلہ میں بہت غلو بھی مناسب نہیں۔

## زکوٰۃ کے پیسے کو تعمیری کاموں میں لگانا

سوال :- {1035} مدرسہ میں ایک کشادہ ہال کی



نہایت ہی شدید ضرورت ہے ایک بھی خواہ مدرسہ نے ایک صاحب خیر کے سامنے تذکرہ کیا تو فرمانے لگے کہ زکوٰۃ کی رقم ہے اس سے تعمیری کام کا آغاز فرمائیں سوال یہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقم تعمیری کام میں استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں اگر کسی طرح کر سکتے ہیں تو وضاحت کے ساتھ تفصیل سے لکھیں؟

(فیاض عالم)

جواب:- زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے تملیک ضروری ہے تعمیر میں تملیک نہیں پائی جاتی اس لئے زکوٰۃ کے پیسے کو تعمیری کاموں میں لگانا درست نہیں ہے، (۱) اگر مجبوری ہو تو یوں کیا جاسکتا ہے کہ کسی محتاج کو جو زکوٰۃ کا حقدار ہو اس رقم کا مالک بنا دیا جائے اور وہ مدرسہ کو یہ رقم بہہ کر دے اب تعمیری مد میں یہ رقم صرف کی جاسکتی ہے۔

”وَحِيلَةُ التَّكْفِينِ بِهَا التَّصَدَّقُ عَلَى فَقِيرٍ ثُمَّ هُوَ يَكْفِنُ فِيكَوْنُ الثَّوَابُ لَهُمَا وَكَذَا فِي تَعْمِيرِ الْمَسَاجِدِ“ (۲)

بہو کو زکوٰۃ

سوال:- {1036} کیا زکوٰۃ کا پیسہ بہو یعنی اپنے فرزند کی بیوی کو دیا جاسکتا ہے؟ (شیخ جمال، منگل ہارٹ)

جواب:- دو قسم کے رشتہ داروں کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی، ایک وہ کہ جن سے رشتہ ولاد قائم ہے، رشتہ ولاد سے مراد والدین، اور اولاد کا رشتہ ہے، یعنی اپنے والدین اور ان کے آبائی

(۱) ”وَلَا يَجُوزُ أَنْ يُبْنَىٰ بِالزَّكَاةِ الْمَسْجِدُ وَكَذَا الْقَنَاطِرُ وَالسَّقَايَاتُ وَكُلُّ مَا لَا تَمْلِكُ

فِيهِ“ (الفتاویٰ الہندیہ: ۱۸۸/۲)

(۲) طحطاوی علی المراقی: ص: ۲۹۳۔

سلسلہ دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی، اسی طرح اولاد اور اولاد کے سلسلہ اولاد، یعنی: پوتے، پوتیاں، نواسے، نواسیاں اور ان کی اولاد کی اولاد وغیرہ کو بھی زکوٰۃ دینا درست نہیں۔

دوسرے ازدواجی رشتہ بھی زکوٰۃ میں مانع ہے، یعنی بیوی شوہر کو یا شوہر بیوی کو، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زکوٰۃ نہیں دے سکتی۔ ”الدر المختار“ میں ہے: ”ولا إلی من بینہما ولاد... أو بینہما زوجیۃ“ (۱)

ان کے علاوہ دوسرے اقرباء کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، ان میں بہو بھی داخل ہے، علامہ شامیؒ فتاویٰ تاتارخانیہ سے نقل کرتے ہیں کہ سوتیلی ماں، بہو، اور داماد کو زکوٰۃ دینا درست ہے: ”و یجوز دفعہا للزوجة أبیہ ، وابنہ و زوج ابنتہ“ (۲)

## غیر مسلموں کو صدقہ و زکوٰۃ

سوال: {1037} کیا غیر مسلموں کو صدقہ زکوٰۃ وغیرہ

دیا جاسکتا ہے؟ (نظام الدین، درہنگہ)

جواب: - زکوٰۃ تو صرف مسلمانوں ہی کو دینا درست ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ زکوٰۃ مسلمانوں کے مالداروں سے لی جائے اور انہیں کے فقراء پر تقسیم کر دی جائے ”تؤخذ من أغنیاء ہم وتؤتی فی فقراء ہم“ (۳) البتہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صدقۃ الفطر کے بشمول صدقات واجبہ غیر مسلموں کو بھی دینے کی گنجائش ہے، (۴) صدقات نافلہ کا غیر مسلموں کو دینا تمام ہی فقہاء کے نزدیک جائز ہے۔ (۵)

(۱) الدر المختار علی هامش رد: ۲۹۳/۳۔

(۲) رد المحتار: ۲۹۳/۳۔

(۳) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۳۹۶، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۹۔ محشی۔

(۴) بدائع الصنائع: ۱۹۹/۲۔

(۵) بدائع الصنائع: ۲۰۷/۲، رد المحتار: ۳۲۵/۳۔ محشی۔

## قادیانی کو زکوٰۃ

سوال:- {1038} میرا ایک دوست قادیانی تھا اللہ تعالیٰ نے اسے توبہ کی توفیق عطا فرمائی، لیکن اس کے اکثر رشتہ دار قادیانی ہیں، کیا وہ اپنے رشتہ دار کو جو قادیانی ہیں، اپنی زکوٰۃ دے سکتا ہے؟ (عبدالواحد، کریم نگر)

جواب:- قادیانی نہ صرف کافر بلکہ مرتد و زندیق بھی ہیں، زکوٰۃ صرف مسلمان ہی کو دی جاسکتی ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل ؓ کو نصیحت فرمائی تھی، کہ زکوٰۃ مسلمانوں سے لی جائے اور مسلمانوں پر ہی خرچ کی جائے، (۱) اس لئے غیر مسلم کو زکوٰۃ دینا درست نہیں، جب عام غیر مسلموں کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی تو قادیانیوں کو بدرجہ اولیٰ نہیں دی جاسکتی۔

## زکوٰۃ و صدقات سے دعوت عام و خاص

سوال:- {1039} ایک انجمن کے تحت دینی مدرسہ چل رہا ہے، جس کے تحت ہر سال اجتماعی شادیوں کا اہتمام ہوا کرتا ہے، ان شادیوں میں ذی اثر لوگوں کو بھی مدعو کیا جاتا ہے، دعوت میں خاص و عام دونوں طرح کے لوگوں کا انتظام رہتا ہے، حیدرآباد سے نعت خواں حضرات کو بلا کر محفل نعت کا پروگرام بھی ہوتا ہے، یہ تمام اخراجات چرم قربانی، زکوٰۃ اور چندوں سے کئے جاتے ہیں، باہر کے لوگوں سے کافی رقم زکوٰۃ اور عطیات کے ذریعہ وصول کی جاتی ہے، کیا یہ رقم ان کاموں

میں خرچ کی جاسکتی ہے؟ (محمد عبدالرشید، ہنمکنڈہ)

جواب:- غریب لڑکیوں کی شادیاں کرنا بہت اچھی بات ہے، لیکن ان کی غربت کی تشہیر اور اس کا اظہار و اعلان نامناسب ہے، اس سے شریف و خوددار لوگ ان مواقع سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے، زکوٰۃ، قربانی اور صدقات واجبہ کے مصارف متعین ہیں، یہ ایسے ہی غریب لوگوں پر خرچ کئے جاسکتے ہیں جو خود نصاب زکوٰۃ کے بقدر مال، یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی، یا اس کی قیمت کی کسی اور چیز کے مالک نہ ہوں، (۱) دوسرے لوگوں کو کھلانا، یا کسی اور طرح ان پر خرچ کرنا جائز نہیں، (۲) عطیات کی رقم میں سے بھی اگر عطیہ دینے والے نے خود اجازت دی ہو کہ اس کی رقم میں سے کھانے پینے پر بھی خرچ کیا جاسکتا ہے، تب ہی اس مد میں رقم خرچ کرنا درست ہوگا، ورنہ واقف کے منشا کے خلاف ہونے کی وجہ سے ذمہ دار حضرات گنہگار ہوں گے، (۳) اس لئے اس میں احتیاط کی ضرورت ہے، ہاں! اس میں کچھ حرج نہیں کہ کچھ لوگ مل کر اس موقع سے اپنی طرف سے کھانے کا انتظام کر دیں۔

## گجرات ریلیف فنڈ اور زکوٰۃ

سوال:- {1040} (الف) کیا زکوٰۃ کی رقم گجرات

ریلیف فنڈ میں دی جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

(۱) "مصرف الزکوٰۃ: هو فقير و هو من له أدنى شيء أى دون نصاب أو قدر نصاب غير تام مستغرق في الحاجة و مسكين من لا شيء له على المذهب" (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۳/۲۸۳-۲۸۴) محشی۔

(۲) "لا (يصرف) إلى غنى يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية" (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۳/۲۹۵-۲۹۶) محشی۔

(۳) "سئل في وقف له ناظرو متول هل لأحدهم التصرف بلا علم الآخر أجاب لا يجوز، و القيم و المتولى و الناظر في كلامهم بمعنى واحد" (رد المحتار: ۶/۶۸۳) محشی۔



(ب) ادائیگی زکوٰۃ کی ایک اہم شرط ”تملیک“ ہے اور قرآن میں صدقہ واجبہ ادا کرنے کو ”ایتاء“ اور ”اتوا“ کے الفاظ کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے، اور ظاہر ہے کہ اس کے مفہوم میں تملیک شامل ہے، وریں صورت کیا روز نامہ منصف، سیاست یا ادارہ اکنامک فورم کے توسط سے رقم زکوٰۃ ارسال کیا جائے تو ”تملیک“ کی اس ضروری شرط کی تکمیل ہو پائے گی؟

(ج) کیا مذکورہ ادارہ ”عالمین علیہا“ کی تعریف میں آسکتے ہیں؟ جب کہ یہ ادارے ”تحصیل و تصرف زکوٰۃ“ ہی کے لئے قائم نہیں کئے گئے؟

(ڈاکٹر محمد عبدالرشید ایڈووکیٹ، مغلیہ پورہ)

جواب:- (الف) متاثرین فسادات میں جن لوگوں کی ملکیت اور اختیار میں نصاب زکوٰۃ کے بہ قدر مال بھی باقی نہیں رہا ہو، انہیں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، اگر شوہر اتنی مقدار کا مالک ہے، لیکن بیوی نہیں، یا اس کے بالغ لڑکے اور لڑکیوں کے پاس اتنا مال موجود نہیں، تو بیوی اور ان بچوں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، یہ ”فقراء“ اور ”مساکین“ میں داخل ہیں، جو زکوٰۃ کے اولین مصرف ہیں۔ (۱)

(ب) زکوٰۃ کے مال کے مستحق شخص کو روپیہ یا کسی اور سامان کی صورت میں مالک بنانا ضروری ہے، یہ نہ صرف احناف، بلکہ تمام ہی فقہاء کی رائے ہے۔ (۲) اس لئے اگر فساد کے

(۱) ”مصرف الزکوٰۃ: هو فقير و هو من له أدنى شيء أى دون نصاب أو قدر نصاب غير تام مستغرق في الحاجة و مسكين من لا شيء له على المذهب“ (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۲۸۳/۳-۲۸۴) محشی۔

(۲) بدائع الصنائع: ۱۳۲/۲-محشی۔

مستحق زکوٰۃ متاثرین کو روپیہ، اجناس، ظروف، کپڑے وغیرہ دئے جائیں، یا تعمیری اشیاء فراہم کر دی جائے، یا مکان بنا کر اس کا مالک بنادیا جائے، تو یہ صورت بھی تملیک ہی کی ہے، اگر کسی خاص شخص کو مالک نہ بنایا جائے، جیسے مدرسہ، اسکول، مسجد تعمیر کر دی جائے، تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، (۱) بہر حال اس بات کی تحقیق کے بعد ہی زکوٰۃ دینی چاہئے کہ شرعاً جو مصرف زکوٰۃ ہے، اس کو مالک بنایا جا رہا ہے۔

(ج) اسلامی حکومت جس عملہ کو زکوٰۃ کی وصول اور اس کے حساب و کتاب پر رکھتی ہے، وہ "عاملین" ہیں، یہ طور خود جو ادارے زکوٰۃ وصول کرتے ہیں، وہ "عاملین" کے حکم میں نہیں ہیں۔ (۲)

## زکوٰۃ اور صدقات واجبہ سے تنخواہ

سوال: - {1041} مکرمی! سلام مسنون! گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل مسئلہ کا جواب مدلل تحریر فرمائیں۔

عام مدارس میں جو زکوٰۃ و صدقات اور قربانی کی رقمیں دی جاتی ہیں اس کو ارباب انتظام اگر غیر مصرف پر یعنی طلباء کے علاوہ تعمیرات، مدرسین کی تنخواہوں پر خرچ کریں تو اس کی اجازت ہے یا نہیں، عدم جواز کے باوجود مدرسین و ملازمین کو علم کے باوجود ان مددات کی رقمیں لینا کیسا ہے؟

(مولانا مصلح الدین، ملک پیٹ)

(۱) "لا یصرف إلی بناء نحو مسجد و لا إلی کفن میت و قضاء دین" (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۲۹۱/۳) محشی۔

(۲) "أما العاملون علیها: فهم الذین نصبهم الإمام لجباية الصدقات" (بدائع الصنائع: ۱۵۱/۲) محشی۔

جواب:- مجبوری اور ضرورت کے بغیر زکوٰۃ ایسے مصارف میں استعمال کرنا، جن میں مالک بنانے کی صورت نہ ہوتی ہو، جائز نہیں، ہاں! اگر اور آمدنی نہ ہو اور قوم کا تعمیرات اور تنخواہوں پر خرچ کرنا ضروری ہو جائے، تو تملیک کا حیلہ کر کے خرچ کرے، یعنی کسی زکوٰۃ کے مستحق کو مالک بنادے جو مدرسہ کو عطیہ دے دے، اور پھر یہ رقم مذکورہ مدات میں خرچ کی جائے، کتب فقہ میں اس کی نظیریں موجود ہیں، شامی میں ہے:

”حيلة التكفين بها التصديق على فقير ثم هو

يكفن فيكون الثواب لهما وكذا في تعمیر

المسجد“ (۱)

اگر حیلہ تملیک کے بعد مدرسین کی تنخواہ میں رقم دی گئی تب تو جائز ہے، اگر بغیر حیلہ تملیک کے دی جائے اور مدرسین کو ان نوٹوں کے بارے میں معلوم ہو کہ یہی رقم مدرسہ کو بطور زکوٰۃ وصول ہوئی تھی، تو لینا درست نہیں، اور اگر خاص انہیں نوٹوں کا بطور زکوٰۃ ملنا معلوم نہیں تو جائز ہے، کتب فقہ میں نظیریں موجود ہیں:

”قال الفقيه أبو الليث اختلف الناس في أخذ

الجائزة من السلطان ، قال بعضهم : يجوز ما لم

يعلم أنه يعطيه من حرام ، قال محمد: وبه

نأخذ، ما لم يعرف شيئاً حراماً بعينه وهو قول

أبي حنيفة“ (۲)

اوپر تحریر ہے کہ:

”فقل له لو أن فقيراً يأخذ جائزة السلطان مع

(۱) رد المحتار: ۱۶/۲۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ: ۱۰۵/۳۔

علمه يأخذ عطاءً ، أيحل له ؟ قال : إن خلط بذلك  
دراهم آخر ، فإنه لا بأس به ، وإن دفع عين  
الغصب من غير خلط لم يجز (۱)

## شوہر و بیوی ایک دوسرے کو زکوٰۃ دیں؟

سوال:- {1042} کیا شوہر اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے  
شوہر کو زکوٰۃ دے سکتی ہے؟ (حشمت آراء قدیر، کریم نگر)

جواب:- کچھ اقرباء وہ ہیں جن کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی، ماں، باپ، دادا، دادی، نانا،  
نانی، اولاد، بیٹے، بیٹیاں اور ان کے سلسلہ اولاد کو زکوٰۃ دینا درست نہیں، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک  
شوہر بیوی کو یا بیوی شوہر کو زکوٰۃ نہیں دے سکتی، (۲) کیونکہ ان کے مفادات ایک دوسرے سے  
وابستہ ہیں، اور اگر ان رشتہ داروں کو بھی زکوٰۃ کی ادائیگی درست ہو تو اندیشہ ہے کہ شریعت نے  
ان حضرات کی کفالت کی جو ذمہ داری عائد کی ہے، لوگ اسے پورا کرنے کی بجائے اسی میں اپنی  
زکوٰۃ ادا کر لیں گے، اور غرباء اپنے حق سے محروم رہ جائیں گے، باقی دوسرے رشتہ داروں: بھائی،  
بہن، بہنوئی، سالہ، خسر، خوش دامن وغیرہ کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، بلکہ ضرورت مندر رشتہ داروں کو  
زکوٰۃ ادا کرنے میں زیادہ اجر ہے، کیونکہ اس سے زکوٰۃ بھی ادا ہوگی اور صلہ رحمی کا حق بھی ادا ہوگا۔

## حیلہ تملیک

سوال:- {1043} سادات کو زکوٰۃ سے تنخواہ کے تحت  
آپ نے مسئلہ تملیک کی وضاحت فرمائی ہے، اس ضمن میں

(۱) الفتاویٰ الہندیہ: ۱۰۵/۴۔

(۲) "لا يدفع إلى امرأته للاشتراك في المنافع ولا تدفع المرأة إلى زوجها عند  
أبي حنيفة" (الفتاویٰ الہندیہ: ۱۸۹/۱) حاشی۔



ایک وضاحت کی جناب سے خواہش کی جاتی ہے، ایک دینی اقامتی مدرسہ کے مہتمم صاحب کی خدمت میں ایک شخص دو فرہ بکرے لایا اور صدقہ کے مد میں استعمال کی خواہش کی، مولا ناموصوف نے اسے رخصت کر کے مدرسہ کے ایک طالب علم کو بلایا اور دوسرے بکروں کو دکھا کر کہا انہیں تم لے لو، اس نے جواب دیا کہ میں نے لے لیا، فوراً ہی دوسرا حکم صادر کیا کہ اب مدرسہ کو ہدیہ دے دو، وہیں کھڑے کھڑے اس نے کہہ دیا کہ میں نے دے دئے، ان بکروں کا قورمہ شام کے کھانے کے دسترخوان کی زینت بنا، پہلے سارے اساتذہ نے جی بھر کر کھایا، ساتھ میں کچھ اور مقامی احباب بھی شامل کر لئے گئے، اس ناچیز کو بھی مدعو کیا گیا، لیکن مدرسہ کے کھانے میں شرکت کے لئے میں اپنے آپ کو آمادہ نہ کر سکا، اساتذہ میں چار ایسے افراد ہیں، جو صاحب نصاب اور املاک و جائداد کے مالک ہیں، اور متمول طبقے سے تعلق رکھتے ہیں، ان حضرات کے فارغ ہونے کے بعد سالن مدرسہ کے بچوں کو بلا تخصیص کھلایا گیا، اس طرح کی تملیک شرعی اعتبار سے کیا حیثیت رکھتی ہے؟ اور ایسا کھانا سادات اور صاحب نصاب حضرات کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ (سید نسیم الدین)

جواب:- جو صورت آپ نے لکھی ہے یہ حیلہ تملیک ہے، حیلہ کے سلسلہ میں اصول

یہ ہے کہ اگر آدمی کسی مشکل میں پھنس جائے، تو اتفاقی طور پر حرام سے بچنے کے لئے حیلہ اختیار کر لے، حیلہ کا مقصد کسی فرض کو ساقط کرنا یا نعوذ باللہ کسی حرام کام کو حلال کرنا نہ ہونا چاہئے، اور نہ یہ درست ہے کہ حیلہ اتفاقی تدبیر ہونے کے بجائے مستقل معمول بن جائے، دینی مدارس

میں جو کچھ خرچ کیا جاتا ہے، اصل میں ان سب کا مقصود طلبہ ہی کی خدمت ہے، چاہے اساتذہ و عملہ کی تنخواہ ہو، یا برقی و آب کا نظام ہو، ان سب کا نفع طلبہ ہی کی طرف لوٹتا ہے، اس صورت میں حیلہ تملیک کو مستقل معمول بنالینا مناسب نظر نہیں آتا، اس کے بجائے طلبہ کے لئے وظیفہ متعین کر لینا چاہئے اور اس وظیفہ سے طلبہ سے تعلیمی چیز، فیس طعام، کرایہ مکان، برقی و آب وغیرہ کے اخراجات لینا چاہئے، یہ صورت حیلہ کی نہیں ہوگی، بلکہ حقیقت پر مبنی ہوگی، اور مدارس کو اپنی مختلف ضروریات میں ان رقوم کو خرچ کرنے میں زیادہ وسیع مواقع حاصل ہو سکیں گے، چنانچہ اسلامی فقہ اکیڈمی نے اپنے تیسرے سمینار منعقدہ بنگلور میں اس سلسلہ میں ایک مفید اور جامع تجویز بھی منظور کی ہے، دینی مدارس اور ان کے ذمہ داران اگر اس جانب توجہ دیں تو بہت مناسب بات ہوگی۔

آپ نے جس واقعہ کا ذکر کیا ہے اس صورت میں ممکن ہے کہ فقہی اعتبار سے بکری کی تملیک تحقق ہو جائے، لیکن یہ مشکوک ضرور ہے، اور قباحت سے خالی نہیں، کیونکہ عام طور پر یہ مدرسہ کے ذمہ دار اور اساتذہ و طلبہ کے درمیان معروف بات ہوتی ہے کہ اس سامان کو مدرسہ کو واپس دے ہی دینا ہے، جس طالب علم کو اس کا مالک بنایا جاتا ہے، وہ اس میں حسب خواہش تصرف کا تصور بھی نہیں کر سکتا، اس لئے اگر صدقہ واجبہ کا بکرا آئے، تو مناسب طریقہ یہ ہے کہ مدرسہ میں جو عطیہ کی رقم ہو اس رقم سے اس بکرے کا کچھ گوشت خرید لیا جائے، اور وہ رقم زکوٰۃ کی مد میں داخل کر دی جائے، نیز یہ خریدا ہوا گوشت اتنی مقدار میں ہونا چاہئے کہ یقینی طور پر غیر مستحقین کے لئے کافی ہو جائے، یہ حکم نذر کے بکرے یا کسی صدقہ واجبہ کے بارے میں ہے، اگر کوئی شخص یوں ہی مدرسہ میں بکرادے، یا بیماری سے شفاء، سفر کی باعافیت تکمیل، یا کسی اور خوشی کے موقع پر بطور شکرانہ بکرا بھیج دے، تو یہ صدقہ نافلہ ہے، اس میں سے سادات اور صاحب استطاعت حضرات بھی کھا سکتے ہیں، اس لئے ایسی صورت میں عطیہ کی رقم سے گوشت خریدنے کی ضرورت نہیں۔

اس کے ساتھ ایک اور وضاحت بھی ضروری ہے کہ وقف کی اشیاء کے استعمال میں وقف کرنے والے کی منشا کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اگر کسی شخص نے مدرسہ کے غریب اور مستحق طلبہ کے لئے یا تمام طلبہ کے لئے بکرا دیا ہو، تو پہلی صورت میں اساتذہ و مستطیع طلبہ کا اور دوسری صورت میں اساتذہ کا اس گوشت میں سے کھانا درست نہیں، نہ مہمانوں کو کھلانا درست ہے، اگر مطلقاً مدرسہ کے لئے دیا ہو، تو اساتذہ و منتظمین اور مدرسہ کے مہمان بھی شریک ہو سکتے ہیں، البتہ اس کے لئے خاص طور پر مہمانوں کو مدعو کرنا درست نہیں، کیونکہ اس سے واقف کا اصل منشا اساتذہ و طلبہ کھائیں، معلوم ہوتا ہے، ہاں! اگر مدرسہ میں کوئی جلسہ یا تقریب ہو جس میں مہمان اور مخلصین مدعو کیے گئے ہوں، اور اسی بنیاد پر کسی صاحب خیر سے اعانت کی خواہش کی گئی ہو، تو اس میں مہمانوں کو کھلایا جاسکتا ہے، چونکہ اب مہمانوں کو کھلانا عطیہ دینے والے کے منشا کے عین مطابق ہے، بکرایا اس طرح کا کوئی سامان دینے والے نے جن لوگوں کے لئے سامان دیا ہے، اگر ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کو بھی مدرسہ کی مصلحت کی وجہ سے شریک کرنا پڑے، تو ایسا کیا جاسکتا ہے کہ ان حضرات کے لئے باہر سے مزید گوشت خرید کر اس بکرے کے گوشت میں شامل کر دیا جائے، تاکہ وقف کرنے والے کا منشا بھی پورا ہو، اور مدرسہ کی مصلحت کی رعایت بھی ہو جائے، بہر حال واقعہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں ذمہ داران مدارس کو احتیاط برتنے کی ضرورت ہے۔

## زکوٰۃ اور چرم قربانی کے چند مسائل

سوال :- {1044} (الف) بعض علماء زکوٰۃ، چرم

قربانی وغیرہ کے پیسہ کو فی سبیل اللہ کے مد میں رکھ کر مسجد و

مدرسہ وغیرہ میں لگانے کو جائز سمجھتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟

(ب) دیہاتوں میں چندہ، چرم قربانی، زکوٰۃ وغیرہ



بہت کم جمع ہوتے ہیں، وہاں اہل خیر حضرات کے تعاون سے مدارس دینیہ قائم کئے جا رہے ہیں، کیا بحالت مجبوری قرض لے کر بنائی ہوئی مسجد و مدرسہ میں زکوٰۃ یا چرم کا پیسہ لگایا جاسکتا ہے، قرض ادا کرنے کی دوسری کوئی سبیل نہیں ہے۔

(ج) مستقلاً دیگر صدقات کے مدد کو متاثر کئے بغیر زکوٰۃ کی رقم مدارس و مساجد کی تعمیر میں لگائی جاسکتی ہے یا نہیں؟  
(ہ) غریب طلبہ کے لئے فیس مقرر کر کے زکوٰۃ کی رقم ان کو دے کر اساتذہ کی تنخواہیں اس سے دی جاسکتی ہیں یا نہیں؟  
(ایم، طیب احمد، اعظم گڑھ، یو پی)

جواب:- (الف) ائمہ اربعہ کے نزدیک فی سبیل اللہ کے مفہوم میں اس قدر توسیع نہیں ہے اور احادیث سے بھی اتنی وسعت ثابت نہیں ہوتی ہے کہ مساجد و مدارس وغیرہ کو بھی اس کا مصرف شمار کیا جائے۔ (۱)

(ب) اصولی طور پر زکوٰۃ، چرم قربانی کی رقوم میں بھی تملیک ضروری ہے، چونکہ مسجد و مدرسہ کی تعمیر کی صورت میں تملیک کی شرط نہیں پائی جاتی، اس لئے یہ صورت درست نہ ہوگی، (۲) البتہ اگر اس قرض کی ادائیگی کی کوئی اور صورت نہ ہو، تو ایک دینی ضرورت کی تکمیل کے لئے یہاں

(۱) "إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَرْضَ بِحُكْمِ نَبِيٍّ وَلَا غَيْرِهِ فِي الصَّدَقَاتِ حَتَّى جَزَاهَا ثَمَانِيَةَ أَجْزَاءَ فَلَمَّا كُنْتَ مِنْ أَهْلِ تِلْكَ الْأَجْزَاءِ أَعْطَيْتَكَ - أَبُو دَاوُدَ، وَ الدَّارِ قُطْنِي ۱۱۹/۲، وَاللَّفْظُ لِدَارِ قُطْنِي:" امام مالک فرماتے ہیں کہ "سَبَلَ اللَّهُ كَثِيرَةً وَلَكِنِّي لَا أَعْلَمُ خِلَافًا فِي أَنْ الْمَرَادُ بِسَبِيلِ اللَّهِ هَٰذَا هَذَا الْغَزْوُ" (أَحْكَامُ الْقُرْآنِ لِابْنِ عَرَبِي ۵۳۳/۲)

(۲) "وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَبْنَىٰ بِالزَّكَاةِ الْمَسْجِدَ، وَكَذَا الْقَنَاطِرَ وَالسَّقَايَا وَاصْلَاحَ الطَّرِيقَاتِ (إِلَى قَوْلِهِ) وَكُلَّ مَا لَا تَمْلِكُ فِيهِ" (الْفَتَاوَى الْهِنْدِيَّةُ ۱/۱۸۸، ط: بیروت، مَجْمَعُ الْأَنْهَرِ ۱/۲۲۲، ط: بیروت)



حیلہ اختیار کیا جاسکتا ہے کہ کسی فقیر محتاج کو دے دیا جائے، اور وہ پھر مسجد و مدرسہ کے ذمہ داروں کو ہبہ کر دے۔ (۱)

(ج) زکوٰۃ کی رقم اصولی طور پر تعمیر میں نہیں لگائی جاسکتی۔ (۲)

(ہ) اگر ان طلبہ کی تعلیم کے لئے کوئی اور صورت نہ ہو تو ایسا کیا جاسکتا ہے، کہ بطور وظیفہ ان کو دیدیا جائے، اور پھر وہ یہی رقم بطور فیس ادا کر دیں۔



(۱) "وحيلة التكفين بها التصديق على فقير ثم يكفن فيكون الثواب لهما، وكذا في تعمیر المساجد" (طحطاوی علی المراقی: ص: ۲۹۳)

(۲) فتاویٰ رحیمیہ: ۴/۳۶۹-مخشی۔

## زکوٰۃ ادا کرنے کے احکام

### زکوٰۃ ادا کرنے کے آداب

سوال :- {1045} زکوٰۃ ادا کرنے کے آداب کیا ہیں؟  
تفصیل سے روشنی ڈالئے۔ (اظہار احمد، میسور)

جواب :- (۱) کسی کو زکوٰۃ دینے کے بعد اس پر احسان نہ جتلائے، نہ بے موقع اظہار یا طعن و تشنیع کے ذریعہ اس کو ایذا پہنچانے کا باعث بنے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس سے انفاق کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ (۱)

(۲) زکوٰۃ ادا کرنے میں ریا اور نمائش نہ ہو، چھپا کر دینا زیادہ بہتر ہے، (۲) البتہ اگر کہیں اظہار سے ترغیب دینا مقصود ہو، یا اور کوئی دینی مصلحت مقصود ہو تو اظہار میں بھی قباحت نہیں۔ (۳)  
(۳) زکوٰۃ و خیرات میں مال کا بہتر حصہ اللہ کی راہ میں دینا چاہئے۔ (۴)

(۱) البقرة: ۲۶۷۔

(۲) البقرة: ۲۷۔

(۳) احياء العلوم مع الاتحاف: ۸۸/۴۔

(۴) البقرة: ۲۶۷۔

(۴) مال حلال ہونا چاہئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ مال حرام میں سے صدقہ جائز نہیں، (۱)  
لیکن حلال مال اگر حرام مال کے ساتھ اس طرح مل گیا ہو کہ امتیاز و شناخت نہ رہے تو دونوں کے  
مجموعہ پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (۲)

(۵) جس قدر بہتر مصرف کا انتخاب کیا جائے، اسی درجہ اجر میں بھی اضافہ ہوگا، بہترین  
مصرف یہ ہیں، علماء اہل دین و تقویٰ خود دار اور غیرت مند، دینی مشغولیت کی وجہ سے کسب  
معاش سے معذور لوگ اور اقرباء و قرضدار۔ (۳)

## زکوٰۃ کی ادائیگی

سوال :- {1046} زکوٰۃ ادا کرنا کب واجب ہے؟ اگر

زکوٰۃ کا مال صدقہ کردے، یا ضائع ہو جائے تو کیا اس کی بھی  
زکوٰۃ واجب ہوگی؟ کیا زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے بھی نیت  
ضروری ہے اور نیت کا وقت کیا ہے؟ (شمس الحق، ناندریز)

جواب :- (۱) زکوٰۃ کے فرض ہونے پر اجماع و اتفاق ہے، زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد  
اسے بلا تاخیر اور بہ عجلت ممکنہ ادا کر دینا چاہئے، بلا وجہ زکوٰۃ ادا کرنے میں تاخیر کرنا گناہ ہے۔ (۲)  
زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد وہ مال جس پر زکوٰۃ ادا کرنی تھی اگر ضائع ہو جائے تو زکوٰۃ  
معاف ہو جاتی ہے، لیکن اگر زکوٰۃ کی ادائیگی میں بلا وجہ تاخیر کی گئی تھی، تو اس تاخیر کا وبال بہر حال  
اس پر پڑے گا، قصداً مال زکوٰۃ ضائع کر دے تو زکوٰۃ معاف نہیں ہوگی۔ (۵)

(۱) الجامع للترمذی: ۳/۱۔

(۲) رد المحتار: ۲۸/۲۔

(۳) دیکھئے: احیاء العلوم مع الاتحاقف: ۲۰۹/۳-۲۱۶۔

(۴) فتح القدیر: ۱۱۳/۲۔

(۵) الفتاویٰ التاتاری خانیۃ: ۲۹۳/۲۔

(۳) اگر کوئی شخص اپنا پورا مال صدقہ کر دے تو پورے مال کی اور نصاب کا کچھ حصہ صدقہ کر دے تو اتنے حصہ کی زکوٰۃ اس سے معاف ہو جائے گی۔ (۱)

(۴) نصاب زکوٰۃ کا کچھ حصہ ضائع ہو جائے تو اسی تناسب سے زکوٰۃ بھی معاف ہو جائے گی۔ (۲)

(۵) زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد مالک نصاب کا انتقال ہو جائے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وصیت کر جائے تو اس کے متروکہ مال کے ایک تہائی حصہ سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی، (۳) اگر متروکہ ایک تہائی اتنا نہ ہو کہ اس سے متوفی کے ذمہ واجب زکوٰۃ پوری ادا ہو سکتی ہو تو اب یہ ورثاء کی مرضی پر ہوگا کہ وہ اپنے حصہ وراثت میں سے زکوٰۃ کا بقیہ ادا کر دیں۔

(۶) نصاب زکوٰۃ کا مالک ہونے کے بعد ایک یا کئی سال کی پیشگی زکوٰۃ ادا کی جاسکتی ہے۔ (۴)

(۷) زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے نیت کرنا ضروری ہے، (۵) یا تو حقداروں کو زکوٰۃ دیتے وقت نیت کرے، یا زکوٰۃ کا مال الگ کرتے ہوئے نیت کرے، ایسی صورت میں اب دیتے ہوئے نیت ضروری نہیں۔ (۶)

(۸) زکوٰۃ اگر کسی شخص کے حوالہ کی جائے کہ وہ اسے فقراء میں تقسیم کر دے تو اس تقسیم کرنے والے پر نیت کرنا ضروری نہیں۔ (۷)

(۱) الهدایۃ مع الفتوح ۲/۲۶-۲۷۔

(۲) بدائع الصنائع ۲/۲۳۔

(۳) الفتاویٰ التاتاری خانیۃ: ۲/۲۹۶۔

(۴) رد المحتار ۲/۲۷۔

(۵) بدائع الصنائع ۲/۳۰۔

(۶) المغنی ۲/۲۶۰۔

(۷) الهدایۃ مع الفتوح ۲/۱۲۵۔



(۹) زکوٰۃ کی مد میں سے کچھ رقم کسی مستحق کو دی گئی، لیکن دیتے وقت نیت نہیں کی، بعد کو نیت کی، تو اگر نیت کرتے وقت وہ پیسے مستحق کے پاس موجود تھے، تو زکوٰۃ شمار ہوگی، لیکن اگر وہ شخص اس رقم کو خرچ کر چکا ہو تو وہ ادائیگی زکوٰۃ میں شمار نہیں ہوگی، بلکہ دوبارہ ادا کرنا ہوگا۔ (۱)

(۱۰) کسی شخص کے ذمہ دین باقی ہو، دین کو معاف کر دے اور زکوٰۃ کی نیت کرے، تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور نہ اس نیت کا اعتبار ہوگا، ہاں! اگر زکوٰۃ اسے دے دے اور پھر اس سے اپنا قرض وصول کر لے تو زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ (۲)

(۱۱) زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے نیت اور جس کو زکوٰۃ دے رہا ہو، اس کے مصرف زکوٰۃ ہونے کی تحقیق کافی ہے، یہ ظاہر کرنا ضروری نہیں کہ زکوٰۃ دی جا رہی ہے، اگر عیدی یا تحفہ کے نام سے دے دی جائے تب بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ (۳)

(۱۲) جس مال میں زکوٰۃ واجب ہوئی، خود اس مال کے ذریعہ بھی زکوٰۃ ادا کی جاسکتی ہے، اور اس کی قیمت کے ذریعہ بھی، یہی حکم صدقۃ الفطر، عشر نذرا اور کفارہ کا بھی ہے۔ (۴)

(۱۳) قیمت کے ذریعہ زکوٰۃ ادا کرنے میں اس وقت کی قیمت کا اعتبار ہوگا، جب نصاب زکوٰۃ پر سال گذرا اور زکوٰۃ واجب ہوئی، اسی پر فتویٰ ہے۔ (۵)

(۱۴) اور اس جگہ کی قیمت کا اعتبار ہے جہاں مال ہے، نہ کہ مالک کے مقام سکونت کا۔ (۶)

(۱۵) زکوٰۃ سے بچنے کے لیے حیلہ جائز نہیں، گناہ ہے۔ (۷)

(۱) المغنی ۲/۲۶۵۔

(۲) طحطاوی علی مراقی الفلاح: ص: ۴۷۰۔

(۳) رد المحتار ۶/۸۶۔

(۴) الهدایۃ مع الفتح ۲/۱۳۳۔

(۵) رد المحتار ۲/۲۳۔

(۶) رد المحتار ۲/۲۳۔

(۷) کتاب الخراج لأبی یوسف: ص: ۸۰۔

## رمضان المبارک میں زکوٰۃ کی ادائیگی

سوال :- {1047} ہندوستان اور دوسرے ملکوں میں بھی عام طور پر لوگ رمضان میں زکوٰۃ نکالنے کا اہتمام کرتے ہیں، حالاں کہ قرآن و حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں، اس سلسلہ میں وضاحت فرمائیں؟ (عبدالرشید، این ٹی آرنگر)

جواب :- یوں تو زکوٰۃ فرض ہونے کے بعد جلد سے جلد زکوٰۃ ادا کر دینی چاہئے، یا کم سے کم زکوٰۃ کے پیسے الگ کر دینا چاہئے لیکن اگر زکوٰۃ رمضان ہی میں فرض ہو یا پہلے فرض ہوئی لیکن ابھی تک ادا نہیں کیا تو بہتر ہے کہ رمضان میں ادا کرے، حدیث میں غالباً صراحتاً ماہ مبارک میں ادائیگی زکوٰۃ کا حکم نہیں آیا ہے، لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی زیادہ تر اس ماہ میں زکوٰۃ ادا کرنے کا اہتمام فرماتے تھے، چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے رمضان میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ”تمہاری زکوٰۃ کا مہینہ آگیا ہے“ ”ألا إن شهر زکوٰۃکم قد حضر“ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم زیادہ تر اسی ماہ مبارک میں زکوٰۃ ادا فرمایا کرتے تھے۔

## سال گزرنے سے قبل زکوٰۃ کی ادائیگی

سوال :- {1048} حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ! ایک شخص شوال کے مہینہ میں صاحب نصاب ہوا اور آئندہ رمضان میں جبکہ زکوٰۃ کے وجوب کے لئے ایک ماہ باقی ہے اگر زکوٰۃ ادا کر دے، تو کیا اس کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟ (سید محمد مصطفیٰ)

جواب:- زکوٰۃ تکمیل سال سے پہلے بھی ادا کی جاسکتی ہے، اس لئے اس کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی:

”و یجوز تعجیل الزکوٰۃ قبل الحول إذا ملک نصاباً عندنا“ (۱)

## زکوٰۃ سے کیسٹ بنانا

سوال:- {1049} کیا زکوٰۃ یا صدقہ کی رقم سے اسلامی

آڈیو ویڈیو کیسٹ بنانا اور اسلامک پروگرام بنانا درست ہے؟

(محمد سراج الدین خان، اکبر باغ)

جواب:- زکوٰۃ اور صدقہ واجبہ کی ادائیگی کے لئے مالک بنانا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کا

ارشاد ہے: ﴿وَاتُوا الزَّكَاةَ﴾ (۲) عربی زبان میں ”اتُّوا“ کا لفظ اس بات کو ظاہر کرتا ہے

کہ اس میں مالک بنانے کے طور پر کوئی شئی دینے کا حکم ہے، دوسرے زکوٰۃ کے مصارف بھی متعین

ہیں، اور خود اللہ تعالیٰ نے بہ صراحت و وضاحت ان مدت کا ذکر فرمایا ہے، (۳) ان ہی مصارف

میں زکوٰۃ کو خرچ کرنے کا اہتمام ضروری ہے، اس لئے آپ نے جو صورتیں لکھی ہیں، ان کے

لئے نہ زکوٰۃ کی رقم دینا درست ہے، اور دی جائے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

## زکوٰۃ ادا کرنے کی ایک خاص صورت

سوال:- {1050} چند سال سے مجھ ناچیز نے زکوٰۃ ادا

کرنے کا یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ میری جان پہچان کے

(۱) الفتاویٰ التاتاری خانیۃ: ۲/۲۵۳۔

(۲) البقرة: ۲۳۔ محش۔

(۳) التوبة: ۶۰۔ محش۔

کرانہ کی دوکان کے جو چھوٹے غریب بیوپاری ہیں، ان سے رجوع ہو کر کہتا ہوں کہ میں آپ کی دوکان کی ترقی دینے کے لئے میرے جیب سے خرچہ کر کے آپ کو حسب ذیل شرائط پر کچھ سامان دلا دوں گا:

(الف) آپ وہ سامان ادھار فروخت نہ کریں۔

(ب) آپ وہ سامان کم قیمت پر فروخت نہ کریں، آپ نہ سمجھ لیں کہ وہ سامان آپ کو مفت میں مل گیا ہے، اس لئے کم قیمت پردے دوں۔

(ج) اگر خدا آپ کو نواز دے اور کبھی آپ خود بڑے سینٹھ بن جائیں، تو جس طرح میں آج آپ کی مدد کر رہا ہوں، آپ بھی کسی غریب کی اسی طرح مدد کریں۔

مجھ ناچیز کی یہ اسکیم کامیاب رہی اور یہ غریب تاجر میرے بہت مشکور و ممنون ہیں، مگر ایک صاحب نے جن کو فقہ پر اچھا عبور ہے، مجھ سے کہا کہ آپ کی زکوٰۃ اس طریقہ سے ادا نہیں ہوتی، کیونکہ شرائط طے کر کے زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی۔

(محمد اقبال، بیدر)

جواب:- آپ اگر ان صاحب کو زکوٰۃ کی نیت سے رقم ادا کریں اور وہ واقعی زکوٰۃ کے مستحق ہوں تو زکوٰۃ ادا ہو گئی، آپ نے جو شرطیں لگائی ہیں اس کی حیثیت دراصل ترغیب کی ہے، ورنہ ظاہر ہے کہ آپ نے جب انہیں رقم کا مالک بنا دیا تو وہ جس طرح چاہیں رقم میں تصرف کر سکتے ہیں، لوگوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے اور خود کفیل بنانے کی غرض سے اس انداز پر زکوٰۃ ادا کرنا بہتر ہے، تاکہ گداگری کا انسداد ہو، اور قوم میں اپنی آپ کفالت کا رجحان پیدا ہو، اس قسم کی اخلاقی شرائط زکوٰۃ ادا ہونے میں مانع نہیں ہے، اور نہ یہ ضروری ہے کہ زکوٰۃ کی صراحت کے



ساتھ دیئے جائیں، اگر قرض، ہبہ، تحفہ یا عیدی وغیرہ کے نام سے زکوٰۃ ادا کی جائے، زکوٰۃ لینے والے پر یہ بات واضح نہ کی جائے کہ اسے زکوٰۃ کی رقم دی جا رہی ہے، تب بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے۔ (۱)

اس طرح زکوٰۃ ادا کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ ایک تو خود دار لوگوں کو زکوٰۃ کے نام سے جو صدمہ ہوتا ہے، وہ اس سے دو چار نہ ہوں گے، دوسرے خود زکوٰۃ لینے والوں میں بھی حیا اور خود داری باقی رہے گی، کیوں کہ جب انسان ایک دفعہ زکوٰۃ سمجھ کر زکوٰۃ لے لیتا ہے تو پھر حیا کی کیفیت ختم ہو جاتی ہے، اور اسے دست سوال دراز کرنے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہے اور اگر کسی اور عنوان سے اسے تعاون حاصل ہو تو خود داری کا عنصر باقی رہتا ہے، اور یہ بہت اہم بات ہے کہ اسی کے فقدان کی وجہ سے گداگری کا رجحان بڑھتا ہے۔

## زکوٰۃ کی ادائیگی میں وکیل زکوٰۃ کی کوتاہی

سوال :- {1051} میں نے ایک شخص کو زکوٰۃ کی رقم دی کہ یہ فلان شخص کو جو مستحق زکوٰۃ ہے، ادا کر دو! مگر اس شخص نے پوری رقم مستحق تک نہیں پہنچائی، کچھ رقم خود لے لی، حالانکہ وہ مستحق زکوٰۃ نہیں ہے، تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟  
(منہیم اختر، کشن باغ)

جواب :- جس شخص کو آپ نے زکوٰۃ کی رقم پہنچانے کو کہا تھا، وہ آپ کا وکیل ہے، اور وکیل سے جو کوتاہی ہو اس کی ذمہ داری مؤکل یعنی وکیل بنانے والے پر ہوتی ہے، (۲) لہذا جتنی رقم اس نے مستحق زکوٰۃ تک پہنچائی ہے، اتنی رقم زکوٰۃ کی ادا ہوئی، باقی جو رقم اس نے خرچ کر دی وہ

(۱) "و شرط صحة أدائها نية مقارنة له" (الدر المختار) "لو سماها هبة أو

قرضا تجزیه فی الأصح" (رد المختار: ۳/۱۸۷، کتاب الزکوٰۃ) محشی۔

(۲) الهدایة: ۳/۱۸۳-۱۸۲۔ محشی۔

دوبارہ ادا کرنی ہوگی، ہاں، اگر خود محتاج کی طرف سے کوئی زکوٰۃ وصول کرنے کا وکیل ہوتا، جیسا کہ مدرسہ کے سفراء کی طرف سے ہوتے ہیں، اور آپ نے اسے زکوٰۃ حوالہ کردی تو زکوٰۃ ادا ہوگئی، کیوں کہ وکیل کو دینا خود موکل کو دینا ہے۔

## زکوٰۃ حساب سے زیادہ ادا کر دی؟

سوال: - {1052} ایک شخص نے دس ہزار روپے بطور زکوٰۃ کے دیدئے، لیکن جب اس نے حساب کیا تو اس پر آٹھ ہزار روپے ہی زکوٰۃ کے واجب ہوتے تھے، تو کیا وہ آئندہ اپنی زکوٰۃ میں اس زائد رقم کا حساب کر سکتا ہے؟  
(عبدالستار، ٹولی چوکی)

جواب: - جی ہاں! مالکِ نصاب ہونے کے بعد ایک سے زیادہ سالوں کی زکوٰۃ بھی قبل از وقت ادا کی جاسکتی ہے، پس گویا اس نے موجودہ سال کے ساتھ سالِ آئندہ کی زکوٰۃ کا بھی کچھ حصہ ادا کر دیا ہے، اور یہ درست ہے۔

## بیوی کیا خود زکوٰۃ ادا کرے؟

سوال: - {1053} کسی عورت کے پاس سات تولہ سے زیادہ (قریب آٹھ تولہ) سونے کا زیور ہے، کیا اس کی زکوٰۃ اس کے شوہر پر فرض ہوگی، یا بیوی پر؟ اگر عورت خود اس زیور کی زکوٰۃ نکالنا چاہے تو کہاں سے دے جبکہ اس کی الگ سے کوئی ملک نہیں ہے؟

(ڈاکٹر محمد اختر عادل گیلانی، عالم گنج، پٹنہ)

جواب: - اگر کوئی عورت نصاب کی مقدار سونا، یا چاندی کی مالک ہو، تو اس پر زکوٰۃ

فرض ہے؟ اس کی ادائیگی خود بیوی کی ذمہ داری ہے، اس لئے کہ اسلام نے معاشی اعتبار سے عورت کے وجود کو مستقل مانا ہے، وہ اپنی املاک میں ہر طرح کے تصرف کا پورا پورا حق رکھتی ہے، شوہر اس کی اذن و اجازت کے بغیر اس کے مال میں کسی طرح کے تصرف کا مجاز نہیں، پس ظاہر ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی بھی خود بیوی ہی کی ذمہ داری ہوگی نہ کہ شوہر کی، چاہے اس کے لئے سونے کا کچھ حصہ فروخت کرنا پڑے، یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ سونا اور چاندی میں جو زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، اس میں اصل تو یہ ہے کہ خود سونے، چاندی کے ذریعہ زکوٰۃ ادا کی جائے، روپیہ کی صورت میں زکوٰۃ ادا کرنے کی اجازت اس لئے دی جاتی ہے کہ اس کی حیثیت سونے، چاندی کے بدل کی ہے۔

البتہ ہندوستان میں زن و شو کے درمیان معاشی امور میں حد درجہ اشتراک ہوتا ہے، ان حالات میں بہتر ہے کہ شوہر بیوی کی طرف سے زکوٰۃ ادا کر دے، اور دنیوی معاملات کی طرح دینی امور میں بھی شرکت و رفاقت کا حق ادا کرے۔

## قسط وار زکوٰۃ کی ادائیگی

سوال :- {1054} ایک اوسط درجہ کا ملازم جو اپنی تنخواہ سے بال بچوں کی کفالت کرتا ہے اور سال بھر میں کچھ بھی نہیں بچا پاتا ہے، بلکہ اکثر قرض کی نوبت آ جاتی ہے، تنخواہ کے علاوہ نصاب بھر دوسرے مال و اسباب بھی نہیں ہے، لیکن اس شخص کی بیوی کے پاس آٹھ تولہ سونے کا زیور ہے، کیا اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی؟ فرضیت کی صورت میں اس کی زکوٰۃ نکالنا بھی چاہتا ہے، لیکن تنخواہ سے یکمشت اس کا ادا کرنا مزید باعث پریشانی ہوگی، سوائے اس کے کہ زیور فروخت کر کے زکوٰۃ ادا کی

جائے، کیا باعث مجبوری زکوٰۃ کو ماہوار قسطوں میں ادا کیا جاسکتا ہے؟ اور یہ شرعاً جائز ہوگا؟ جیسے مان لیا جائے کہ زکوٰۃ کی رقم بارہ سو روپے آتی ہے، تو کیا ہر مہینے اسے سو روپے کے حساب سے اگلے بارہ مہینوں میں ادا کر سکتا ہے۔

(ڈاکٹر محمد اختر عادل گیلانی، عالم گنج، پٹنہ)

جواب:- زکوٰۃ کی ادائیگی میں شریعت نے بڑی آسانی رکھی ہے، نصاب پر سال گزرنے سے پہلے بھی زکوٰۃ ادا کی جاسکتی ہے، سال گزرنے کے بعد بھی مہلت ہے کہ حسب مواقع و حالات تاخیر سے ادا کر سکتا ہے، البتہ کوشش کرنی چاہئے کہ حتی المقدور جلد سے جلد زکوٰۃ ادا کر دے، اسی طرح زکوٰۃ یکمشت بھی دی جاسکتی ہے، اور قسطوں میں بھی، لہذا ماہانہ ایک سو روپے کے لحاظ سے زکوٰۃ ادا کر دینا کافی ہے۔

## زکوٰۃ کی ماہ بہ ماہ ادائیگی

سوال:- {1055} زکوٰۃ کی رقم ایک مستحق کو زیادہ سے زیادہ کتنی دے سکتے ہیں؟ کیا اس رقم کو بطور امانت رکھ کر مستحق رشتہ دار کو اقساط پر ہر ماہ دے سکتے ہیں؟ کیوں کہ وہ ہر ماہ طلب کرتے ہیں، اور کوئی دوسری رقم نہیں ملتی؟

(کاظم علی، شاہ گنج)

جواب:- ایک شخص کو ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے کچھ کم ہی زکوٰۃ دینی چاہئے؟ ہاں! اگر وہ مقروض یا کسی ایسی پریشانی میں مبتلا ہو کہ اس سے اس کی ضرورت پوری نہ ہو پائے، یا کثیر العیال ہو کہ اگر اس کے زیر پرورش تمام لوگوں پر اسے تقسیم کر دیا جائے تو کافی نہ ہو، ایسی صورتوں میں اس سے زیادہ مقدار بھی اس کی ضرورت کی لحاظ سے دی جاسکتی ہے:



”وكره اعطاء فقير نصاباً إلا إذا كان المدفوع  
إليه مديوناً أو صاحب عيال لوفقة عليهم  
لا يخص كلا ... نصاب ... فلا يكره“ (۱)

یہ بات درست ہے کہ کسی مستحق کی ماہانہ ضرورت کو دیکھتے ہوئے ایک دفعہ پوری زکوٰۃ دینے کے بجائے اس کو ماہوار ایک متعین رقم باندھ کر دے دی جائے۔

## قرض میں زکوٰۃ

سوال :- {1056} میرا بھتیجا مجھ سے ۵۰/ ہزار روپیہ قرض لے کر کاروبار کر رہا ہے، اور ہر مہینہ مجھ کو بارہ سو روپیہ معاوضہ دیتا ہے، کیا اس پچاس ہزار روپے میں بھی زکوٰۃ فرض ہے؟ (روحی بیگم)

جواب :- اول تو قرض پر نفع لینا جائز نہیں، یہ سود ہے اور حرام ہے، اگر اسی پیسے کو آپ نفع و نقصان کی اساس پر ان کے کاروبار میں شریک کر دیں، تو آپ کے حصہ میں جو نفع آئے، اس کا لینا درست ہوگا، دوسرے اس روپیہ میں آپ پر زکوٰۃ واجب ہوگی، کیوں کہ اس قرض کے وصول ہونے کی توقع ہے، اور جس قرض کے وصول ہونے کی امید ہو، اس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ (۲)

## ادھار مال کی زکوٰۃ

سوال :- {1057} میری کرانہ دکان ہے جس میں

(۱) الدر المختار علی هامش الرد: ۳/۳-۳۰۳۔

(۲) بدائع الصنائع: ۲/۹۰-محشی۔

تقریباً ۵۰ ہزار کا مال ہے اور بیس ہزار روپیہ کا مال ماہانہ لوگوں کو دیتا ہوں تو کیا ادھار دئے ہوئے مال پر بھی زکوٰۃ دینی چاہئے؟  
(ایاز خان، محبوب نگر)

جواب:- جو مال آپ نے لوگوں کو ادھار دیا ہے اور اس کی قیمت ان لوگوں کے ذمہ باقی ہے، اس واجب الاداء رقم میں بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، بہ شرطیکہ قیمت وصول ہونے کی توقع ہو، اگر کسی وجہ سے اس مال کے وصول ہونے کی امید نہ ہو، جیسے وہ فرار ہو گیا ہو، یا دیوالیہ ہو گیا ہو، یا سامان واپس کرنے سے انکار کرتا ہو، تو اس صورت میں ان پیسوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ (۱)

## واجب الاداء قرض میں زکوٰۃ کی نیت

مولانا:- {1058} میری رقم بعض حضرات کے ذمہ واجب ہے اور ان سے قرض وصول ہونے کی امید نہیں، وہ مستحق زکوٰۃ بھی ہیں، مجھ پر جو زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، کیا میں ان کے ذمہ واجب الاداء قرض کو اس کے حساب میں شامل کر سکتا ہوں؟  
(ندیم منیر، حشمت پیٹ)

جواب:- زکوٰۃ ایک عبادت ہے اور عبادتوں کے سلسلہ میں یہ اصول ہے کہ اس کے لئے نیت ضروری ہے، اور نیت بھی اس فعل کی ابتداء میں، لیکن صورت حال یہ ہے کہ جس وقت آپ نے وہ رقم دی تھی، اس وقت قرض کی نیت تھی، نہ کہ زکوٰۃ کی، اس لئے اب اس میں زکوٰۃ کی نیت نہیں کی جاسکتی، ہاں یہ بات درست ہے کہ آپ اسے زکوٰۃ دیدیں، اور پھر اس سے قرض وصول کر لیں۔

## چٹھی کی ادا شدہ رقم میں زکوٰۃ

سوال:- {1059} میں نے پچاس ہزار کی چٹھی ڈالی ہے، جو پچاس مہینوں کی ہے، ہر مرتبہ ایک ہزار ادا کرنا پڑتا ہے، میری چٹھی ابھی تک نہیں اٹھی ہے، ابھی اس چٹھی کے ۲۳/ مہینے ہو چکے ہیں، کیا مجھ پر زکوٰۃ واجب ہوگی، اور کتنی اور کس طرح؟ (مسکان، یا قوت پورہ)

جواب:- آپ جتنی رقم چٹھی میں ادا کر چکے ہیں، اتنی رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی، جو رقم ابھی ادا نہیں کی ہے، اس پر زکوٰۃ واجب نہیں، یہ زکوٰۃ آپ کے دوسرے مالی زکوٰۃ کے ساتھ مل کر اسی تاریخ میں واجب ہوگی، جس میں آپ زکوٰۃ ادا کیا کرتے ہیں، یا جس تاریخ کو آپ صاحب نصاب ہوئے ہیں اور اس کی شرح ایک ہزار پر ۲۵/ روپے ہوگی۔

## فکس ڈپازٹ کی گئی رقم پر زکوٰۃ

سوال:- {1060} زید کے پاس دو لاکھ روپے ہیں، جن کو زید نے فکس ڈپازٹ کر دیا ہے، ڈپازٹ زید ہی کے نام سے ہے، لیکن نام پشمن بچی کا ہے، اور اس کی شادی کی غرض سے رقم ڈپازٹ کی گئی ہے، یہ ڈپازٹ ایک سال کے لئے کروائی گئی ہے جس کی مدت ماہِ فروری سے دوسرے سال فروری ہوا کرتی ہے، خود زید پر بیس ہزار کا قرض ہے، اور کوئی نقد رقم موجود نہیں، جس سے زکوٰۃ ادا کر سکے، تو کیا زکوٰۃ اقساط میں ادا کی جاسکتی ہے؟ اور ادا کی جائے تو کتنی رقم پر کتنی ادا کی جائے؟ (محمد شفیع الدین، شاہ علی بٹا)

جواب:- (الف) اگر آپ نے لڑکی کو اس مال کا مالک بنا دیا ہے، تو اب زکوٰۃ کے واجب ہونے کا اور نہ ہونے کا تعلق آپ کی لڑکی سے ہے، اگر لڑکی ابھی نابالغ ہے، تو جب تک بالغ نہ ہو جائے، زکوٰۃ واجب نہیں، کیونکہ زکوٰۃ ایک عبادت ہے، اور عبادت بالغوں پر ہی واجب ہوتی ہے: "فلا تجب علی مجنون و صبی : لانها عبادة محضة" (۱)

(ب) اگر آپ ابھی اس پر اپنی ملکیت باقی رکھتے ہیں، یا لڑکی بالغ ہے اور آپ نے اسے مالک بنا دیا ہے، تو ہر دو صورت میں اس مال میں زکوٰۃ واجب ہوگی، اگر ابھی زکوٰۃ ادا نہ کر سکیں، تو آئندہ حسب سہولت ایک ساتھ یا قسط میں زکوٰۃ ادا کر سکتے ہیں، البتہ جس قدر ممکن ہو، جلد ادا کر دیں۔ "اقتراضها عمری ای علی التراخی" (۲)

(ج) زکوٰۃ میں قمری سال کا اعتبار ہے، اس لئے چاند کے مہینوں کا حساب رکھیں نہ کہ انگریزی مہینہ کا۔ "و حولها قمری لا شمسی" (۳)

(د) پیسوں میں زکوٰۃ ڈھائی فیصد یعنی ایک لاکھ پر ڈھائی ہزار کے حساب سے واجب ہوتی ہے۔

(ه) یہ تو آپ کے سوال کا جواب ہے، لیکن یاد رکھیں کہ فکس ڈپازٹ میں جو زیادہ رقم ملتی ہے وہ سود ہے، اس لئے اولاً تو فکس ڈپازٹ کرنا ہی جائز نہیں، اور اگر کرالیا ہو تو جو زائد رقم ملے، اس کو غرباء پر یا رفاہی کاموں میں خرچ کر دینا واجب ہے۔ (۴)

(۱) رد المحتار: ۱۷۳/۳۔

(۲) حوالہ سابق: ۱۹۱/۳۔

(۳) حوالہ سابق: ۲۲۳/۳۔

(۴) "لأن سبيل الكسب الخبيث التصديق إذا تعذر الرد على صاحبه" (رد المحتار: ۲۷۳/۵ کتاب الحظرو الإباحة، فصل في البيع، ط: مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ پاکستان) "و يتصدق بلانية الثواب إنما ينوي به براءة الذمة" (قواعد الفقہ، القواعد الفقہیہ: ص: ۱۱۵) مرتب۔



## پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ

سوال: - {1061} عموماً رمضان المبارک کے مقدس مہینہ میں زکوٰۃ نکالی جاتی ہے، زکوٰۃ نکالنے کے کچھ دنوں بعد (اگرچہ پوری زکوٰۃ ادا نہ کی گئی ہو) پراویڈنٹ فنڈ سے کچھ رقم حاصل ہوئی ہو، تو ایسی صورت میں اس رقم پر زکوٰۃ ایک سال کے بعد یعنی آئندہ رمضان المبارک میں نکالنی اور ادا کرنی چاہئے یا ابھی اسی وقت اس رقم کا بھی حساب کر کے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی؟ (محمد یوسف، سعید آباد)

جواب: - زکوٰۃ کے سلسلے میں اصول یہ ہے کہ جس تاریخ کو آپ پہلی مرتبہ صاحب نصاب ہوئے ہر سال وہی تاریخ آپ کے لئے معیار ہوگی، اس تاریخ کو جتنی رقم آپ کے پاس موجود ہو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی، خواہ آپ اسی وقت زکوٰۃ ادا کریں یا اس کے بعد آنے والے رمضان المبارک میں، لہذا اگر اس تاریخ سے پہلے آپ کو پراویڈنٹ فنڈ کی کچھ رقم مل جائے تو ابھی آپ پر اس کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب نہیں، اس رقم کا جو حصہ اس تاریخ کو موجود رہے اس کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، تاہم اگر پہلے ہی زکوٰۃ ادا کریں تو یہ بھی درست ہے، جتنی رقم کی زکوٰۃ اس وقت آپ ادا کریں اس کا حساب ذہن میں رکھیں اور جو تاریخ زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے معیار ہے، اس تاریخ کو جو رقم آپ کے پاس موجود رہے اس میں سے اتنی رقم منہا کر کے بقیہ کی زکوٰۃ ادا کر دیں۔

## چار مینار بینک میں جمع شدہ رقم کی زکوٰۃ

سوال: - {1062} چار مینار بینک میں بہت سے لوگوں کی رقمیں ڈوب گئی ہیں، ان لوگوں کی رقم پر کیا زکوٰۃ

واجب ہوگی؟

(عبدالستار، ٹولی چوکی)

جواب:- چار مینار بینک کے دیوالیہ ہونے تک چوں کہ رقم کے وصول ہونے کی توقع تھی، اس لئے اس وقت تک کی زکوٰۃ واجب ہوگی، دیوالیہ ہونے کے بعد چوں کہ پھنسی ہوئی رقم کے وصول ہونے کی قوی امید نہیں اور اس کا حاصل ہونا موہوم ہے، اور جس پیسے کے وصول ہونے کی امید نہ ہو، اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی، (۱) اسی طرح اگر مال زکوٰۃ کی زکوٰۃ ادا نہیں کی، یہاں تک کہ وہ مال کسی طرح ضائع ہو گیا، تو گو وہ تاخیر کی وجہ سے گنہگار ہوگا، لیکن اب اس کی زکوٰۃ واجب نہیں رہی، اس لئے دیوالیہ ہونے کے بعد سے زکوٰۃ واجب نہیں۔

## زکوٰۃ سے مقروض کی مدد

سوال:- {1063} قرض کے بوجھ میں زکوٰۃ ادا کرنا

جائز ہے یا نہیں؟ (محمد علاء الدین، تنالی)

جواب:- آپ کا سوال واضح نہیں، اگر آپ کی یہ مراد ہو کہ جو شخص کافی مقروض ہو گیا ہو اس کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اتنا قرض ہو کہ قرض ادا کرنے کے بعد بنیادی ضروری اشیاء زندگی کے علاوہ اس کے پاس نصاب زکوٰۃ کے بقدر مال باقی نہیں رہا، تو اسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، چنانچہ قرآن مجید میں مصارف زکوٰۃ میں ایک مستقل مصرف مقروض (غارمین) کا ذکر کیا گیا ہے۔ (۲)

(۱) "لو كان الدين على مقر ملئ أو على معسر أو مفلس أي محكوما بافلاسه أو على جاحد عليه بينة و عن محمد لا زکوۃ، هو الصحيح : لأن البينة قولاً تقبل أو علم به قاض الخ فوصل إلى ملكه لزم زکوۃ ما مضى" (الدر المختار على هامش رد المحتار : ۳/۱۸۴-۱۸۵، کتاب الزکوۃ) محشی۔

(۲) التوبة: ۶۰-محشی۔

## زکوٰۃ میں قرض سے متعلق احکام

سوال: - {1064} اگر کسی کے ذمہ میری رقم ایک سال سے زیادہ عرصہ سے باقی ہے اور اتنی ہی یا اس سے زیادہ رقم میری ایک دوسرے شخص کے ذمہ باقی ہے، کیا مجھے ایسی رقم پر زکوٰۃ دینی پڑے گی؟ (مٹم سلمان نیوجرسی، امریکہ)

جواب: - قاعدہ یہ ہے کہ جو رقم دوسرے کے ذمہ باقی ہو اور وہ بطور قرض یا کسی نیچی ہوئی شے کا عوض ہو، کرایہ، موروثی جائیداد کا معاوضہ نہ ہو، نیز اس کے وصول ہونے کی توقع ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، دوسرے کسی شخص کے ذمہ جو رقم باقی ہو وہ اس رقم کو منہا کر کے باقی پیسوں یا سونے چاندی وغیرہ میں زکوٰۃ کا حساب کرے گا، لہذا آپ کے ذمہ جو دوسروں کی رقم باقی ہے، اتنی رقم چھوڑ کر آپ زکوٰۃ کا حساب کریں، خواہ اس قرض سے زیادہ ہو جو آپ کا دوسروں کے ذمہ ہے، یا اس سے کم ہو، اور حساب میں آپ کی رقم جو دوسروں کے ذمہ ہے اور جس کے وصول ہونے سے آپ مایوس نہ ہوں، اس کو بھی شامل کریں۔ (۱)

## زکوٰۃ کا اجتماعی نظام

سوال: - {1065} کیا زکوٰۃ کو بھی اجتماعی طور پر ادا کرنے کا حکم ہے؟ اجتماعی زکوٰۃ کس کو ادا کی جائے گی اور ہندوستان میں اس کی کیا صورت ہوگی؟ (محمد تنویر، گلبرگہ)

(۱) "فتجب زکاتہا إذا تم نصابا و حال الحول، لکن لا فوراً بل عند قبض أربعین درهما من الدين القوي كقرض و بدل مال تجارة ( الدر المختار : علی هامش رد المحتار : ۳/۲۳۶)، "إذا تم نصابا، الضمیر فی "تم" يعود للدين المفهوم من الديون، و المراد إذا بلغ نصابا أو بما عنده مما يتم به النصاب" (رد المحتار : ۳/۲۳۶) محشی۔

جواب:- اسلام میں اس بات کو پسند کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کی زکوٰۃ اجتماعی طور پر جمع ہو اور مستحقین میں تقسیم ہو، خود قرآن مجید میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے، (۱) اسی پر عہد صحابہؓ اور بعد کے زمانوں میں بھی عمل رہا، (۲) اس لیے:

(الف) جہاں مسلمانوں کی حکومت ہو وہاں حکومت کو چاہئے کہ بیت المال قائم کرے، زکوٰۃ وصول کرے اور مددات مقررہ پر صرف کرے۔ (۳)

(ب) ہندوستان میں بھی مسلمانوں پر نظام امارت قائم کرنا واجب ہے، (۴) جن صوبوں میں اس طرح کی امارت قائم ہو وہاں کے مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی زکوٰۃ اسی امارت کے بیت المال میں جمع کریں۔ (۵)

(د) جہاں اس طرح نظام قائم نہ ہو، وہاں بھی مسلمانوں کو کوئی ایسی اجتماعی شکل پیدا کرنی چاہئے، جو زکوٰۃ کی وصولی و تقسیم کا نظم سنبھالے۔

## بہن کو زکوٰۃ

سوال:- {1066} ہمارے والد صاحب وظیفہ یاب

ہیں، وظیفہ کی رقم ہمارے روزمرہ اخراجات کے لیے کافی نہیں

(۱) التوبة: ۱۳۰۔

(۲) بدائع الصنائع: ۳/۳۵۔

(۳) تفصیل کے لیے دیکھئے: المبسوط: ۳/۱۷-۱۸، رد المحتار: ۲/۵۷۔

(۴) فتح القدیر: ۳/۳۶۵۔

(۵) دیکھئے: کتاب العشر و الزکوٰۃ، باب ولاية أخذ العشر و الزکوٰۃ: ص: ۱۳۲ تا ۱۳۳۔



ہوتی، ہمارے بڑے بھائی جو غیر شادی شدہ ہیں اور گلف میں ملازمت کرتے ہیں، گھر کے تمام افراد، والدین، بھائی اور ہم تین غیر شادی شدہ بہنوں کی تمام ضروریات کی تکمیل کرتے ہیں، بھائی صاحب نصاب ہیں اور ہر سال پابندی سے مستحق لوگوں کو بشمول رشتہ داروں اور پڑوسیوں وغیرہ کو زکوٰۃ دیتے ہیں، کیا ہم غیر شادی شدہ بہنیں بھی ہمارے غیر شادی شدہ بھائی کی زکوٰۃ میں مستحق ہو سکتی ہیں؟

(اسریٰ فاطمہ، یاقوت پورہ)

جواب:- ماں باپ اور ان سے اوپر کا سلسلہ، اولاد اور ان سے اوپر کا سلسلہ وہ ہے جن کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، باقی دوسرے رشتہ دار جن میں بھائی بہن بھی شامل ہیں، کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے:

”قید بأصل وفرعہ، لأن من سواہم، من القرابة يجوز الدفع لهم... كالإخوان والأخوات“ (۱)

اس لیے اگر آپ صاحب نصاب نہ ہوں اور ضرورت مند ہوں تو اپنے بھائی کی زکوٰۃ لے سکتی ہیں۔

## صحت مند کی گداگری

سوال:- {1067} جو شخص صحت مند اور نوجوان ہو، معذور بھی نہ ہو اور لوگوں سے مانگتا رہتا ہو، کیا ایسے شخص کو صدقہ دینا چاہئے؟ (محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

(۱) البحر الرائق: ۴/۳۲۵، نیز دیکھئے: رد المحتار: ۳/۲۹۳۔

جواب:- جس شخص کے پاس ایک دن کی خوراک موجود ہو، یا وہ صحت مند اور کمانے پر قادر ہو، اس کے لئے دست سوال پھیلانا جائز نہیں، اسی لئے پیشہ ور، صحت مند گداگروں کو ان کے احوال جاننے کے باوجود دینا درست نہیں، اس سے بے جا گداگری کو تقویت پہنچتی ہے، یہ گناہ پر تعاون ہے، اس لئے ایسے گداگروں کو دینا گناہ ہے:

”ولا يحل أن يسأل شيئاً من القوت ... و يأثم

معطيه ان علم بحاله لا عانتہ علی المحرم“ (۱)

ہاں! جس آدمی کے معاشی حالات کے بارے میں واقفیت نہ ہو اور وہ سوال کرے تو اس کی مدد کی جاسکتی ہے، کیونکہ بعض اوقات ظاہری حالات سے انسان کی داخلی محتاجی اور ضرورت مندی کا اندازہ نہیں ہوتا، چنانچہ حضرت حسین ؑ سے مروی ہے کہ سائل کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آیا ہو: ”للسائل حق وان جاء علی فرس“ (۲)

## ٹی وی وغیرہ میں زکوٰۃ

سوال:- {1068} کیا ٹی وی، وی سی آر، انٹرنیٹ،

سیل فون یا موٹیل، گھر اور دوکان میں حشمتائی کے لئے لگائے

گئے جھومر اور گملے وغیرہ پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے؟

(محمد امین الدین، مانصاب ٹینک)

جواب:- ٹی وی، وی سی آر اور انٹرنیٹ اگر خود استفادہ کے لئے یا کرایہ پر لگانے کے لئے ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں۔

”وأما آلات الصنائع وظروف أمتعة التجارة

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۳۰۶۔

(۲) سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۱۶۶۵۔

لاتكون مال التجارة لأنها لاتباع" (۱)

یہی حکم جھومراور گملے وغیرہ کا بھی ہے، البتہ اگر کوئی شخص اس کی تجارت کرتا ہو، تو پھر مال تجارت ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔

## کمیشن پر زکوٰۃ وصول کرنا

سوال:- {1069} زکوٰۃ کے محصلین کو رقم پر کمیشن مقرر

کرنا، کیا جائز و درست ہے؟ (محمد عبدالوکیل، بازار سلیمان جاہ)

جواب:- اسلامک فقہ اکیڈمی ہندستان میں علماء اور ارباب افتاء کا نہایت مستند ادارہ

ہے، جس نے جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ میں احکام زکوٰۃ پر اپنا سمینار منعقد کیا تھا، اس سمینار میں علماء کا اس رائے پر اتفاق ہو چکا ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے کمیشن پر محصل مقرر کرنے کی صورت درست نہیں، اس لئے اس سے احتراز کرنا چاہئے، بہتر صورت یہ ہے کہ کام کی اجرت مقرر کر دی جائے، مثلاً: رمضان میں تحصیل زکوٰۃ کا کام کرنے پر آپ کو اتنی تنخواہ دی جائے گی، اور ایک نشانہ بھی مقرر کر دی جائے کہ کم سے کم آپ اتنی رقم وصول کریں اور اگر آپ نے اس سے زیادہ وصول کیا تو اس پر مزید انعام دیا جائے گا، اس طرح تنخواہ بھی مقرر ہو جائے گی، اور انعام کام میں مزید محنت اور سعی و کوشش کے لئے ترغیب و تحریک کا باعث ہوگا۔

## صدقہ میں زیادتی سے مراد

سوال:- {1070} ایک کتاب میں حدیث کی عبارت

اس طرح آئی ہے ”زکوٰۃ اور صدقہ میں زیادتی کرنے والا اس

کو نہ دینے والے کی طرح ہے“ (گناہ میں) حوالہ: ابوداؤد،

ترمذی، دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس حدیث کی رو سے اگر ہم زکوٰۃ و صدقہ فطر وغیرہ میں مقررہ حساب سے کچھ زیادہ دیں یا ہم پر جو ادا شدنی ہے اس سے کچھ زیادہ کر کے دے دیں، تو کیا یہ عمل گناہ کی تعریف میں آئے گا؟  
(ایم، اے، وحید خاں، مراد نگر)

جواب:- اس حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں: ”المعتدی فی الصدقة کمانعہا“

یہ روایت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، (۱) اور اس حدیث میں ان عاملین سے خطاب ہے جو اسلامی حکومت کی طرف سے زکوٰۃ وصول کیا کرتے تھے، ارشاد نبوی ﷺ کا منشا یہ ہے کہ حکومت کو اپنی طاقت کا استعمال کر کے زکوٰۃ کی جو مقدار واجب ہے اس سے زیادہ یا جس نوعیت کی چیز واجب ہے اس سے عمدہ یا بہتر وصول کرنے کی کوشش نہ کرنی چاہئے، کیونکہ ایسی حرکتوں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اہل ثروت آئندہ اپنے مال عاملین سے چھپانے کی کوشش کریں گے، اور زکوٰۃ سے اپنا دامن بچائیں گے، جس کا نقصان بہر حال فقراء اور مستحقین ہی کو ہوگا، تو گویا یہی شخص بالواسطہ زکوٰۃ کو روکنے کا باعث بنا، ایسے شخص کو زکوٰۃ کی مقررہ حد سے زیادہ طلب کرنے سے منع کیا گیا ہے، البتہ جو زکوٰۃ ادا کر رہا ہو وہ خوش دلی سے جتنا زیادہ دے اتنا ہی باعث اجر ہے، اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا کہ لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کتنا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیں کہ جو کچھ بچ رہے ﴿يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ﴾ (۲) یہی شریعت اسلامی کا اعتدال ہے کہ زکوٰۃ دینے والے سے کہا گیا کہ جتنا زیادہ دیں خوب ہے، اور زکوٰۃ سرکاری قوت سے وصول کرنے والوں سے کہا گیا کہ جتنا واجب ہے اس سے زیادہ کا مطالبہ نہ کریں۔

(۱) سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۱۸۰۸، باب ما جاء فی عمال الصدقة - مشی۔

(۲) البقرة: ۲۱۹ - مشی۔



## جس کا انتقال ہو جائے اور زکوٰۃ ادا نہ کر پائے

سوال: {1071} آج سے پچاس سال قبل ایک خاتون کو ان کے والد نے تیس تولہ سونا دیا تھا، اس وقت سونا ستر روپے تولہ تھا، ایک سال کی زکوٰۃ ادا کی گئی، اس کے بعد سے زکوٰۃ ادا نہ ہو سکی، یہاں تک کہ ۲۰۰۰ء میں اس کا انتقال ہو گیا، اب اس کے وارثوں کو اس کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور وہ کس طرح زکوٰۃ ادا کر کے بری الذمہ ہوں گے؟ (محمد عبداللہ، کلکتوی)

جواب: - اگر کسی شخص کے ذمہ زکوٰۃ واجب تھی، نہ خود اس نے زکوٰۃ ادا کی اور نہ اس کے لئے وصیت کی تو اس کے ورثاء پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب نہیں ہوگی: ”إن مات من علیہ الزکوٰۃ سقطت الزکوٰۃ بموته“ (۱) ہاں! متونی پر اس کو تا ہی کا گناہ ہوگا، ”حتیٰ أنه لو لم يؤد منه حتی مات یأثم“ (۲) اسی طرح حق اللہ کے طور پر جو دوسرے دیون واجب ہوتے ہیں وہ بھی موت کی وجہ سے ساقط ہو جاتے ہیں، یہ تو اس کا قانونی حکم ہے، لیکن اخلاقی اور احسانی حکم یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ورثہ اس کی طرف سے زکاۃ ادا کرنے کی کوشش کریں کہ ممکن ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادیں ”وما ذالك علی الله بعزیز“ پھر غور کیجئے کہ اس میں لوگوں کے لئے کس قدر تنبیہ ہے کہ انسان اپنے واجبات خود ادا کر لے، ورنہ ہوگا یہ کہ لوگ اس کے ترکہ سے نفع اٹھائیں گے اور وہ اللہ کے یہاں مبتلاء عذاب رہے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس سے حفاظت فرمائے۔

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۶۷۔

(۲) بدائع الصنائع: ۲/۷۸۔

## شادی کے لئے جمع شدہ اسباب پر زکوٰۃ

سوال: - {1072} جہیز کی شکل میں نقدی یا سامان کا لینا دینا جائز ہے، لیکن موجودہ سماج میں بغیر جہیز کے لڑکیوں کی شادی ایک سنگین سماجی مسئلہ بن گیا ہے، بہ استثناء چند، ہر والدین کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اپنی دوسری ضروریات کو کم کر کے کسی طرح کاٹ چھانٹ کر اپنی لڑکی کی شادی کے لئے کچھ زیور اور دوسری اشیاء (دونوں ملا کر نصاب بھر) کا کسی طرح انتظام کرتے ہیں، تو کیا اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہوگی؟  
(اختر عادل گیلانی، عالم گنج، پٹنہ)

جواب: - شادی کی غرض سے روپے، سونا چاندی جمع کئے جائیں تو اس میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی، اس لئے کہ جہیز وغیرہ ایک خود پیدا کردہ بیماری ہے، اس کی وجہ سے غرباء کو ان کے حق سے محروم کرنا کسی طرح قرین انصاف نہیں، البتہ اگر والدین لڑکیوں کو ان زیورات کا مالک بنادیں اور واقعی ان کو دے دیں، پھر خود ان میں مالکانہ تصرف نہ کریں، تو اگر لڑکیاں نابالغ ہوں، یا بالغ ہوں لیکن ان کے پاس مقدار نصاب سونا یا چاندی نہ ہو، تو ان زیورات پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

## حرام مال میں زکوٰۃ

سوال: - {1073} زید کے پاس کچھ رقم ہے جس میں اس کی جائز آمدنی بھی ہے اور بینک انٹرسٹ کی رقم بھی، اس مال پر زکوٰۃ ادا کرنے کی کیا صورت ہوگی؟  
(رئیس احمد، جگتپال)

جواب:- اگر بینک انٹرسٹ کی رقم کا حساب محفوظ ہو کہ کتنی رقم بینک انٹرسٹ کی ہے، اور کتنی اس کی حلال کمائی کی؟ تو بینک انٹرسٹ کی رقم پوری کی پوری بلا نیت ثواب غرباء پر تقسیم کر دینا واجب ہے، (۱) اور باقی حلال و جائز رقم کی زکوٰۃ ادا کرے گا، اور اگر اس رقم کا حساب ممکن نہ ہو، تو پھر پورے مال کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ (۲)

## نیت پر صدقہ کا ثواب

سوال:- {1074} اگر کوئی آدمی نیت رکھتا ہو کہ وہ امیر و دولت مند ہوتا تو غریبوں کی مدد کرتا، بیواؤں، یتیموں اور قرض داروں کے کام آتا، تو کیا اپنے اس پکے ارادہ کی وجہ سے اسے ان نیکیوں کا اجر حاصل ہوگا؟ کیونکہ احقر نے سنا ہے کہ بنی اسرائیل میں قحط پڑنے پر ایک آدمی نے مٹی کے نیلہ کو دیکھ کر کہا کہ اگر اتنا اناج ہوتا تو میں غریبوں میں بانٹ دیتا، تو نبی کے ذریعہ اس کو اتنے ثواب کی خوش خبری سنائی گئی۔  
(عبداللہ، ٹولی چوکی)

(۱) "لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه" (رد المحتار: ۲۷۳/۵ کتاب الحظرو الإباحة، فصل في البيع، ط: مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ پاکستان) "و يتصدق بلانية الثواب إنما ينوي به براءة الذمة" (قواعد الفقہ، القواعد الفقهية: ص: ۱۱۵) مرتب۔

(۲) "لو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملكه فتجب الزكاة فيه و يورث عنه ... و هذا إذا كان له مال غير ما استهلكه بالخلط منفصل عنه يوفى دينه و إلا فلا زكاة، كما لو كان الكل خبيثا، و في الشافعي عن القنية: لو كان الخبيث نصابا لا يلزمه الزكاة: لأن الكل واجب التصديق عليه فلا يفيد إيجاب التصديق ببعضه" (الدر المختار مع رد المحتار: ۲۱۷-۲۱۸/۳) محشی۔

جواب:- اللہ تعالیٰ کی بے پایاں شفقتوں اور رحمتوں میں سے یہ ہے کہ برائی کے محض ارادہ پر عذاب نہیں دیا جائے گا، لیکن نیکی کا انسان صرف ارادہ کر لے تو اس ارادہ پر اس کے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

”من همّ بحسنة ولم يعملها كتبت له حسنة“ (۱)  
 ”جس نے نیکی کا ارادہ کیا اور اس پر عمل نہ کر پایا تو اس کے لئے ایک نیکی لکھی جائے گی“

لیکن ظاہر ہے کہ صدقہ دینے کا ثواب سات سو گنا ہے، اور صدقہ کے ارادہ کا ثواب ایک درجہ ہے، اس لئے عام قواعد شرع کے مطابق صدقہ دینے والے کا ثواب صدقہ کا ارادہ کرنے کے مقابلہ میں زیادہ ہوگا، یوں اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں، اگر چاہے تو اس سے زیادہ بھی عطا فرمادیں، اور یہ بھی ممکن ہے اگر ایک شخص اپنے فقر پر صابر ہو تو صبر کا اجر صدقہ سے بھی زیادہ بڑھ جائے۔  
 جہاں تک اس روایت کی بات ہے جس کا آپ نے ذکر کیا ہے تو امام غزالی نے اس کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

”إِنَّ رَجُلًا مَرَّ بِكُثْبَانٍ مِنْ رَمْلٍ فِي مَجَاعَةٍ فَقَالَ فِي نَفْسِهِ: لَوْ كَانَ هَذَا الرَّمْلُ طَعَامًا لِقِسْمَتِهِ بَيْنَ النَّاسِ، فَأَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَى نَبِيِّهِمْ أَنْ قُلْ لَهُ إِنْ اللَّهُ قَدْ قَبَلَ صَدَقَتَكَ وَقَدْ شَكَرَ حَسَنَ نِيَّتِكَ وَاعْطَاكَ ثَوَابَ مَا لَوْ كَانَ طَعَامًا فَتَصَدَّقْتَ بِهِ“ (۲)  
 ”ایک شخص ریت کے ڈھیر کے پاس سے قحط کے زمانہ میں گزرا، اس نے اپنے دل میں کہا: اگر یہ ریت غلہ ہوتا تو میں

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۶۴۹۱، باب من هم بحسنة أو بسيئة، کتاب الرقاق، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۳۳۷، باب: إذا هم العبد...، کتاب الإیمان - محشی۔  
 (۲) احیاء العلوم: ۳/۳۶۳۔



اسے لوگوں کے درمیان تقسیم کرتا، اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی کے پاس وحی کی کہ ان سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا صدقہ قبول کر لیا ہے، تمہارے نیت کی قدردانی کی ہے، اور تمہیں اگر یہ کھانا ہوتا اور اسے صدقہ کر دیتے، تو اس کے برابر ثواب عطا فرمایا۔“

لیکن یہ کوئی مستند اور معتبر روایت نہیں، امام غزالی نے اس کو اسرائیلیات میں شمار کیا ہے۔ (۱)

## شوہر کی اجازت کے بغیر شوہر کا مال خرچ کرنا

سوال: - {1075} آج کل بعض عورتیں بہت ہٹ دھرمی پر کمر بستہ ہیں، گھر میں رکھا ہوا پیسہ شوہر کی اجازت کے بغیر غیر مرد کو دے رہی ہیں، کیا عورتوں کا یہ عمل درست ہے؟  
(عبدالرؤف، بشارت نگر)

جواب: - اگر وہ پیسہ شوہر کا ہو، تو عورت کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر کسی اور شخص کو خواہ کوئی اجنبی ہو یا اس کا رشتہ دار، اور خواہ وہ ضرورت مند ہو یا نہ ہو، دینا جائز نہیں، حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا:  
”کوئی عورت اپنے شوہر کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر کچھ خرچ نہیں کر سکتی، عرض کیا گیا: کھانا بھی نہیں؟ فرمایا: وہ تو ہمارے اموال میں سب سے بہتر مال ہے۔“ **ذلك افضل أموالنا** (۲)

(۱) احیاء العلوم: ۳/۳۶۳۔

(۲) سنن أبی داؤد، حدیث نمبر: ۳۵۶۵۔

اگر عورت اتنی معمولی مقدار خیر کے کام میں خرچ کرے کہ اگر شوہر کو معلوم ہو تو اسے گراں نہ گزرے، گویا ایک طرح سے اس کی طرف سے اجازت ہو، تو یہ درست ہے بہ شرطیکہ شوہر نے صراحتہ خرچ کرنے سے منع نہ کیا ہو اور ایسی صورت میں عورت کو اس کی نیت کا اجر ملے گا اور شوہر کو اس کے مال کا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک روایت میں بہ صراحت رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے۔ (۱)

## کیا حرم شریف میں ایک روپیہ کا صدقہ ایک لاکھ کے برابر ہے؟

سوال:- {1076} چونکہ حرم شریف میں ایک نیکی ایک لاکھ نیکی کے برابر ہوتی ہے، اس لئے اگر ایک شخص حرم شریف میں بیٹھ کر ہندوستان کے کسی یتیم خانہ کو اپنی ہندوستانی بینک کی چیک بک ہی سے ایک ہزار روپے کا کراس چک بذریعہ پوسٹ روانہ کر دے تو کیا  $10,00,00,000 = 10,00,00 \times 1000$  (دس کڑور) روپیہ کے ثواب کی امید رکھی جاسکتی ہے، یا اس شخص کو ایک ہزار روپیہ ہندوستان سے اپنے ساتھ لے جا کر سعودی بینک کا ڈرافٹ بنا کر ہندوستان یتیم خانہ روانہ کرنا ہوگا؟ یا یہ کہ ایک ہزار ہندوستانی سکے ریال میں تبدیل کر کر سعودی میں خیرات کرنا ہوگا؟ شاید سعودی میں غریب لوگ نہ ملیں۔  
(مصطفیٰ، بیدر)

(۱) "قال النبی ﷺ إذا أطعمت المرأة من بیت زوجها غیر مفسدة لها أجرها و له مثله و للخازن مثل ذلك، له بما کسب و لها بما أنفقت" عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا، (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۴۴۰، باب أجر المرأة إذا تصدقت أو أطعمت من بیت زوجها غیر مفسدة) محشی۔

جواب:- جہاں تک میرے علم میں ہے حرم میں جو ثواب بتایا گیا ہے، وہ نماز سے متعلق ہے، یعنی ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے ثواب کے برابر حاصل ہوگا، (۱) صدق اور دوسرے نیکیوں کے بارے میں غالباً ایسا ارشاد موجود نہیں، حدیث کی مشہور کتاب ”جمع الفوائد“ میں جس میں حدیث کی پندرہ اہم کتابوں کی احادیث کو امام محمد بن سلیمان مغربی (متوفی: ۱۰۹۰ھ) نے جمع کر دیا ہے، جو دس ہزار ایک سو اکتیس احادیث کا مجموعہ ہے، اہل علم کا خیال ہے کہ مسائل و فضائل سے متعلق قریب قریب تمام ہی معلوم و معتبر احادیث اس میں جمع ہو گئی ہیں، اس کتاب میں درج ذیل نمبرات کی حدیثیں مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ میں نماز کے خصوصی اور زیادہ اجر سے متعلق ہیں:

”حدیث نمبر: ۳۷۸۳، عن أبي هريرة ؓ، ۳۷۸۵،  
عن عبد الله بن زبير ؓ، ۳۷۸۷، عن عبد الله  
بن زبير ؓ، ۳۷۸۸، عن جابر ؓ، ۳۷۸۹، عن  
عائشة رضي الله تعالى عنها، ۳۷۹۰، عن أبي  
سعيد الخدري ؓ، ۳۷۹۱، عن أرقم ؓ، ۳۷۹۲،  
عن نس ؓ“

ان تمام روایتوں میں نماز کی فضیلت بہ صراحت موجود ہے، دوسرے نیکیوں کا ذکر نہیں۔

## بینک کی رقوم اموال ظاہرہ میں ہیں

سوال:- {1077} کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان

(۱) ”أن رسول الله ﷺ قال : صلاة في مسجدی أفضل من ألف صلاة فيما سواه إلا المسجد الحرام، و صلاة في المسجد الحرام أفضل من مائة ألف صلاة فيما سواه“ عن جابر ؓ، (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۱۴۰۶، باب ما جاء في فضل الصلاة في المسجد الحرام و مسجد النبي ﷺ) محشی۔

شرع متین درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ بینک میں جمع کی ہوئی رقم اموال ظاہرہ میں ہے؟ یا اموال باطنہ میں؟ اور کون سے مال اموال ظاہرہ میں شمار ہوں گے اور کون سے مال اموال باطنہ میں؟ (امتیاز عالم، پھلواری شریف، پٹنہ)

جواب:- فقہاء نے اموال کی دو قسمیں کی ہیں: ”اموال ظاہرہ“ اور ”اموال باطنہ“، موجودہ دور میں کون سے اموال ”اموال ظاہرہ“ میں شامل ہوں گے اور کون سے اموال ”اموال باطنہ“ میں، یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔

اموال ظاہرہ کی تعریف فقہاء نے ان الفاظ میں کی ہے، وہ مال جس کو حکومت حاصل کرے، یعنی چوپائے، کھیتی اور تجارت، اور اموال باطنہ کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ وہ مال جس کی وصولی حکومت کا حق نہ ہو، جیسے نقد و سکے وغیرہ، (۱) علامہ ابن عابدینؒ نے ”اموال ظاہرہ“ کا مصداق مویشی یعنی گائے، بکری اور اونٹ وغیرہ کو بتایا ہے اور اموال باطنہ سونا، چاندی اور اموال تجارت کو شمار کرایا ہے۔ (۲) نوٹ اور سکوں کے بارے میں جمہور فقہاء کی رائے ہے کہ وہ سونے اور چاندی کا متبادل ہے اور تعامل بھی، اسی طرح جاری ہے، گویا نوٹ اور سکے سونے اور چاندی کے بدل ہیں، لہذا اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی، اور اس کو سونے اور چاندی کے قائم مقام سمجھا جائے گا، اس پر ائمہ ثلاثہ کا اتفاق ہے سوائے حنابلہ کے، بعض لوگوں نے ان کی طرف زکوٰۃ واجب نہ ہونے کی نسبت کی ہے۔ (۳)

فقہاء کے یہاں سونے، چاندی کی طرح یہ نوٹ اور سکے بھی اموال باطنہ میں سے ہیں، جب کہ آج کے دور میں رقوم کی حفاظت کا ایک بالکل نیا نظام بینکنگ نظام کی صورت میں روبہ عمل

(۱) لغة الفقهاء: ص: ۳۹۷۔

(۲) رد المحتار: ۲/۳۸-۳۹۔

(۳) الفقه على المذاهب الأربعة: ۱/۶۰۵۔



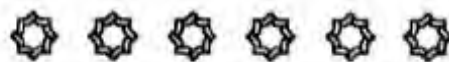
آچکا ہے، پس سوال یہ ہے کہ کیا موجودہ حالات میں بھی یہ نوٹ اور سکے اموال باطنہ میں شمار کئے جائیں گے، اور اس کی زکوٰۃ اپنے تئیں ادا کی جائے گی، یا ان کا شمار اموال ظاہرہ میں ہوگا، اور اس کو وصول کرنے کا حق بیت المال کو ہوگا؟

یہاں اس کو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ تقسیم کہ اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ بیت المال میں ادا کی جائے گی اور اموال باطنہ کی بطور خود ادا کی جائے، ابتداءً نہیں تھی، جیسا کہ شمس الائمہ نے تصریح کی ہے کہ اموال ظاہرہ اور اموال باطنہ ایک ہی درجہ میں تھے، حضور ﷺ کے زمانہ میں اور آپ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت تک عامل زکوٰۃ ہی زکوٰۃ وصول کرتا تھا، (۱) مگر ہر طرح کے مال کی زکوٰۃ وصول کرنے میں مشقت تھی اس لیے لوگوں کو اندرون خانہ دولت کی تلاشی لینی پڑتی اور نجی معاملات میں مداخلت کی نوبت آتی، اس لیے اموال ظاہرہ مویشی وغیرہ جن کی بابت تحقیق مشکل نہ تھی، زکوٰۃ وصول کرنے کا حق عاملین کو دیا گیا، اور اموال باطنہ کی زکوٰۃ کی ادائیگی خود مالکین کو سپرد کر دی گئی، اس سلسلہ میں علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں، جو خاص طور پر قابل مطالعہ ہے

”مال تجارت کی زکوٰۃ کے مطالبہ کا حق بھی سلطان کو ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ اس کی زکوٰۃ بھی وصول کرتے تھے، آپ ﷺ کے بعد حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دور تک بھی یہی معمول تھا، جب حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں مال کی زیادتی ہو گئی اور انہیں اس بات کا احساس ہوا کہ اموال زکوٰۃ کی جستجو میں ارباب مال کے لیے مزید ضرر و نقصان ہے، تو تقاضائے مصلحت سمجھا کہ اداء زکوٰۃ کی ذمہ داری خود ارباب مال کو سپرد کر دی جائے اور اس پر صحابہؓ کا اجماع ہو گیا، گویا کہ مال والے

امام کی جانب سے وکلاء ہو گئے، پس کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ انہوں نے فرمایا جس شخص پر دین ہو تو اسے چاہئے کہ صاحب مال اپنی زکوٰۃ خود ادا کرے اور بقیہ مال چھوڑ دے، گویا یہ اداء زکوٰۃ کا وکیل ہوا، پس اس کی وجہ سے امام کے زکوٰۃ وصول کرنے کا حق ختم نہیں ہوتا" (۱)

اس طرح غور کیا جائے کہ وہ اموال باطنہ جن کو تاجر ساتھ لے کر شہر کی چوکیوں سے گزرتا ہو، فقہاء نے ان کو اموال ظاہرہ کے حکم میں رکھ کر ان کی زکوٰۃ واجب قرار دی ہے، فی زمانہ بینکنگ نظام قائم ہے، جہاں لوگوں کے سرمائے کا بڑا حصہ محفوظ رکھا جاتا ہے، اور روپے کی مقدار کا پتہ لگانا آسان ہوتا ہے، اس کے لیے نہ خانہ تلاشی کی ضرورت پڑتی ہے، نہ نجی امور میں مداخلت کی، اس لیے وہ رقوم جو بینکوں میں جمع ہوں یا تجارت گاہوں میں مصروف ہوں، ان کا شمار اموال ظاہرہ میں ہونا چاہئے، اس لیے کہ جس علت کی بناء پر اسے اموال باطنہ میں شمار کیا گیا تھا، وہ علت ختم ہو چکی ہے، لہذا مسلم ممالک میں جہاں سرکاری طور پر زکوٰۃ کی وصولی کا نظام اور بیت المال قائم ہے سرکاری عاملین کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ مویشیوں اور کھیت کی پیداواروں کی طرح اموال تجارت اور بینک وغیرہ کی جمع دولت کی زکوٰۃ بھی وصول کیا کریں۔ ہذا ما عندی، واللہ اعلم بالصواب۔



## جانوروں کی زکوٰۃ

### بکریوں اور مرغیوں کی زکوٰۃ

سوال :- {1078} اگر کوئی شخص بکریوں یا مرغیوں کی تجارت کرتا ہو، تو کیا اسے مرغیوں اور بکریوں کی زکوٰۃ دینی ضروری ہے؟  
(سید حفیظ الرحمن، نظام آباد)

جواب :- تجارت جس چیز کی بھی کی جائے اس میں زکوٰۃ واجب ہے، اس لئے تجارت کی بکریوں اور مرغیوں میں زکوٰۃ واجب ہوگی، (۱) البتہ یہ وضاحت مناسب ہوگی کہ اگر کسی نے

(۱) "أما شروط وجوبها ... ومنها كون النصاب ناميا حقيقة بالتوالد و التناسل و التجارة ألخ" ( الفتاویٰ الهندیة : ۱/۱۷۴ )۔

"هي الراعية المكتفية بالرعى في أكثر العام لقصد الدر و النسل و الزيادة و السمن ، لكن في البدائع : لو أسامها للحم فلا زکوٰۃ فيها كما لو أسامها للجمل و الركوب ، و لو للتجارة ففيها زکوٰۃ التجارة" ( الدر المختار على هامش رد المحتار : ۱۹۷/۳ ، باب السائمة ) محش۔

بکریوں کا فارم قائم کیا ہو اور اس کی افزائش کرتا ہو، تب تو زکوٰۃ اس میں اس شرح سے واجب ہوگی جو جانوروں کے سلسلے میں مقرر کی گئی ہے، اور اگر خود بکریوں کی افزائش نہ کرتا ہو، بلکہ خرید و فرخت کرتا ہو تو اس میں زکوٰۃ مال تجارت کی شرح، یعنی ڈھائی فیصد کے حساب سے واجب ہوگی، خواہ یہ ڈھائی فیصد مرغیاں اور بکریاں ہی مستحقین کو دے دے، یا ان کی قیمت لگا کر قیمت میں سے ڈھائی فیصد ادا کر دے۔





## عشر کا بیان

### زرعی پیداوار میں عشر

سوال: - {1079} آج کل زراعی پیداوار میں عشر نکالنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا، اس سلسلہ میں بتائیں کہ کن پیداواروں میں عشر واجب ہوتا ہے؟ ہندوستان کی زمینوں کا کیا حکم ہے؟ اور بٹائی پر لگی ہوئی زمین کا عشر کس پر واجب ہوگا؟ — امید کہ عشر سے متعلق ضروری مسائل کی رہنمائی فرمائیں گے۔ (سید سیف اللہ، گلشن اقبال کالونی، حیدرآباد)

جواب: - (۱) زمین کی تمام پیداوار میں عشر واجب ہے، ایسی کاشت جس کی پیداوار انسانوں کے کھانے کے کام میں نہ آتی ہو یا ایسے درخت جن کے پھل نہ کھائے جاتے ہوں، لیکن معاشی نقطہ نظر سے ان کی کاشت کی جاتی ہو، جیسے گھاس اور بانس، پیپر منٹ، کیوڑہ وغیرہ، تو ان میں بھی عشر واجب ہوگا۔ (۱)

(۲) اس مقصد کے لیے روئی اور گلاب کے پودے لگائے جائیں تو ان کی فصل پر بھی عشر واجب ہے۔ (۱)

(۳) عشری زمینوں کے شہد میں بھی عشر واجب ہے، (۲) اگرچہ وہ تجارت کی غرض سے جمع کیا گیا ہو، البتہ اگر تجارت کی نیت سے خرید کیا ہو، تو پھر ڈھائی فیصد کے لحاظ سے زکوٰۃ واجب ہوگی۔

(۴) ہندوستان کی زمینوں کے بارے میں علماء کا خیال ہے کہ یہ عشری ہیں اور ان کی پیداوار میں عشر ادا کیا جانا چاہئے۔ (۳)

(۵) جو زمین بٹائی پر لگی ہو تو مالک زمین اور کاشت کار اپنے اپنے حصہ پیداوار کا عشر ادا کریں گے۔ (۴)

(۶) زمین کرائے پر لگائی گئی ہو، تو پیداوار اور پٹہ دار پر عشر واجب ہوگا۔ (۵)

(۷) پھل نکل آنے کے بعد اگر پیشگی عشر ادا کر دے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ (۶)

(۸) عشر نکالنے کے بعد ہی پیداوار استعمال کرنی چاہئے۔ (۷)

(۹) عشر واجب ہونے کے لیے پیداوار کا کوئی نصاب مقرر نہیں، کم و بیش جو بھی پیداوار

ہو عشر واجب ہوگا۔ (۸)

(۱) الفتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ الہندیہ: ۲/۲۷۶۔

(۲) دیکھئے: فتح القدیر: ۲/۱۹۱۔

(۳) کتاب العشر والركوة: ص: ۶۰-۱۰۹۔

(۴) بدائع الصنائع: ۲/۵۶۔

(۵) رد المحتار: ۲/۲۵۵۔

(۶) بدائع الصنائع: ۲/۶۵۔

(۷) الدر المختار علی ہامش رد المحتار: ۲/۲۵۳۔

(۸) الہدایۃ مع الفتح: ۳/۱۸۶۔

(۱۰) جو زمین پورے سال یا سال کے اکثر حصہ میں قدرتی پانی سے سیراب ہوتی ہو تو اس میں دسواں حصہ عشر ہوگا، اور جس زمین کو پورے سال یا سال کے اکثر حصہ اپنی محنت سے سیراب کرنا پڑتا ہو اس میں بیسواں حصہ واجب ہوگا۔ (۱)

(۱۱) کھیتی پر جو دوسرے اخراجات بل، بیل، مزدوری، نگرانی وغیرہ کے آئے ہوں وہ منہا نہیں کیے جائیں گے۔ (۲)

(۱۲) قرض اور دین بھی عشر سے منہا نہیں کیا جائے گا، کل پیداوار پر عشر واجب ہوگا۔ (۳)

## انگور میں زکوٰۃ

سوال: - {1080} کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ:

انگور کا باغ جس کے تین حصہ دار ہیں اور یہ باغ جس کو باؤلی کے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے، اس کی زکوٰۃ کس طرح واجب ہوگی، ہر حصہ دار پر اپنے حصہ کی زکوٰۃ ہوگی یا کل فصل پر زکوٰۃ واجب ہوگی، جب کہ اس میں ایک حصہ دار غیر مسلم بھی ہے، براہ کرم اس معاملہ میں رہنمائی فرمایا جائے تو مناسب ہے، گزشتہ سال کی نکلی ہوئی کچھ رقم اگر زائد نکل گئی ہو تو کیا اس رقم کو اس سال کی زکوٰۃ میں شامل کیا جاسکتا ہے؟

(منیر الحق، کولکتہ)

جواب: - اگر قدرتی پانی سے انگور سیراب نہیں کیا گیا، بلکہ باؤلی وغیرہ سے سیراب کیا

(۱) سنن ابن ماجہ: ۱/۱۳۰۔

(۲) بدائع الصنائع: ۲/۶۲۔

(۳) بدائع الصنائع: ۲/۵۷۔

گیا اور اس میں اخراجات ہوئے تو بیسواں حصہ یعنی پانچ فیصد زکوٰۃ نکالی جائے گی، (۱) زکوٰۃ ہر حصہ دار پر اپنے حصہ میں واجب ہوگی، گزشتہ سال اگر عشر میں کچھ زیادہ نکل گیا تو اس سال اس کا حساب زکوٰۃ میں نہیں کیا جائے گا، (۲) البتہ اگر کھیتی کے علاوہ کوئی اور سامان، نقد روپیہ، یا سونا چاندی وغیرہ تھا، اس کی زکوٰۃ اس طرح سے دیدی، تو اس کا شمار زکوٰۃ ہی میں ہوگا، اور اس سال زکوٰۃ نکالتے ہوئے اس کا حساب کیا جائے گا، (۳) غیر مسلموں پر عشر و زکوٰۃ واجب نہیں۔ واللہ أعلم بالصواب۔



(۱) "وماسقى بالدولاب والدالية ففيه نصف العشر" (الفتاوى الهندية: ۱/۱۸۶)

(۲) "فلو عجل قبل الزرع لايجوز" (الفتاوى الهندية: ۱/۱۸۶)

(۳) "ولو عجل ذو نصاب زكاته لسنين أو لنصب صح" (الدر المختار على

هامش رد المحتار: ۳/۲۲۰، باب زكاة الغنم) مخش۔



## صدقۃ الفطر کے احکام

### صدقۃ الفطر کا وجوب

سوال (۱): {1081} صدقۃ الفطر واجب ہے یا مستحب؟

قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیں۔ (نصر عالم، ورنگل)

جواب:۔ حضرت عبداللہ بن عمر بن العاصؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے مدینہ

کی گلی کو چوں میں اپنے منادی کے ذریعہ اعلان کرایا کہ صدقۃ الفطر ہر مسلمان پر واجب ہے، مرد

ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، بالغ ہو یا نابالغ، (۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بھی روایت

منقول ہے، (۲) حضرت ثعلبہؓ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے خلیفہ عید الاضحیٰ میں اس

کی ہدایت فرمائی، (۳) بلکہ سعید بن مسیبؓ اور عمر بن عبدالعزیزؓ کہا کرتے تھے کہ آیت قرآنی

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶، کتاب الزکوٰۃ، باب ماجاء فی

صدقۃ الفطر۔

(۲) حوالہ سابق

(۳) بدائع الصنائع: ۶۹/۲۔

﴿قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى﴾ (۱) میں ”تزکی“ سے یہی صدقۃ الفطر مراد ہے۔ (۲)

چنانچہ عام فقہاء نے صدقۃ الفطر کو زکوٰۃ ہی کی طرح فرض قرار دیا ہے، بلکہ ابن قدامہؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، (۳) البتہ چوں کہ اس کی فرضیت قرآن یا متواتر حدیث سے ثابت نہیں، اس لیے احناف اس کو واجب قرار دیتے ہیں، نہ کہ فرض، (۴) غرض صدقۃ الفطر کے ضروری ہونے پر تمام ہی فقہاء و محدثین کا اتفاق ہے۔

## ادائیگی کا وقت

سوال :- {1082} صدقۃ الفطر کب نکالا جائے؟ اگر

عید کے دن نہ نکال پائے تو کیا بعد میں ادا کرنا واجب ہے؟

(حمید اللہ، چٹائی)

جواب :- حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ عید کے دن نماز

کو جانے سے پہلے صدقۃ الفطر نکالنے کا حکم فرماتے تھے، (۵) اس بات کے مستحب ہونے پر

سبھوں کا اتفاق ہے، لیکن صدقۃ الفطر کتنا پہلے نکالا جاسکتا ہے؟ اس میں اختلاف ہے، امام

ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایک دو سال پہلے ادا کر دے تو بھی جائز ہے، (۶) حنابلہ کے یہاں ایک دو

روز پہلے اور شوافع کے یہاں رمضان المبارک شروع ہونے کے بعد ادا کیا جاسکتا ہے۔ (۷)

(۱) الأعلیٰ: ۱۳۔

(۲) المغنی: ۳۵۱/۲۔

(۳) حوالہ سابق

(۴) بدائع الصنائع: ۶۹/۲۔

(۵) ”أن رسول الله ﷺ كان يأمر بإخراج الزكاة قبل الغدو لصلاة يوم الفطر“

عن ابن عمرؓ (الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۶۷۷، کتاب الزکوٰۃ)

(۶) عمدة القاری: ۱۰۸/۹۔

(۷) المغنی: ۳۵۸/۲۔

اگر عید کا دن گزر گیا اور صدقہ ادا نہیں کیا تو صدقہ معاف نہیں ہوا، زندگی میں کبھی بھی ادا کر لے، (۱) البتہ جہاں تک ممکن ہو عجلت کرے۔

## فطرہ کن لوگوں پر واجب ہے؟

سوال :- {1083} فطرہ کن لوگوں پر واجب ہے اور

کن لوگوں کی طرف سے نکالنا چاہئے؟ کیا دو چار مہینہ کے بچے کا بھی فطرہ دینا پڑے گا؟ (حافظ محمد نصیر بن سالم، نزل)

جواب :- عاقل و بالغ مسلمان جو عید الفطر کے دن اپنی بنیادی ضروریات یعنی

رہائشی مکان، استعمال کے کپڑے، گاڑی وغیرہ کے علاوہ چھ سو بارہ گرام چاندی کی قیمت کا مالک ہو، اس پر صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے، (۲) اور اپنے بچوں کی طرف سے بھی، (۳) عید کی صبح جو بچے رہے ہوں ان کی طرف سے بھی صدقہ الفطر نکالنا واجب ہے، چاہے وہ چند گھنٹے ہی کے کیوں نہ ہوں۔

## مالدار ہونے کا معیار

سوال :- {1084} صدقہ الفطر کن لوگوں پر واجب

ہے؟ مالدار ہونے کا معیار کیا ہے؟ کسی کے ذمہ صدقہ الفطر واجب ہونے کے بعد اگر کسی وجہ سے اس کی جائداد برباد ہو جائے تو کیا اس پر صدقہ الفطر کا وجوب باقی رہتا ہے؟

(ام النساء پروین، فتح دروازہ، حیدرآباد)

(۱) بدائع الصنائع ۲/۶۹۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۹۱۔ محشی۔

(۳) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۹۲۔ محشی۔

جواب:- صدقۃ الفطر واجب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ شخص مسلمان ہو، البتہ بالغ اور صحیح العقل ہونا ضروری نہیں، نابالغ یا فاقر العقل ہو لیکن صاحب ثروت ہو تو اس کا ولی اس کے پیسوں سے اس کا صدقہ ادا کرے گا، (۱) ہاں مالدار ہو، مالدار ہونے کا معیار کیا ہوگا؟ اس میں فقہاء کی رائیں مختلف ہیں، اکثر فقہاء کا خیال ہے کہ جس کے پاس ایک دن و رات کی خوراک کے علاوہ اتنی مقدار موجود ہو کہ صدقۃ الفطر ادا کر سکے، اسے صدقہ ادا کرنا ہوگا (۲) حنفیہ کی رائے ہے کہ جس کے پاس بنیادی ضروریات (حوائج اصلیہ) رہائشی مکان، سامان خورد و نوش، استعمالی کپڑے کے علاوہ کرایہ کے مکانات، زمین، رکھے ہوئے کپڑے، فاضل اجناس، سونا، چاندی یا رقم اتنی مقدار میں ہو کہ ان کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کو پہنچ جائے تو ان پر صدقۃ الفطر واجب ہوگا، (۳) اگر بروقت صدقہ ادا نہیں کیا اور بعد کو محتاج ہو گیا تو صدقہ معاف نہیں ہوگا بلکہ اس کے ذمہ باقی رہے گا۔ (۴)

## بیوی کا صدقۃ الفطر کون نکالے گا؟

سوال:- {1085} صدقۃ الفطر کن کن لوگوں کی طرف

سے نکالنا ضروری ہے؟ یتیم بچوں کا صدقۃ الفطر کس پر واجب

(آفرین محمود، امیر پیٹ)

ہوتا ہے؟

جواب:- صدقۃ فطر ان تمام لوگوں کی طرف سے نکالنا ضروری ہے جو آدمی کے زیر پرورش ہوں اور اس پر اس کو پوری ”ولایت“ حاصل ہو، اس میں نابالغ محتاج لڑکے لڑکیاں دونوں داخل ہیں، صحیح العقل بالغ لڑکے، گو محتاج واپا بج ہوں، بے روزگار ہوں، باپ پر ان کا

(۱) بدائع الصنائع: ۶۹/۲۔

(۲) المغنی: ۳۵۹/۲۔

(۳) الفتاویٰ الہندیۃ: ۱۹۱/۱۔

(۴) بدائع الصنائع: ۶۹/۲۔



صدقہ نکالنا ضروری نہیں، یتیم پوتے پوتیوں اور نواسوں کا صدقہ بھی دادا، نانا کے ذمہ نہیں ہے، (۱) مگر بعض فقہاء نے باپ نہ ہو تو ان کو صدقہ فطر ادا کرنے کا ذمہ دار قرار دیا ہے، اس لیے احتیاط ان کی طرف سے بھی صدقہ ادا کرنے میں ہے، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے ہاں شوہر کو بیوی کا صدقہ نکالنا چاہیے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بیویاں اپنا صدقہ خود نکالیں گی، اس لیے کہ یہ بھی ایک طرح کی زکوٰۃ ہے اور عورتوں کو خود اپنی زکوٰۃ ادا کرنی ہوتی ہے، (۲) مگر میرا خیال ہے کہ ہندوستان کے موجودہ معاشرہ میں معاشی اعتبار سے زوجین جس طرح ایک دوسرے کی املاک میں تصرف کرتے ہیں اس کے تحت عام طور پر دونوں کی جائداد میں کوئی تشخص اور امتیاز نہیں رہتا، اس لیے ان حالات میں شوہروں کو بیویوں کی طرف سے بھی صدقہ الفطر ادا کر دینا چاہیے۔

## صدقہ الفطر کن پر اور کن کی طرف سے؟

سوال :- {1086} صدقہ الفطر کن پر واجب ہے اور کن لوگوں کی طرف سے صدقہ دینا ہے؟ گھر میں جو کام کرنے والے خادم اور خادمہ ہوتے ہیں، کیا ان کی طرف سے بھی فطرہ ادا کرنا ہوگا؟ (عبدالرشید، سکندر آباد)

جواب :- جن لوگوں کے پاس اپنی بنیادی ضروریات (جس میں قرض بھی داخل ہے) کے علاوہ ۶۱۲ گرام چاندی، یا اس کی قیمت کا کوئی سامان موجود ہو، ان پر صدقہ الفطر واجب ہے، زکوٰۃ اور صدقہ الفطر میں یہی فرق ہے کہ زکوٰۃ سونا، چاندی، روپے، مالی تجارت اور کچھ مخصوص اموال ہی میں واجب ہوتی ہے، کرایہ کے مکان، کرایہ کی گاڑی میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی، لیکن

(۱) بدائع الصنائع: ۲/۷۰-۷۱۔

(۲) المغنی: ۲/۵۹-۶۰۔

صدقۃ الفطر واجب ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں، رہائشی مکان کے علاوہ مکان، استعمالی گاڑی کے علاوہ گاڑی، ضرورت سے زیادہ ملبوسات اور ظروف وغیرہ اموال میں زکوٰۃ نہیں ہیں، لیکن اگر یہ ۶۱۲/گرام چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے تو صدقۃ الفطر واجب ہو جائے گا:

”تجب ... علی کل حر مسلم ... ذی نصاب

فاضل عن حاجتہ الأصلیۃ کدینہ وحوائج

عیالہ ، وإن لم ینم “ (۱)

صدقۃ الفطر اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے ادا کرنا واجب ہے، اگر بچے بالغ ہوں، لیکن فاطر العقل ہوں، تو ان کی طرف سے بھی فطرہ ادا کرنا واجب ہے، اگر بچے خود صاحب ثروت ہوں، تو ولی خود ان کے مال میں سے فطرہ ادا کر سکتا ہے، اور اگر وہ خود صاحب ثروت نہ ہوں تو ولی اپنے مال میں سے ادا کرے گا، بیوی اور بالغ صحیح العقل اولاد کی طرف سے فطرہ ادا کر دے تو استحساناً ادا ہو جائے گا، ”ولو أدى عنهما بلا إذن اجزأ استحساناً“ (۲)

زر خرید غلام جو خدمت کے لئے لیا جائے، اس کی جانب سے فطرہ ادا کرنا واجب ہے، موجودہ زمانہ میں جو خدام کام کرتے ہیں وہ غلام نہیں، بلکہ اجیر و مزدور ہیں، اس لئے ان کی طرف سے فطرہ ادا کرنا واجب نہیں، تاہم اگر احتیاطاً ادا کر ہی دیا جائے تو کچھ حرج نہیں، بلکہ باعث اجر ہے۔

## واجب ہونے کا وقت

سوال:- {1087} صدقۃ الفطر واجب ہونے کا وقت

کیا ہے؟ اگر بچہ عید الفطر کی رات پیدا ہو یا کسی کا اسی رات

(۱) رد المحتار: ۳/۳۱۳۔

(۲) الدر المختار علی هامش الرد: ۳/۳۱۷۔

انتقال ہو جائے تو صدقۃ الفطر واجب ہونے اور نہ ہونے میں  
کیا تفصیل ہے؟ (عبدالعزیز، سکندر آباد)

جواب:- صدقۃ الفطر واجب ہونے کے وقت میں بھی اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عید الفطر کی صبح صادق کے وقت جو موجود ہے اس کا صدقہ واجب ہوگا، رات میں بچہ پیدا ہو تو صدقۃ الفطر ادا کرے گا، رات میں انتقال ہو گیا تو اس کی طرف سے صدقہ ادا نہیں کرے گا، امام شافعیؒ نے اس کے لیے رمضان المبارک کی آخری تاریخ کے غروب آفتاب کے وقت کو معیار بنایا ہے، جو بچے اس وقت موجود رہے ہوں، ان کا صدقہ واجب ہے، اگر شب میں کسی کا انتقال ہو جائے تو ان کا صدقہ نکالا جائے، اور جو بچے رات میں پیدا ہوں، اس عید میں ان کا صدقۃ الفطر نہیں۔ (۱)

## صدقۃ الفطر کی مقدار

سوال:- {1088} اگر صدقۃ الفطر غلہ و اناج کے ذریعہ نکالنا ہو تو اس کی مقدار کیا ہونی چاہئے؟ اس سلسلہ میں کوئی اصول ہو تو اس کی طرف بھی رہنمائی فرمائیں۔  
(محمد سعادت، سعید آباد)

جواب:- کھجور، کشمش، جو یا گیهوں کے علاوہ کسی اور خوردنی شے کے ذریعہ صدقۃ الفطر نکالا جائے تو ایک ”صاع“ نکالنا ہوگا، حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ تھے تو ہم ایک صاع غلہ کے ذریعہ صدقۃ الفطر نکالا کرتے تھے، (۲) اس حدیث

(۱) ملخصاً: بدائع الصنائع ۴/۷۳۔

(۲) ”کننا نخرج زکوٰۃ الفطر إذا كان فينا رسول الله ﷺ صاعاً من طعام الخ“ عن أبي سعيد الخدريؓ، (الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۶۷۳، کتاب الزکوٰۃ، باب ما جاء فی صدقۃ الفطر) محشی۔

میں جو عموم ہے اس کے تحت مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کا خیال ہے کہ گیہوں سے بھی ایک صاع صدقۃ الفطر ادا کیا جائے گا، (۱) حنفیہ کی رائے ہے کہ گیہوں نصف صاع اور دوسری اشیاء ایک صاع نکالی جائیں گی، اس لیے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت میں ”دو مد“ گیہوں کو صدقہ قرار دیا گیا ہے، (۲) اور دو مد کا ماپ آدھا صاع ہوتا ہے، امام طحاوی نے بھی اسی مضمون کی حدیث ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی اور مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کے آثار بھی اسی کے مطابق نقل کیے ہیں، (۳) البتہ کھجور، کشمش، اور جو یا مینر (جن کا حدیث میں ذکر ملتا ہے) کے علاوہ جن اشیاء کے ذریعہ صدقہ نکالنا ہو، ان میں نصف صاع گیہوں کی قیمت کا لحاظ رکھا جائے، اور وہی قیمت یا اسی قیمت کا سامان صدقہ کیا جائے، (۴) گیہوں کے آٹا اور ستو میں بھی صدقہ کی مقدار نصف صاع ہے۔ (۵)

## فطرہ کی مقدار — حنفی اور شافعی نقطہ نظر

سوال: {1089} صدقۃ الفطر کی کیا مقدار ہے؟

مہربانی کر کے احناف کے ساتھ ساتھ شوافع کی رائے بھی بیان فرمائیں، کیونکہ حیدرآباد میں بہت سے لوگ شوافع مسلک کے بھی ہیں۔ (سالم بن علی، کنگ کوٹھی)

جواب: - حنفیہ کے نزدیک صدقۃ الفطر کی مقدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مروجہ اوزان کے اعتبار سے نصف صاع گیہوں ہے، نصف صاع گیہوں کی مقدار قدیم اوزان کے

(۱) بدائع الصنائع: ۲/۷۲۔

(۲) حوالہ سابق

(۳) شرح معانی الآثار، باب مقدار صدقۃ الفطر: ۱/۳۵۳-۳۵۲۔ مرتب۔

(۴) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۹۱۔

(۵) الدر المختار علی ہامش رد: ۲/۷۶۔



اعتبار سے مفتی محمد شفیعؒ نے ۱۳۶/ تولہ ۶/ ماشہ بتائی ہے، (۱) میں نے بعض ماہرین ریاضی و زیور فروش تاجروں سے ربط قائم کیا تو ان حضرات نے جدید مروجہ اوزان میں اس کی مقدار کچھ ملی گرام کم ایک کیلو پانچ سو نوے گرام بتائیں، اس لئے سمجھنا چاہئے کہ حنفیہ کی رائے پر ایک کیلو پانچ سو نوے گرام گیہوں، یا اس کی قیمت صدقۃ الفطر کے طور پر واجب ہے، شوافع کے نزدیک صدقۃ الفطر ایک صاع واجب ہے، اور ان کے نزدیک حجازی اوزان کے لحاظ سے صاع کی مقدار معتبر ہے، جدید اوزان میں یہ مقدار دو کیلو سات سو اکاون گرام ہوتی ہے، (۲) اور یہ بات ذہن میں رہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تو گیہوں یا اس کی قیمت دونوں دئے جاسکتے ہیں، لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک گیہوں ہی دینا واجب ہے، اس کی قیمت کا ادا کرنا کافی نہیں۔

گیہوں سے اوسط درجہ کا گیہوں مراد ہوتا ہے، جسے آدمی خود استعمال کرتا ہو، اور گیہوں کی قیمت میں کھلے بازار کی قیمت معتبر ہوگی، راشن کی قیمت کا اعتبار نہیں۔

## فطرہ کی مقدار موجودہ اوزان میں

سوال:- {1090} صدقۃ الفطر کی صحیح مقدار موجودہ

اوزان میں کیا ہے؟ اس سلسلہ میں تحقیقی جواب اور علماء ہند کی

آراء مطلوب ہے۔ (محمد عامر، ٹولی چوکی)

جواب:- ”صاع“ کی فقہاء نے دو قسمیں ذکر کی ہیں، عراقی اور حجازی، صاع

عراقی ۸ رطل اور حجازی ۳-۵ رطل کا ہوتا ہے، احناف کے یہاں ”صاع عراقی“ اور مالکیہ کے یہاں ”صاع حجازی“ کا اعتبار ہے، (۳) گرچہ اختلاف بہت سی کتابوں میں نقل کیا گیا ہے، مگر درحقیقت کوئی اختلاف نہیں اصل میں عراقی اور حجازی میں خود رطل کی مقدار میں فرق

(۱) جواہر الفقہ: ۱/ ۳۲۸۔

(۲) دیکھئے: الفقہ الاسلامی و أدلتہ: ۲/ ۹۱۱۔

(۳) رحمۃ الامة: ص: ۱۱۰۔

ہے، حجاز میں رطل ۳۱۰ استار کا ہوتا ہے، اور عراق میں ۲۰۰ استار کا ہوتا ہے، علامہ شامیؒ کا بیان ہے کہ اس لحاظ سے ان دونوں پیمانوں میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا (۱) پس صحیح یہی ہے کہ محض تعبیر کا فرق ہے، کوئی حقیقی فرق نہیں۔

علامہ شامیؒ نے درہم، مثقال، استار، اور مد کے ذریعہ صاع کی جو مقدار ہونی چاہئے، اس کی تعیین فرمائی ہے، (۲) درہم کے اعتبار سے ایک صاع کی مقدار ایک ہزار چالیس درہم ہوتی ہے، (۳) درہم کی مقدار متعین کرنے میں علماء ہند کے درمیان جو اختلاف رائے پایا جاتا ہے، اس کا ذکر اس سے پہلے چاندی اور سونے کے نصاب میں کیا جا چکا ہے، مولانا مونگیری، مولانا عبدالحی فرنگی محلی وغیرہ جن لوگوں نے چار جو کو ایک رتی مانا ہے، ان کے نزدیک صدقۃ الفطر کی مقدار یعنی آدھا صاع ۹۴ رتولہ ۹ ماشہ اور ۳۴ رتی قرار پاتا ہے۔ (۴)

مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے مثقال اور درہم کے لحاظ سے صاع کی تعیین کی ہے، مثقال کے اعتبار سے نصف صاع ایک سو پینتیس (۱۳۵) رتولہ اور درہم کے لحاظ سے ایک سو چھتیس (۱۳۶) رتولہ چھ ماشہ ہوتا ہے، (۵) اس طرح درہم کے لحاظ سے صدقۃ الفطر کے لیے گیہوں کی مقدار اسی رتولہ کے سیر سے ڈیڑھ سیر تین چھٹاں ڈیڑھ رتولہ ہوتی ہے، (۶) لیکن جیسا کہ نصاب زکوٰۃ کے سلسلہ میں گذر چکا ہے، یہ یا کسی حساب کو اس سلسلہ میں قطعی اور آخری قرار دینا صحیح نہ ہوگا، موجودہ دور کے علماء میں مفتی رشید احمد صاحبؒ نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ ”بسط الباع“ کے نام سے لکھا ہے اور مختلف پہلوؤں سے اس مسئلہ پر بحث کی ہے، مفتی صاحب کی

(۱) رد المحتار: ۷۶/۲۔

(۲) حوالہ سابق

(۳) حوالہ سابق

(۴) تحفة الصوفیة: ص: ۴۴۔

(۵) جواہر الفقہ: ۱/۲۲۶۔

(۶) حوالہ سابق: ۱/۴۲۷۔

تحقیق کے مطابق صاع کی مقدار مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی مقدار سے زیادہ ہوتی ہے، یعنی ایک سو بانوے (۱۹۲) تولے سے بھی کچھ زیادہ، اس طرح نصف صاع کی مقدار جدید اوزان میں اس طرح ہوتی ہے۔

مولانا فرنگی محلیؒ ۹۴ تولہ ۹ ماشہ ۴ رتی : ۱،۱۰۶ کلوگرام (۱)  
مفتی محمد شفیع صاحبؒ ۱۳۶ تولہ ۶ ماشہ (۲) : ۱،۵۹۰ کلوگرام (۳)  
مفتی رشید احمد صاحب ۱۹۲ تولہ سے زیادہ : ۲،۲۵ کلوگرام (۴)

ہندوستان کے اکثر ارباب افتاء کی رائے مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی رائے سے قریب ہے۔ (۴)

## صدقۃ الفطر نماز عید کے پہلے یا بعد؟

سوال:- {1091} عید کی نماز سے پہلے فطرہ دینا

افضل ہے یا نماز کے بعد؟ (سید حفیظ الرحمان، نظام آباد)

جواب:- فطرہ کا مقصد اپنے غریب بھائیوں کو عید کی خوشی میں شریک کرنا ہے، یہ

مقصد اس وقت حاصل ہو سکتا ہے، جب عید سے پہلے بلکہ رمضان المبارک ہی میں فطرہ ادا کر دیا جائے، اس لئے نہ صرف نماز عید بلکہ عید کے دن سے بھی پہلے صدقۃ الفطر ادا کر دینا افضل ہے،

(۱) تحفۃ الصوفیۃ: ص: ۴۴۔

(۲) جواہر الفقہ: ۱/۴۲۸، رسالہ ”اوزان شرعیہ“

(۳) راقم الحروف نے متعدد ماہرین ریاضی و زیور فروش تاجروں سے ربط قائم کیا، ان حضرات نے ۷۰۰، ۸۹-۵ اگرام بتایا، میں نے کسر کو پورا کر کے کل پانچ سو گرام لکھا ہے۔

(۴) احسن الفتاویٰ: ۴/۴۰۶۔

(۵) ملاحظہ ہو: فتاویٰ دارالعلوم: ۶/۳۲۴، (مفتی عزیز الرحمن عثمانی)، فتاویٰ رضویہ: ۴/۴۹۴، (مولانا

احمد رضا خاں صاحب) کفایت المفتی: ۴/۲۹۲، (مفتی کفایت اللہ صاحب)



اگر پہلے ادا نہ کر سکا ہو، تب بھی ذمہ میں واجب رہتا ہے، عید کے بعد ادا کر دینا ضروری ہے، البتہ ایسی صورت میں اجر کم ہوگا۔ (۱)

## عید اور رمضان المبارک سے پہلے صدقۃ الفطر

مولانا:- {1092} کیا صدقۃ الفطر عید کے دن سے

پہلے ہی دے سکتے ہیں، اور رمضان المبارک سے پہلے بھی ادا

کیا جاسکتا ہے؟ (خواجه معین الدین، پھول باغ)

جواب:- عید کے دن سے پہلے صدقۃ الفطر کی ادائیگی صحیح حدیثوں سے ثابت ہے،

سنن ابوداؤد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ (۲) اور بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت (۳)

اس سلسلہ میں صراحۃً موجود ہے، اس لئے اس پر توافق ہے کہ رمضان کے اندر صدقۃ الفطر ادا

کیا جاسکتا ہے، اس میں اختلاف ہے کہ رمضان المبارک سے پہلے ہی صدقۃ الفطر ادا کیا جاسکتا

ہے یا نہیں؟ حنفیہ سے دونوں طرح کے اقوال منقول ہیں، لیکن رائج یہ ہے کہ رمضان المبارک

سے پہلے بھی ادا کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ فقہاء نے لکھا ہے۔

تاہم رمضان شروع ہونے کے بعد ادا کرنا بہتر ہے، تاکہ متفقہ طور پر صدقۃ الفطر ادا

ہو جائے۔ واللہ اعلم۔

(۱) بدائع الصنائع: ۲/۱۹۹-محشی۔

(۲) "فرض رسول اللہ ﷺ زکوٰۃ الفطر طہرۃ للصیام من اللغو و الرفث و

طعمۃ للمساکین من أداها قبل الصلاة فهي زکاة مقبولة، و من أداها بعد الصلاة

فهي صدقة من الصدقات" عن ابن عباس رضی اللہ عنہ (سنن ابوداؤد، حدیث نمبر: ۱۶۰۹،

باب زکوٰۃ الفطر) نیز حدیث نمبر: ۱۵۰۹، باب فی تعجیل الزکوٰۃ، أبواب الزکوٰۃ، عن

علي رضی اللہ عنہ - محشی۔

(۳) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۵۰۳، باب الصدقة قبل العيد، أبواب صدقة

الفطر - محشی۔



## عید کے بعد صدقۃ الفطر

سوال :- {1093} زید کہتا ہے کہ عید کا دن گزرنے کے بعد عید کی نماز نہیں پڑھی جاسکتی، اسی طرح صدقۃ الفطر کا مقصد عید میں غریب مسلمانوں کو سہولت پہنچانا ہے، اس لئے عید کا دن گزرنے کے بعد اب صدقۃ الفطر واجب نہیں رہا، اور فطرہ ادا نہیں ہوگا۔ (حمید الدین، نلکنڈہ)

جواب :- زید کا یہ دعویٰ غلط ہے، صدقۃ الفطر مالدار مسلمانوں پر واجب ہے، اور اس کا مقصد غریبوں کی مدد کرنا ہے اور رمضان المبارک کو پانے کا شکر ادا کرنا ہے، جب تک اسے ادا نہ کر دیا جائے وہ اس کے ذمہ دین رہے گا، خود رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”جس نے نماز عید سے پہلے صدقۃ الفطر ادا کر دیا، تو صدقہ مقبول ہے، اور جس نے نماز عید کے بعد ادا کیا، تو یہ عام سادات میں سے ایک صدقہ ہے۔“

”ومن أداها بعد الصلاة فهي صدقة من الصدقات“ (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ عید کے بعد بھی صدقۃ فطر واجب ہی رہتا ہے، ادا کئے بغیر ساقط نہیں ہوتا، ہاں! عید سے پہلے صدقہ کرنے میں اجر زیادہ ہے اور عید کے بعد کم۔

## چاول سے صدقۃ الفطر

سوال :- {1094} اگر گیہوں کے بجائے چاول سے فطرہ ادا کرنا چاہیں تو ادا کر سکتے ہیں، اور کتنی مقدار ادا کرنا

ہوگا؟ کیا گیہوں ہی کی مقدار میں؟

(حشمت اللہ خاں، نور خاں بازار)

جواب:- چاول سے بھی صدقہ فطر ادا کیا جاسکتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے صدقہ الفطر میں کچھ خاص چیزوں کا ذکر فرمایا ہے، جن میں ایک گیہوں بھی ہے، آپ ﷺ نے جن چیزوں کا ذکر فرمایا، وہی صدقہ الفطر کے لئے معیار ہیں، لہذا فطرہ کے بقدر گیہوں میں جتنا چاول آسکتا ہے، اتنا چاول نکالنا واجب ہوگا، فقہاء نے یہی لکھا ہے:

”وجواز ماليس بمنصوص عليه لا يكون إلا

بالقيمة“ (۱)

اس حقیر کی رائے میں فی زمانہ پیسے یا کسی اور چیز کے بجائے گیہوں ہی سے صدقہ ادا کرنا بہتر ہے، کیونکہ جن خوردنی اشیاء کو رسول اللہ ﷺ نے صدقہ الفطر کے لئے معیار بنایا ہے، ان کی قیمتوں میں فی زمانہ بہت تفاوت ہو گیا ہے، چنانچہ جو رقم یا چاول گیہوں کے نصاب کے مطابق ہوگا وہی کھجور اور کشمش کے نصاب کے مقابل کافی کم ہوگا، اس طرح ایک نصاب کی رعایت ہو جائے گی، اور دوسرے نصاب کے لحاظ سے صدقہ الفطر پورا ادا نہیں ہو پائے گا، لہذا بعینہ گیہوں دیدینا بہتر ہے، تاکہ فطرہ کی ادائیگی میں کوئی شبہ باقی نہ رہے۔



## صدقہ فطر کے مصارف

### مصارفِ صدقہ

سوال :- {1095} صدقہ الفطر کے مصارف کیا ہیں؟  
کیا صدقہ الفطر میں بھی اجتماعی طور پر ادا کرنے کا حکم ہے؟  
(مبین الحق، ج۲ پور)

جواب :- جن لوگوں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے ان ہی کو صدقہ الفطر بھی دیا جاسکتا ہے، (۱) فرق صرف اتنا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے ہاں غیر مسلم (ذمی) کو بھی صدقہ الفطر ادا کیا جاسکتا ہے، دوسرے فقہاء کے ہاں نہیں دے سکتے (۲) صدقہ الفطر میں بھی تملیک یعنی مالک بنادینا ضروری ہے، ایسی تمام صورتیں کہ جن میں مالک بنانے کی صورت نہ پائی جاتی ہو صدقہ دینا اسی طرح درست نہ ہوگا، جیسے کہ زکوٰۃ، (۳) کم سے کم ایک آدمی کا صدقہ الفطر ایک آدمی کو دینا چاہئے،

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۹۳۔

(۲) المغنی: ۲/۳۶۵۔

(۳) بدائع الصنائع: ۲/۷۴۔

ایک صدقہ دو محتاجوں پر تقسیم کر دیا جائے، یہ بہتر نہیں، ہاں! ایک محتاج شخص کو ایک سے زیادہ صدقہ دیا جاسکتا ہے۔ (۱)

صدقۃ الفطر کی وصولی کے لیے بہتر ہے کہ مختلف علاقوں میں اجتماعی نظام قائم کیا جائے، ضرورت مندوں کا سروے کر کے ان تک پہنچایا جائے، مولانا عبدالصمد رحمائی نے چند روایات نقل کی ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اوائل اسلام میں بھی ایسا نظم ہوا کرتا تھا، مؤطاً امام محمد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

”دو تین دنوں پہلے وہ صدقۃ الفطر اس شخص کے پاس بھیج دیتے جو اس کو جمع کیا کرتے“ (۲)

ابن خزیمہ نے بھی نقل کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ جب عامل بیٹھتا، تو اس کے پاس صدقۃ الفطر جمع کر دیتے اور یہ عامل عید سے ایک دو دن قبل بیٹھتا، (۳) علامہ شامی نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو صدقہ جمع کرنے پر مامور فرما دیا تھا، (۴) پس معلوم ہوا کہ خود امیر تو اس کے لیے اپنے عامل نہ بھیجے گا، لیکن لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنا فطرہ بیت المال میں یا کسی اور نظم کے تحت اجتماعی طور پر جمع کریں۔

## کہاں صرف کیا جائے؟

سوال: - {1096} صدقۃ الفطر جس شہر میں نکالا

(۱) رد المحتار ۷۸/۲، بعض فقہاء نے اس بات کو واجب اور صدقہ ادا کرنے کے لیے شرط قرار دیا ہے کہ ایک محتاج کو کم سے کم ایک مکمل صدقہ دیا جائے، (دیکھئے: الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۱۹۳) اس لیے اس پر عمل کی کوشش کرنی چاہئے۔

(۲) المؤطاً لإمام محمد: ص: ۱۸۰، باب زکاة الفطر - محشی۔

(۳) ملاحظہ ہو: کتاب العشر و الزکوٰۃ: ص: ۲۳۰-۲۲۲۔

(۴) رد المحتار ۷۹/۲۔



جائے، کیا اسی شہر میں خرچ بھی کیا جانا چاہئے؟

(عبدالحمید، محبوب نگر)

جواب:- جس کی جانب سے صدقۃ الفطر نکالنا ہو، وہ جہاں اور جس شہر میں ہو وہیں صدقہ دینا بہتر ہے، اگر ایک شخص خود دور ہو، اور بال بچے گھر پر رہتے ہوں تو بچوں کا صدقہ وہاں ادا کرے جہاں وہ ہیں، اور اپنا صدقہ وہاں کے فقراء پر صرف کرنے جہاں وہ خود مقیم ہے، البتہ امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت ایسی بھی منقول ہے کہ وہ قرابت داروں تک صدقہ پہنچانے کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر صدقہ کی منتقلی میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ (۱)

## ملازمین اور غیر مسلموں کو صدقۃ الفطر

سوال:- {1097} صدقۃ الفطر کن لوگوں کو دیا جاسکتا

ہے؟ کیا گھر میں کام کاج کرنے والے ملازمین کو بھی فطرہ دیا جاسکتا ہے؟ جب کہ بعض اوقات غیر مسلم ملازمین بھی ہوتے ہیں۔ (شیخ احمد، گوکلنڈہ)

جواب:- جن لوگوں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، ان کو صدقۃ الفطر بھی دیا جاسکتا ہے، گھر میں کام کرنے والے خادم اور خادمائیں اگر اپنے فقر و احتیاج کے اعتبار سے مستحق ہوں تو ان کو بھی فطرہ دیا جاسکتا ہے، بلکہ ممکن ہے کہ اس میں زیادہ اجر ہو، زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر کے مصرف میں صرف یہ فرق ہے کہ زکوٰۃ مسلمانوں ہی کو دی جاسکتی ہے، غیر مسلم کو نہیں، اور صدقۃ الفطر غیر مسلم کو بھی دیا جاسکتا ہے۔

”و صدقۃ الفطر كالزکوۃ في المصارف و في كل

حال إلا في جواز الدفع إلى الذمی“ (۲)

(۱) بدائع الصنائع: ۵/۲۔

(۲) الدر المختار علی هامش الرد: ۳/۳۲۵۔

## ایک فطرہ کئی آدمیوں پر؟

سوال: - {1098} ایک شخص کے لئے اپنا پورا فطرہ

ایک ہی آدمی کو ادا کرنا واجب ہے، یا ایک فطرہ کئی لوگوں پر بھی تقسیم کیا جاسکتا ہے؟ (محمد شرف الدین، اکبر باغ)

جواب: - ایک آدمی اپنا مکمل فطرہ ایک ضرورت مند شخص کو دیدے، یہ صورت بالاتفاق

درست ہے، ایک آدمی اپنا صدقۃ الفطر ایک سے زیادہ لوگوں پر تقسیم کر دے، اس سلسلہ میں اختلاف ہے، بعض فقہاء نے اس کو نا درست قرار دیا ہے، لیکن اکثر فقہاء کے نزدیک یہ صورت بھی درست ہے، علامہ حسکفیؒ نے اس کو اکثر علماء کی رائے قرار دیا ہے، اور اسی کو ترجیح دی ہے، (۱) لیکن احتیاط بہر حال اسی میں ہے کہ ضرورت مند کو کم سے کم پورا ایک فطرہ دیا جائے، تاکہ وہ دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرنے سے بچ سکے، یہ اس حدیث کے بھی مطابق ہے، جس میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ ”أَغْنَوْهُمْ عَنْ طَوَافِ هَذَا الْيَوْمِ“ (۲) ”فقراء کو اس دن مختلف دروازے جانے سے بچاؤ“ اور یہ صورت متفق علیہ بھی ہے۔

## چند ضروری مسائل

سوال: - {1099} (الف) جو لوگ روزہ نہیں رکھ

پائیں، کیا ان پر بھی صدقۃ الفطر واجب ہے؟

(ب) اگر پورا مال ضائع ہو گیا، تو صدقہ کا کیا حکم ہے؟

(ج) کیا اولاد کی طرح والدین اور نابالغ بھائی بہن کا

بھی صدقہ نکالنا چاہئے؟

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار ۳/۳۲۳-محشی۔

(۲) بیہقی ۴/۲۹۲-محشی۔

(د) اگر کوئی شخص صدقۃ الفطر نہیں نکال پایا، تو اس کے

لیے کیا حکم ہے؟

(ه) فطرہ گیہوں سے نکالنا بہتر ہے یا قیمت سے؟ اور

قیمت میں کس جگہ کا اعتبار ہوگا؟ (حامد علی، دہلی)

جواب:- (الف) بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ جو لوگ روزہ رکھیں انہیں پر صدقۃ

الفطر واجب ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، صدقہ مستقل واجب ہے، عذر کی وجہ سے یا بلا عذر کوئی شخص روزہ نہ رکھ پائے، پھر بھی اس کو صدقہ ادا کرنا ہے۔ (۱)

(ب) اگر کسی انسان کا پورا مال ضائع ہو جائے تو زکوٰۃ واجب نہیں رہتی، مگر صدقہ

واجب رہتا ہے۔ (۲)

(ج) ماں باپ اور نابالغ بھائی بہنوں کا صدقہ نکالنا ضروری نہیں، گو وہ اس کے زیر

پرورش ہوں، نکال دے تو اجر ہے۔ (۳)

(د) کوئی شخص صدقہ نہ نکال پایا تو اس کی وصیت کرنی چاہئے، وصیت کر دے تو

متروکہ کے ایک تہائی سے وصیت پوری کی جائے گی، وصیت نہ کی تو بھی ورثہ کا صدقہ نکال دینا

بہتر ہے۔ (۴)

(ه) صدقۃ الفطر گیہوں کے ذریعہ نکالنا زیادہ بہتر ہے، (۵) قیمت کے ذریعہ فطرہ ادا کیا

جائے تو جہاں ادا کر رہا ہے وہاں کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ (۶)

(۱) رد المحتار: ۷۴/۲۔

(۲) بدائع الصنائع: ۷۵/۲۔

(۳) الفتاویٰ الہندیۃ: ۱۹۳/۱۔

(۴) حوالہ سابق

(۵) حوالہ سابق

(۶) رد المحتار: ۷۸/۲۔

بعض حضرات نے قیمت ادا کرنے کو افضل بتایا ہے، بعض نے عام حالات اور زمانہ قحط میں فرق کیا ہے، بعض نے خود گیہوں ادا کرنے کو، میں نے اس کو اس لیے ترجیح دیا ہے کہ اس میں حدیث پر بعینہ عمل بھی ہے اور اس میں احتیاط بھی ہے، قیمت گیہوں کے لحاظ سے لگائی جائے تو کھجور کے لحاظ سے نامکمل رہ جاتی ہے۔







# کتاب الفتاویٰ

تیسرا حصہ

کتاب الصوم

روزہ سے متعلق سوالات



## رؤیت ہلال

کیا دہلی کی رؤیت حیدرآباد کے لیے معتبر ہوگی؟

سوال:- {1100} دہلی میں چاند نظر آنے پر کیا سارے  
ہندوستان میں عید الفطر نہیں منائی جاسکتی؟ ہر سال رؤیت کی  
کچھ نہ کچھ گڑبڑ ضرور ہوا کرتی ہے، ایسے میں حیدرآباد کی  
رؤیت ہلال کمیٹی کو کیا فیصلہ کرنا چاہئے؟

(قاری، ایم، ایس خان، ملک پیٹ)

جواب:- آزادی سے پہلے اور آزادی کے بعد رؤیت ہلال کے موضوع پر علماء کی مختلف  
کانفرنسیں ہو چکی ہیں، اور قریب قریب ان سب کا فیصلہ یہی ہے کہ پورے ہندوستان کا مطلع ایک  
ہے اس لئے دہلی کی رؤیت حیدرآباد میں معتبر ہے، اور میری ذاتی رائے میں اگر دہلی میں شرعی  
طریقہ پر رؤیت ہلال کا ثبوت مل جاتا ہے، تو حیدرآباد کی رؤیت ہلال کمیٹی کو اسے قبول کرنا  
چاہئے، لیکن عام مسلمانوں کو چاہئے اپنی مقامی رؤیت ہلال کمیٹی کے اعلان پر عمل کریں، تاکہ  
انتشار کی صورت نہ پیدا ہو، اور دوسروں کو ہم پر مذاق اڑانے کا موقع نہ ملے، شرعی حکم بھی یہی



ہے۔ کیونکہ رویت ہلال کمیٹی کا جو دائرہ ہے، اس میں کمیٹی کا فیصلہ ہر شخص کے لئے واجب العمل ہے، اور اعلان سلطان کے درجہ میں ہے، اور ان حدود سے باہر کے لوگوں کے لئے محض ایک خبر اور اطلاع ہے، لہذا دہلی کی رویت ہلال کمیٹی کا اعلان حیدرآباد کے مسلمانوں کے لئے محض خبر ہے، اور مقامی رویت ہلال کمیٹی کا اعلان سلطان کے درجہ میں ہے، بہر حال ہر قیمت پر انتشار سے بچنا چاہئے، اور لوگوں کو شریعت پر ہنسنے کا موقع فراہم نہ کرنا چاہئے۔

## فون اور ٹی وی سے رویت ہلال کی خبر

سوال: - {1101} بعض علماء کی جانب سے ٹیلیفون اور ٹی وی کی خبروں کو غیر معتبر قرار دیا گیا ہے، اور بعض نے ایسی خبروں کو رویت ہلال میں معتبر مانا ہے، تو کیا ٹیلیفون کے ذریعہ خبر معتبر نہیں؟ جبکہ آج کل ٹیلیفون پر نکاح بھی ہوتا ہے، تو کیا ٹیلیفون پر نکاح کا ایجاب و قبول درست ہے؟

(اقبال احمد، کوہیر)

جواب: - اگر مطلع صاف ہو خواہ مسئلہ عید کے چاند کا ہو یا رمضان کا، رویت ثابت ہونے کے لئے خبر مستفیض یعنی اتنے لوگوں کی خبر مطلوب ہے کہ عادتہ ان کا جھوٹ پر متفق ہو جانا ناقابل تصور ہو، اور اگر مطلع ابراؤد ہو، اور مسئلہ رمضان کے چاند کا ہو تو ایک معتبر آدمی کی خبر چاند کے ثبوت کے لئے کافی ہے، گویا ان دونوں صورتوں میں چاند ثابت ہونے کا مدار خبر پر ہے، اگر مطلع ابراؤد ہو، اور مسئلہ عید کے چاند کا ہو تو دو آدمی کی گواہی سے چاند کی رویت ثابت ہوتی ہے، چاند کے ثبوت کے لئے حنفیہ کے یہاں یہ بنیادی اصول ہیں، نیز فقہاء کے یہاں یہ بات بھی متفق علیہ ہے کہ گواہی اسی وقت معتبر ہوگی جب کہ گواہ قاضی یا ذمہ دار کے سامنے گواہی دے، لیکن خبر کے معتبر ہونے کے لئے خبر دہندہ کا سامنے ہونا ضروری نہیں۔

رؤیت ہلال کی پہلی دونوں صورتوں میں چونکہ خبر مطلوب ہے، اور خبر غائبانہ بھی دی جاسکتی ہے، اس لئے اگر ان صورتوں میں ٹیلیفون پر خبر دی جائے اور اطمینان ہو جائے کہ خبر دہندہ اپنا جو تعارف کرا رہا ہے، وہ صحیح ہے، اور یہ شخص معتبر ہے تو ٹیلیفون کی ایسی خبروں کو قبول کیا جاسکتا ہے، تیسری صورت جس میں گواہی مطلوب ہے، اگر چاند دیکھنے والا خود فون پر گواہی دے کہ میں نے چاند دیکھا ہے، تو اس کا اعتبار نہیں، کیونکہ گواہی کے معتبر ہونے کے لئے قاضی یا ذمہ دار کی مجلس میں حاضر ہو کر گواہی دینا ضروری ہے، البتہ اگر کوئی مقامی ذمہ دار گواہان کے بیان کو سن کر اور ان کے بیان سے مطمئن ہو کر مرکزی ذمہ دار ادارہ کو فون پر اطلاع کرے تو یہ صورت جائز اور معتبر ہوگی، کیونکہ یہ فون پر گواہی نہیں بلکہ جو بات گواہوں کے بیانات سے ثابت ہو چکی ہے، اس کے بارے میں اطلاع دینا ہے۔

ٹی وی کی مبہم خبر جو کسی ذمہ دار شخصیت یا ادارہ کی طرف سے منسوب نہ ہو، جیسے کہا جائے کہ دلی اور پٹنہ میں چاند دیکھا گیا تو اس کا اعتبار نہیں، لیکن اگر کسی ذمہ دار ادارہ یا شخصیت کے حوالہ سے اعلان کیا جائے، تو اس کی حیثیت سلطان کے اعلان کی ہے، جو لوگ اس علاقہ کے ہوں، ان کے لئے اس اعلان پر عمل کرنا واجب ہے، جیسے حیدرآباد کا اعلان آندھرا پردیش کے لئے، لکھنؤ کا اتر پردیش اور پٹنہ کا بہار والوں کے لئے، دوسرے علاقہ کے لوگوں کے لئے اس کی حیثیت محض ایک خبر کی ہے، اگر وہاں کے ذمہ دار اس کو قبول کر لیں تو اس علاقہ کے عام مسلمانوں کے لئے بھی اس پر عمل کرنا واجب ہو جائے گا ورنہ نہیں۔

ٹیلیفون پر ایجاب و قبول درست نہیں، اس لئے کہ ایجاب و قبول ایک ہی مجلس میں ہونا ضروری ہے، البتہ یہ جائز ہے کہ ٹیلیفون پر کسی کو نکاح کا وکیل بنادیا جائے اور وہ اس کی جانب سے دوسرے فریق کے ساتھ ایجاب و قبول کر لے، جیسے: رشید، عشرت سے کہے کہ چونکہ میرے دوست عبدالحمید نے مجھے وکیل بنایا ہے کہ میں پانچ تولہ مہر کے عوض اس کا نکاح تم سے کر دوں، اس لئے میں اس کی طرف سے نکاح کی پیشکش کرتا ہوں، عشرت خود یا اس کا وکیل یا اس کا ولی

اس نکاح کو قبول کر لے، نکاح منعقد ہو جائے گا، یہ فون پر ایجاب و قبول نہیں، بلکہ فون پر نکاح کا وکیل بنانا ہے۔

## مطلع ایک ہونے کے باوجود چاند کا کہیں دیکھا جانا اور کہیں نہ دیکھا جانا

مولانا: {1102} اس سال شمالی ہند کے اکثر مقامات پر چاند دیکھا گیا، اور جنوبی ہند کی پوری پٹی میں چاند نظر نہیں آیا، حالانکہ آزادی سے پہلے بھی اور آزادی کے بعد بھی علماء ہند اس بات کا متفقہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ پورے ہندوستان بلکہ موجودہ پاکستان اور بنگلہ دیش کا بھی مطلع ایک ہی ہے، اس کے باوجود ایسا کیوں ہوا کہ ایک علاقہ میں رؤیت ہوئی اور دوسرے علاقے میں نہیں، کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ ان دونوں علاقوں کا مطلع الگ الگ ہے؟

(سید اشرف قادری، بیدر)

جواب: - فلکیاتی اعتبار سے چاند کا نظر آنے والی باتوں سے متعلق ہے، اول یہ کہ چاند کی پیدائش پر اتنے گھنٹے گزر چکے ہوں کہ وہ اپنی ذات کے اعتبار سے دیکھنے کے لائق ہو جائے، مہینے کی آخری تاریخوں میں جب چاند نظر نہیں آتا، اس کے بعد چاند کے طلوع ہونے کو فلکیات کی اصطلاح میں چاند کی پیدائش کہتے ہیں، اور چاند کے قابل دید ہونے کو ”بالغ“ ہونے سے تعبیر کیا جاتا ہے، گویا چاند نظر آنے کے لئے پہلی ضروری شرط یہ ہے کہ چاند اپنی پیدائش کے بعد بلوغ کو پہنچ جائے، دوسری چیز جس سے چاند کے نظر آنے کا تعلق ہے وہ سورج کا ڈوبنا اور اس کی کرنوں کا چھپ جانا ہے، چاند فلکیاتی اعتبار سے بالغ ہو گیا، لیکن سورج ابھی غروب نہیں ہوا ہے،

تو چاند نظر نہیں آ سکتا۔

اب فرض کیجئے کہ چاند اپنی پیدائش کے بعد شام کے پانچ بجے قابل دید ہوتا ہے، اور پانچ بج کر پچاس منٹ تک افق پر رہتا ہے، تو جتنے علاقوں کا مطلع ایک ہے وہاں پر چاند دیکھا جاسکے گا، لیکن سورج غروب ہونے کے وقت کے اعتبار سے کہیں زیادہ دیر تک نظر آئے گا، اور کہیں بہت مختصر وقت کے لئے، مثلاً: فرض کیجئے کہ دہلی میں اس روز آفتاب پانچ بجے ڈوبتا ہو، تو وہاں پچاس منٹ چاند دیکھا جاسکے گا، اور حیدرآباد میں اس روز پانچ پیتالیس پر سورج ڈوبتا ہو، تو پانچ ہی منٹ چاند نظر آئے گا، عام طور پر لوگ افطار کر کے بلکہ اکثر اوقات نماز مغرب ادا کر کے چاند دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں، اور اس میں بیس پچیس منٹ کا وقت لگ جاتا ہے، تو اگر حیدرآباد میں اس دن سورج اور چاند کے ڈوبنے کے درمیان پانچ ہی منٹ کا وقفہ ہو تو ہو سکتا ہے کہ اس دن چاند طلوع ہونے کے باوجود لوگ اس دن نہ دیکھ پائیں، پس جن علاقوں کا مطلع ایک ہو، وہاں چاند تو ایک ہی مطلع پر ہوتا ہے، لیکن یہ ممکن ہے کہ کہیں کافی دیر تک نظر آئے اور کہیں لمحہ دو لمحہ میں ڈوب جائے، اس لئے وہاں چاند دیکھا نہ جاسکے۔





## روزہ کے مفسداات و مکروہات

### روزہ دار کے حلق میں دھواں

سوال :- {1103} روزہ دار حضرات قرآن مجید کی تلاوت کریں اور تلاوت کے دوران اگر بتی جلا میں اور دھواں منہ اور ناک میں جائے، تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (عبدالحسن، ٹولی چوکی)

جواب :- اگر بتی کا دھواں منہ یا ناک میں نہیں لیا جائے، بلکہ دور رکھا جائے اور بلا ارادہ دھواں منہ یا ناک میں داخل ہو جائے، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر قصد دھواں لیا جائے، ناک سے کھینچا جائے، جیسا کہ عود وغیرہ کی دھونی لی جاتی ہے، تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (۱)

(۱) "دخل حلقه غبار أو دخان ولو ذاکراً استحساناً لعدم امکان التحرز عنه، ومفاده أنه لو ادخل حلقه الدخان أفطر أي دخان كان ولو عوداً أو عنبراً ولو ذاکراً لا مکان التحرز عنه" (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۳۶۶/۳ محشی۔)

## عورت کا اپنی اندام نہانی میں روئی کا پھاہار کھنا

سوال :- {1104} اگر عورت کے جسم کے اندرونی

حصہ میں روئی کے پھاہے کے ساتھ کوئی دوا افطار کے بعد رکھی

جائے اور روزہ کی حالت میں وہ برقرار رہے، تو کیا روزہ

درست ہو جائے گا۔ (شائستہ جبین، جگتیاں)

جواب :- اگر روزہ کی حالت میں دوا رکھی جائے، تب تو روزہ ٹوٹ جائے گا، فقہاء کے

یہاں اس کی صراحت موجود ہے، (۱) لیکن اگر پہلے سے دوا رکھی گئی ہو اور روزہ کی حالت میں

باقی رہے، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی شخص رات کے وقت غذا یا دوا

کھائے اور روزہ شروع ہونے کے بعد بھی وہ متذکرہ میں موجود رہے۔

## روزہ کی حالت میں دانت سے خون نکل آئے

سوال :- {1105} مجھے اکثر وضو میں کلی کرتے وقت

دانت سے خون نکلتا ہے، اگر روزہ کی حالت میں بھی اسی طرح

خون نکلے، تو روزہ رہے گا، یا ٹوٹ جائے گا؟

(محمد واحد، آصف نگر)

جواب :- روزہ کسی چیز کے جسم میں داخل ہونے سے ٹوٹتا ہے نہ کہ کسی چیز کے خارج

ہونے سے، لہذا خون نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، رسول اللہ ﷺ سے روزہ کی حالت میں پچھنا

لگوانا ثابت ہے، (۲) ”پچھنا“ سے مراد یہ ہے کہ نشتر لگا کر نکی کے ذریعہ جسم سے فاسد خون کھینچ

(۱) ”الاقطار فی اقبال النساء یفسد بلا خلاف و هو الصحیح“ (الفتاویٰ

الہندیہ: ۲۰۳/۱، نیز دیکھئے: الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۳/۳۶۹) مثنیٰ۔

(۲) ”أن النبی ﷺ احتجم و هو محرم و احتجم و هو صائم“ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما،

(صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۹۳۸، باب الحجامۃ و القیئ للصائم) مثنیٰ۔

لیا جاتا تھا، البتہ اگر دانت سے نکلنے والا خون حلق سے نیچے چلا جائے، تو اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ اگر خون کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اگر ذائقہ محسوس نہ ہو لیکن خون اور تھوک برابر ہو یا خون غالب ہو جب بھی روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر تھوک غالب ہو خون کی مقدار کم ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، مشہور فقیہ علامہ حسینیؒ فرماتے ہیں:

”أما إذا وصل فإن غلب الدم أو تساوى ففسد،

وإلا لا، إلا إذا وجد طعمه“ (۱)

## روزہ میں ٹی وی دیکھنا

سوال:- {1106} رمضان شریف میں روزہ کی

حالت میں وقت گزارنے کے لئے ٹی وی دیکھنے کا کیا حکم

ہے؟ (حکیم واسع موہانی، حیدرآباد)

جواب:- رمضان کا مقصد اصل میں تقویٰ کی تربیت ہے، یہ کیفیت اس وقت حاصل

ہوگی جب انسان کھانے پینے اور نفسانی خواہشات سے رکنے کے علاوہ زبان، کان اور نگاہ کی بھی

گناہوں سے حفاظت کرے، اسی لئے آپ ﷺ نے خاص طور پر روزہ کی حالت میں غیبت اور

جھوٹ وغیرہ سے اجتناب کی تلقین فرمائی ہے، (۲) ٹی وی میں ایک تو تصویریں آتی ہیں، اور

تصویروں کی حدیثوں میں سخت ممانعت آئی ہے، (۳) دوسرے فحش مناظر بکثرت آیا کرتے

ہیں، اور ظاہر ہے کہ ان کا دیکھنا سخت گناہ ہے، اس لئے یوں تو عام حالات میں بھی ٹی وی دیکھنے

سے اجتناب کرنا واجب ہے، لیکن روزہ کی حالت میں اس کا خصوصی اہتمام کرنا ضروری ہے۔

(۱) الدر المختار علی هامش الرد: ۳۶۸/۳۔

(۲) سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۲۳۶۲۔ محشی۔

(۳) ”قال النبي ﷺ: لا تدخل الملائكة بيتا فيه كلب ولا تصاویر“ عن أبي

طلحةؓ، (صحيح البخاري، حدیث نمبر: ۵۹۴۹، باب التصاویر، نیز دیکھئے: سنن

نسائی: ۳۰۰/۲) محشی۔

## روزہ میں منی خارج ہو جائے

سوال: - {1107} اگر روزہ کی حالت میں منی اور

منی خارج ہو جائے تو کیا روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

(معین احمد، مغلیہ پورہ)

جواب: - محض منی کے نکلنے سے (جو بوس و کنار کے موقع پر پیش آتا ہے) روزہ نہیں

ٹوٹے گا، اسی طرح اگر محض دیکھنے یا برے خیالات کے ہجوم کی وجہ سے انزال ہو جائے تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا:

”أو انزل بنظر إلى فرج امرأة لم يفسد أو فكر

وإن ادام النظر والفكر حتى انزل“ (۱)

## روزہ کی حالت میں ناخن کاٹے یا خون نکل آئے؟

سوال: - {1108} بعض لوگ کہتے ہیں کہ روزے کی

حالت میں ناخن نہیں نکالنا چاہئے، اور یہ کہ جسم کے کسی حصہ پر

زخم لگنے سے خون نکل آئے تو اس سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔

(محمد کلیم الدین موسیٰ، رام باغ)

جواب: - روزہ کی حالت میں ناخن نکالنے میں کچھ حرج نہیں، ہاں جس شخص پر غسل

واجب ہو اس کو غسل کرنے سے پہلے ناخن یا بال کا ثنا مکروہ ہے، (۲) روزہ کی حالت میں اگر

چوٹ لگ جائے، اور خون نکل آئے تو اس سے روزہ میں کراہت نہیں آتی۔

(۱) طحاوی: ص: ۳۶۱۔

(۲) ”حلق الشعر حالة الجنابة مکروہ و کذا قص الأظافر“ (الفتاویٰ الہندیہ:

۳۵۸/۵، الباب التاسع عشر في الختان و الخصاء و قلم الأظفار الخ، کتاب

الکراہیۃ) محشی۔



## روزہ کی حالت میں بال، ناخن

### کاٹنا اور مسواک و سرمہ کا استعمال

سوال :- {1109} کیا روزہ کی حالت میں بال کٹوانا،

ناخن کاٹنا، سرمہ لگانا، مسواک کرنا درست ہے، یا اس سے روزہ  
مکروہ ہوتا ہے؟ (باصط عظیم صدیقی، ظہیر آباد)

جواب :- ایسے افعال جن کا اثر جسم کے ظاہری سطح تک محدود رہتا ہے، روزہ پر ان کا  
کوئی اثر نہیں ہوتا، بال کٹوانا، اور ناخن کاٹنا ایسی صورتوں ہی میں داخل ہے، مسواک کرنے میں  
بھی کوئی قباحت نہیں، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک روزہ دار کسی بھی وقت مسواک کر سکتا ہے، (۱)  
حضرت عامر بن ربیعہؓ سے مروی ہے کہ میں نے روزہ کی حالت میں بے شمار دفعہ رسول  
اللہ ﷺ کو مسواک کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (۲)

البتہ ائمہ اربعہ میں امام شافعیؒ کے نزدیک زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے، کیونکہ  
روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور مسواک سے یہ بدبو دور ہو جاتی ہے، (۳) امام ابو  
حنیفہؒ اور دوسرے فقہاء کا نقطہ نظر یہ ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو سے وہ بومراد ہے جو معدہ کے  
خالی ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے، نہ کہ وہ بوجود انتوں کے صاف نہ ہونے سے پیدا ہوتی ہے، خواہ  
کتنا بھی مسواک کیا جائے خلومعدہ کی وجہ سے پیدا ہونے والی بو بہر حال باقی رہے گی اور یہی بو  
بارگاہ ربانی میں مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

(۱) "لا بأس بالسواك الرطب واليابس في الغداة والعشي عندنا" (الفتاویٰ

الہندیہ: ۱/۱۹۹، الباب الثالث فیما یکرہ للصائم وما لا یکرہ) محشی۔

(۲) سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۲۳۶۴۔ محشی۔

(۳) کتاب الفقہ ۱/۵۱۹۔ محشی۔

روزہ کی حالت میں سرمہ لگانا بھی حدیث سے ثابت ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

سے مروی ہے کہ:

”ایک صاحب خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض

کیا کہ میری آنکھ میں تکلیف ہے، کیا میں روزہ کی حالت

میں سرمہ لگا سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں“ (۱)

اسی لئے احناف اور اکثر فقہاء کے نزدیک روز کی حالت میں سرمہ لگانا درست ہے۔

## روزہ میں کن باتوں سے پرہیز ضروری ہے؟

سوال:- {1110} روزہ میں کن کن باتوں سے

پرہیز کرنا ضروری ہے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- روزہ میں تین طرح کی باتوں سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہئے:

اول: یہ کہ جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، جیسے: کھانا پینا، بیوی سے ہمبستری وغیرہ۔

دوسرے: ان چیزوں سے بچنا چاہئے جن سے روزہ ٹوٹتا تو نہیں، لیکن روزہ کی حالت

میں ان کا کرنا مکروہ ہے، جیسے: کھانے کی چیز کا صرف ذائقہ چکھنا، اسے صرف چبا کر پھینک دینا،

بیوی کے ساتھ ایسا عمل کرنا کہ بے قابو ہو جانے کا اندیشہ ہو، منہ میں خاص طور سے تھوک جمع کرنا

اور پھر اسے نگل جانا، ایسے افعال کا مرتکب ہونا کہ جس سے بہت زیادہ کمزوری ہو جاتی ہے اور

اندیشہ ہے کہ تاب نہ لا کر روزہ توڑ دے گا۔ (۲)

تیسرے وہ باتیں جو روزہ میں آداب کے درجہ میں ہیں، اگر ان کا لحاظ نہ کیا جائے تو

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۷۲۶۔

(۲) طحطاوی علی مراقی الفلاح: ص: ۳۷۱۔

قانونی اعتبار سے تو روزہ ہو جائے گا، لیکن اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں روزہ مقبول نہ ہو، اور اس پر اجر و ثواب حاصل نہ ہو سکے، جیسے: روزہ کی حالت میں جھوٹ بولنا، یا غیبت کرنا وغیرہ کہ اس سے جھوٹ اور غیبت کا گناہ تو ہوگا ہی، اندیشہ ہے کہ روزہ بھی اللہ کے یہاں مقبول نہ ہو۔

## روزہ کی نیت

سوال:- {1111} ماہ رمضان میں علماء اور عوام روزہ

کی نیت اس طرح کرتے ہیں: ”نویت أن أصوم غذا لله تعالى من صوم رمضان“ حالانکہ یہ نیت اسی دن کے روزہ کی ہوتی ہے، نہ کہ اگلے دن کے روزہ کی، کیا نیت کے یہ الفاظ حدیث سے ثابت ہیں؟ اگر نہیں تو حدیث سے جو الفاظ ثابت ہوں وہ تحریر کریں۔

(سید حسین بن عثمان جیلانی، نواب صاحب کلمہ)

جواب:- نیت دل کے ارادہ کا نام ہے نہ کہ زبان سے کہے ہوئے الفاظ کا، زبان سے مزید اطمینان اور ذہن کے استحضار کے لئے نیت کے الفاظ کہے جاتے ہیں، مثلاً: روزہ رکھنے کے ارادہ سے سحری کھانا خود نیت ہے، نیت کے الفاظ قرآن یا حدیث میں منقول نہیں ہیں، رہ گئی یہ بات کہ ”غدا“ کے معنی کل کے ہیں، جب کہ قمری تاریخ غروب آفتاب سے بدلتی ہے، اور اس اعتبار سے صبح میں رکھا جانے والا روزہ ”آج“ ہی کا روزہ ہے، نیز بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ صبح کے بعد نیت کی، تو عربی زبان سے ناواقفیت کی وجہ سے ”یوم“ (آج) کے بجائے ”غدا“ (کل) کا لفظ لوگ استعمال کرتے ہیں، تو اس سے نیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، کیونکہ عرف میں صبح کے طلوع ہونے سے آج اور کل کی تعبیر بدلتی ہے، اس لئے رات میں یہ کہنا کہ میں کل کے روزہ کی نیت کرتا ہوں، اسی صبح کے بارے میں نیت ہے، نیز نیت تو آج ہی روزہ رکھنے کی ہو، لیکن

ناواقفیت کی وجہ سے لفظ ”غدا“ (کل) کا استعمال کر لے تو اس سے بھی روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، کیونکہ اعتبارِ ذل کے ارادہ کا ہے، اگر زبان سے الفاظ غلط بول دئے جائیں پھر بھی نیت ہی کا اعتبار ہوتا ہے، جیسے کوئی شخص ظہر کے ارادہ سے نماز پڑھ رہا ہے، لیکن غلطی سے زبان سے عصر کی نماز کی نیت کا اظہار کر لے تو یہ ظہر ہی کی نیت سمجھی جائے گی، نہ کہ عصر کی۔

## روزہ میں مسواک اور سرمہ وغیرہ

سوال:- {1112} مجھے پہلے دہے میں رمضان

المبارک میں ناندیڑ جانے کا اتفاق ہوا، وہاں مسجد میں ماہِ صیام کی تقویم کی تقسیم عمل میں آئی، جو ناندیڑ ہی کے ایک مدرسہ کی شائع کی ہوئی ہے، اس تقویم میں لکھا ہے کہ ان چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا: مسواک کرنا، سرمہ لگانا، آنکھ میں دوا ڈالنا، بھول کر کھانا پینا اور جماع کرنا، مجھے بڑی تشویش ہے کہ یہ کہاں تک صحیح ہے؟ (ایم، اے، حسینی، صلالہ اسکول، بارکس)

جواب:- آپ نے جو بات پڑھی ہے وہ درست ہے، مسواک چاہے خشک ہو یا تر، اور صبح میں کی جائے یا دوپہر میں، کوئی حرج نہیں:

”لا بأس بالسواك الرطب واليابس والغداة والعشي عندنا“ (۱)

سرمہ لگانا بھی بلا کراہت جائز ہے، (۲) روزہ کی حالت میں اس کا جائز ہونا حدیث سے بھی ثابت ہے، (۳) احناف کے نزدیک روزہ کی حالت میں آنکھ میں دوا ڈالی جائے تو

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۱۹۹۔

(۲) حوالہ سابق۔ نیز دیکھئے: الہدایۃ: ۱/۹۷، کتاب الفقہ: ۱/۵۱۷۔ محشی۔

(۳) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۷۲۲۔ محشی۔



روزہ نہیں ٹوٹتا، (۱) بھول کر کھانے پینے یا جماع کرنے سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا، (۲) حدیث سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ بھول کر کھانا پینا روزہ کے لئے باعث فساد نہیں۔ (۳)

## روزہ کی حالت میں بوس و کنار

سوال :- {1113} کیا روزہ کی حالت میں کوئی شخص اپنی شریک حیات سے بوس و کنار کر سکتا ہے؟

(امین اسلام، دبیر پورہ)

جواب :- رسول اللہ ﷺ سے روزہ کی حالت میں ازواج مطہرات کا بوسہ لینا ثابت ہے (۴) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ

”ایک صاحب نے رسول اللہ ﷺ سے روزہ کی حالت میں بیوی کے ساتھ چمنے کے بارے میں سوال کیا، تو آپ ﷺ نے اسے اجازت دیدی، دوسرے صاحب آئے انہوں نے بھی یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے ان کو منع فرمادیا، جن صاحب کو آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرمائی وہ سن رسیدہ آدمی تھے، اور جن کو منع فرمایا وہ جوان تھے“ (۵)

اس بنیاد پر فقہاء نے لکھا ہے کہ جو شخص اپنے نفس کے بارے میں مطمئن ہو کہ وہ بوس و کنار ہی پر قانع رہ سکتا ہے، تو اس کے لئے روزہ کی حالت میں اس کی گنجائش ہے، اور جس شخص کو

(۱) الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۲۰۳۔

(۲) حوالہ سابق: ۱/۲۰۲۔

(۳) البحر الرائق: ۲/۴۸۳۔ محشی۔

(۴) مسند أحمد بن حنبل: ۶/۱۳، ۲۳۴۔ محشی۔

(۵) سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۲۲۸۷۔ محشی۔

اس کے بارے میں اطمینان نہ ہو، اس کے لئے روزہ کی حالت میں بوس و کنار مکروہ ہے:

”کرہ قبلۃ ومس ومعانقہ... إن لم یأمن

المفسد وإن أمن لا بأس“ (۱)

عام طور پر سن رسیدہ حضرات کے بارے میں امید ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ پر قابو رکھ سکیں

گے، اور نوجوان کے بارے میں روزہ ٹوٹ جانے کا اندیشہ رہتا ہے، اس لئے اس کی رعایت ملحوظ رکھنا مناسب ہے۔

## روزہ میں قئے

سوال: {1114} اگر روزہ کی حالت میں قئے یا منہ

بھر کر پانی آجائے، تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟

(سید حفیظ الرحمان، نظام آباد)

جواب: - اگر بلا ارادہ از خود منہ بھر کر قئے آجائے، یا پانی آجائے جو قئے ہی کی ایک

صورت ہے، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ہاں اگر انسان قصداً قئے کو نگل جائے، یا جان بوجھ کر

قئے کرے اور وہ منہ بھر ہو، تو اس صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (۲)

## روزہ میں انجکشن اور گلوکوز

سوال: {1115} کیا روزہ کی حالت میں انجکشن لیا

جاسکتا ہے؟ اور گلوکوز چڑھایا جاسکتا ہے: جبکہ انجکشن اور گلوکوز کا

اثر انسان کے معدہ تک بھی پہنچتا ہے؟ (علاء الدین، تنالی)

جواب: - اصل میں قرآن و حدیث میں جس چیز سے روزہ کی حالت میں منع کیا گیا

(۱) بدائع الصنائع: ۲/۲۶۹-محشی۔

(۲) دیکھئے: الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۲۰۳۔

ہے وہ کھانا اور پینا ہے، جب انسان کوئی چیز کھاتا، پیتا ہے تو حلق کے فطری راستہ سے یہ چیز انسان کے معدہ تک پہنچتی ہے، فقہاء نے بطور احتیاط کھانے اور پینے پر ایسی تمام صورتوں کو قیاس کیا ہے، جس میں کوئی چیز انسان کے پیٹ یا دماغ تک براہ راست پہنچائی جائے، اسی لئے ایسے زخم جو پیٹ اور سر میں ہوں، اور معدہ اور دماغ تک زخم کے ذریعہ راستہ بن گیا ہو، ان میں دوا ڈالنے کو روزہ ٹوٹ جانے کا باعث قرار دیا گیا، کیونکہ اس طرح دوا براہ راست دماغ اور معدہ تک پہنچ جاتی ہے، ایسے زخم کو ”آمة“ اور ”جائفہ“ کہتے ہیں۔ (۱)

اب غور کیجئے تو انجکشن اور گلوکوز کے ذریعہ معدے تک کوئی چیز براہ راست نہیں پہنچتی، بلکہ دوائیں رگوں میں پہنچتی ہیں، اور رگوں کے ذریعہ پورے جسم میں پھیل جاتی ہیں، اسی لئے انجکشن اور گلوکوز کو دوا کھانا یا پینا نہیں کہا جاتا، اس لئے انجکشن اور گلوکوز کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، روزہ اصل شئی کے پہنچنے سے ٹوٹتا ہے، نہ کہ کسی شئی کا اثر پہنچنے کی وجہ سے، غور کیجئے کہ پانی پینے سے روزہ ٹوٹ جائیگا، لیکن روزے کی حالت میں ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کیا جائے، یا حلق خشک ہو رہا ہو، تھوک تک نہیں آ رہا ہو، اور تراوٹ پیدا کرنے کے لئے کلی کی جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، کیونکہ حلق میں پانی نہیں پہنچا ہے، بلکہ پانی کا اثر پہنچا ہے۔

البتہ میرا خیال ہے کہ جس شخص کو بیماری کی وجہ سے گلوکوز چڑھانا ضروری نہ ہو، محض تقویت کے لئے روزہ کی حالت میں گلوکوز چڑھانا ایک درجہ کی کراہت سے خالی نہیں، کیونکہ روزہ کا رکن اپنے آپ کو غذا سے محروم رکھنا ہے، اور گلوکوز چونکہ غذا کی ضرورت ہی کو پورا کرتا ہے، اس لئے گلوکوز چڑھانا گویا جسم کی غذائی ضرورت کو پورا کر دیتا ہے، اس لئے محض تقویت کے لئے روزہ کی حالت میں گلوکوز چڑھانے سے بچنا چاہئے۔

**روزہ میں تیل، سرمہ اور خوشبو**

سوال: {1116} (الف) کیا روزہ کی حالت میں

(۱) الهدایۃ: ۲۰۰/۱- محشی۔

سر پر تیل لگا سکتے ہیں؟

(ب) کیا خوشبو اور سرمہ لگا سکتے ہیں؟

(ج) کیا روزہ کی حالت میں غسل کر سکتے ہیں؟

(محمد نصیر خاں، بیگم پیٹ)

جواب:- (الف) روزہ ایسی چیزوں سے ٹوٹتا ہے جو فطری راستہ سے جسم کے اندر پہنچتی ہوں، تیل اولاً تو دماغ کے اندر نہیں جاتا اور اگر اس کا کچھ اثر جاتا ہو تو وہ بالوں کے مسامات کے ذریعہ کھوپڑی کی ہڈیوں تک پہنچتا ہے، اس لئے روزہ کی حالت میں سر میں یا جسم میں تیل لگانے میں کوئی حرج نہیں۔

(ب) خوشبو سونگھنے میں بعینہ خوشبودار چیز جسم کے اندر داخل نہیں ہوتی بلکہ اس کے لطیف اثرات جسم میں داخل ہوتے ہیں، اس لئے اس کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، بلکہ رسول اللہ ﷺ نے روزہ داروں کی میزبانی کا طریقہ یہی بتایا ہے کہ انہیں خوشبو پیش کی جائے، (۱) روزہ کی حالت میں سرمہ لگانے کی اجازت بھی حدیث سے ثابت ہے، (۲) اس لئے سرمہ لگانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

(ج) روزہ کی حالت میں زوال سے پہلے بھی اور زوال کے بعد بھی غسل کیا جاسکتا ہے،

یہی امام ابو حنیفہؒ اور اکثر فقہاء کی رائے ہے، اور حدیث سے بھی ثابت ہے۔ (۳)

**روزہ میں دمہ کے مریض کا انہیلر استعمال کرنا**

سوال:- {1117} زید کی عمر ۷۶ برس ہے، دمہ کا

(۱) "تحفة الصائم الزائر أن تغلف لحيته ، و تجمر ثيابه و يذرر ، و تحفة المرأة الصائمة أن تمشط رأسها و تجمر ثيابها و تذرر" (سلسلة الأحاديث الضعيفة: ۲۷۴/۳، حدیث نمبر: ۱۷۸۹) محشی۔

(۲) الجامع الترمذی، حدیث نمبر: ۷۲۲۔ محشی۔

(۳) بدائع الصنائع: ۲۷۰/۲۔ محشی۔



شدید مریض ہے، دن میں تین مرتبہ انہیلر لینے کی ضرورت پیش آتی ہے، رمضان المبارک کی آمد سے پہلے بہت کوشش کی کہ دن میں دو مرتبہ پر اکتفا کروں، لیکن بجائے فائدہ کے نقصان ہو گیا، اور ڈاکٹر نے کہا کہ آپ دو کے بجائے چار دفعہ لیا کریں، ایسی حالت میں میرے لئے روزہ کا کیا حکم ہے؟

(محمد عزیز الدین، حسینی علم)

ایک شخص کو دمہ کی شکایت ہے، انہیلر دینے سے پھیپھڑوں کو سکون ملتا ہے، گیس اندر جا کر پھیپھڑوں کو کھولتی ہے، ہر دو گھنٹہ پر انہیلر لینا پڑتا ہے، یہ ناک کے ذریعہ بھی لی جاسکتی ہے، تو کیا روزہ کی حالت میں انہیلر لیا جاسکتا ہے؟

(عبداللہ صدیقی، مقام غیر مذکور)

ہول:۔ انہیلر کے ذریعہ دواء کے اجزاء حلق کے نیچے پہنچتے ہیں، یا یہ گیس میں تبدیل ہو کر حلق سے نیچے جاتی ہے، اس سلسلہ میں مجھے کما حقہ تحقیق نہیں ہے، اور بعض ڈاکٹروں سے گفتگو پر بھی یہ بات واضح نہیں ہو سکی، اس لئے راقم الحروف یہ رائے دیا کرتا ہے کہ انہیلر لیتے ہوئے روزہ رکھ لیا جائے، کہ اپنی طاقت و صلاحیت کے مطابق حکم خداوندی کی اطاعت ہو جائے، اور جو لوگ صاحب استطاعت ہوں وہ فدیہ بھی ادا کر دیں، کہ اگر روزہ کافی نہ ہو، تو فدیہ سے اس کمی کی تلافی ہو جائے، جیسے منہ کے راستہ سے کسی چیز کا حلق سے نیچے پہنچانا روزہ کو توڑ دیتا ہے، اسی طرح ناک کے ذریعہ بھی کسی چیز کا پہنچانا روزہ کے لئے مفسد ہے، اس لئے انہیلر کی دونوں صورتوں کا حکم ایک ہی ہے۔ واللہ اعلم

روزہ میں انہیلر اور انجکشن

سوال:۔ {1118} میں دمہ کا مریض ہوں، کیا روزہ

کی حالت میں انہیلر کا استعمال کر سکتے ہیں، اور کیا انجکشن لے سکتے ہیں؟ انہیلر منہ میں رکھ کر دبانے سے دوا گیس کے طور پر راست پھیپھڑوں میں چلی جاتی ہے، اور چند لمحوں میں آرام ہو جاتا ہے۔ (شیخ عابد علی، کوہیر)

جواب:- روزہ کی حالت میں ایسا انجکشن لینے میں کوئی حرج نہیں جس کی دوا براہ راست معدہ میں نہیں پہنچتی، بلکہ رگوں یا گوشت کے واسطے سے جسم کے اندر داخل ہوتی ہے، انہیلر کے بارے میں مجھے جہاں تک علم ہے اس میں دوا سیال صورت میں موجود ہوتی ہے، حلق میں اس دوا کا ذائقہ بھی محسوس ہوتا ہے، ممکن ہے کہ پھیپھڑے میں پہنچ کر وہ گیس بن جاتی ہے، فقہاء کی تصریحات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت روزہ کو فاسد کر دیتی ہے، البتہ مجھے اس مسئلہ میں کسی قدر تامل ہے، اس لئے کہ حلق میں ایک نالی نظام تنفس سے متعلق ہے، اور دوسری غذائی نالی ہے، جس سے انسان کھاتا پیتا ہے، تو اگر انہیلر کا اثر تنفس کی نالی سے متعلق ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص انہیلر لئے بغیر دن بھر نہیں رہ سکتا ہو، تو وہ انہیلر لیتے ہوئے روزہ رکھ لے اور احتیاطاً ہر روزہ کا فدیہ بھی ادا کرتا جائے، ایک روزہ کا فدیہ ایک مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلانا ہے۔ واللہ اعلم۔

## روزہ میں دھواں لینا

سوال:- {1119} روزہ کی حالت میں اگر بتی، عود،

لوبان اور عود کا دھواں لے سکتے ہیں یا نہیں؟ (ایم، ایس خان

حیدر آباد، جیلانی بانو، راجپور)

جواب:- روزہ کی حالت میں قصد اگر بتی وغیرہ کا دھواں لینا درست نہیں، اور اگر بتی کا

بالا راہ دھواں لے اور حلق میں چلا جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا:

”حتی لو تبخر بخورا فاواه إلى نفسه و شمه  
ذاکرًا الصوم افطر“ (۱)

## روزہ کی حالت میں زہد و بام

سوال: - {1120} روزہ کی حالت میں زہد و بام یا اس  
طرح کی دوسری دوائیں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ ایسی  
دواؤں کا اثر بظاہر دماغ تک پہنچتا ہے۔

(شبیر احمد حق، عنبر پیٹ)

جواب: - روزہ اسی وقت ٹوٹتا ہے، جب کوئی چیز بعینہ فطری منفس کے ذریعہ پیٹ  
یا دماغ تک پہنچے، اگر کوئی چیز مسامات بدن کے ذریعہ جسم میں داخل ہو، تو اس سے روزہ  
نہیں ٹوٹتا:

”وما یدخل فی مسامات البدن من الدھن لا  
یفطر“ (۲)

نیز اگر اصلی شی کے بجائے صرف اس کا اثر جسم کے اندر پہنچے، تو اس سے بھی روزہ  
نہیں ٹوٹتا، بام وغیرہ لگانے سے جسم کے اندر صرف اس کا اثر پہنچتا ہے، نہ کہ اصلی شی، نیز وہ بھی  
جسم کے مسامات کے ذریعہ اندر جاتا ہے، اس لئے اس کی وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

## روزہ میں احتلام

سوال: - {1121} روزہ دار کو نیند کی حالت میں احتلام  
ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ (محمد خان، سعید آباد)

(۱) ردالمحتار: ۳۶۶/۲۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ: ۲۰۳/۱۔

جواب:- احتلام میں چونکہ آدمی کے ارادے کو کوئی دخل نہیں ہے، اس لئے احتلام کی

وجہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔۔۔ او احتلم ... قلم یفطر“ (۱)

## کیا گیس سو نگھنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟

سوال:- {1122} کھانا پکانے کے درمیان بعض

اوقات سلینڈر سے گیس خارج ہوتی ہے، اور غیر اختیاری طور

پر آدمی کی ناک تک پہنچتی ہے، اس کے علاوہ کیمسٹری کی تعلیم

میں بعض اوقات مختلف گیسوں کو سو نگھنا پڑتا ہے، یہ تعلیم و تحقیق کا

ایک حصہ ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ سو نگھنا بالارادہ ہے، تو کیا اس

کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟ (محمد رضی حیدر، دلسکھ نگر)

جواب:- غیر ارادی طور پر جو بو آدمی تک پہنچ جائے، اس سے تو روزہ ٹوٹنے کا

سوال ہی نہیں، اس لئے روزہ تو اختیاری افعال سے ٹوٹتا ہے، نیز قصد اگیس کو سو نگھنے کی وجہ سے

بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا، رسول اللہ ﷺ نے خوشبو سے روزہ دار کی ضیافت کرنے کی تلقین فرمائی

ہے، (۲) جس میں ظاہر ہے کہ روزہ دار کا سو نگھنا پایا جاتا ہے، فقہاء نے بھی روزہ میں خوشبو

سو نگھنے کی اجازت دی ہے، (۳) اس لئے راقم الحروف کا خیال ہے کہ اس سے روزہ نہیں

ٹوٹے گا۔ واللہ اعلم۔

## روزہ کی حالت میں کان میں پانی چلا جائے؟

سوال:- {1123} روزہ دار غسل کر رہا تھا کہ کان میں

(۱) الدر المختار مع الرد: ۲/۳۶۶۔

(۲) دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ: ۳/۲۷۳۔ حدیث نمبر: ۱۷۸۹۔ محشی۔

(۳) ”إذا دخل الدخان أو الغبار أو ريح العطر أو الذباب حلقه، لا يفسد

صومه“ (الفتاویٰ الخانیۃ علی هامش الفتاویٰ الہندیۃ: ۱/۳۰۸) محشی۔



پانی چلا گیا، تو کیا اس کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟

(محمد فیض الدین، ٹانڈور)

جواب:- اگر کان میں بلا اختیار پانی چلا جائے، تب تو بالاتفاق اس سے روزہ نہیں

ٹوٹے گا، لیکن اگر کوئی شخص جان بوجھ کر پانی ڈال لے، تب بھی رائج اور صحیح قول یہی ہے کہ روزہ

نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ کان میں پانی کا ڈالنا ایسی چیز نہیں، جس سے بدن کی صلاح اور اس کا نفع

متعلق ہو، بلکہ یہ نقصان دہ ہے، اور غیر فطری راستہ سے ایسی ہی چیز کے داخل ہونے سے روزہ

ٹوٹتا ہے جس سے جسم کا صلاح متعلق ہو، چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”و لو اقطر فی أذنه الماء لا یفسد صومه کذا

فی الہدایۃ و هو الصحیح“ (۱)

## روزہ میں ہونٹ پر سرخی لگانا

سوال:- {1124} خواتین زیبائش کے لئے ہونٹ

پر سرخی لگایا کرتی ہیں، کیا روزہ کی حالت میں اس کا لگانا

درست ہوگا؟ (شاکرہ نسرین، نظام آباد)

جواب:- اگر سرخی ہونٹ تک پانی کے پہونچنے میں رکاوٹ نہ ہو، تو روزہ کی حالت میں

بھی اس کا لگانا جائز ہے، کیونکہ ہونٹ جسم کا خارجی حصہ ہے، ہاں اگر منہ کے اندر چلے جانے کا

اندیشہ ہو تو مکروہ ہے۔

## اگر مسوڑھوں کا خون پیٹ میں چلا جائے؟

سوال:- {1125} میرے مسوڑھوں سے اپنے آپ

بھی خون نکلنے لگتا ہے، اور اگر غفلت یا نیند کی حالت ہو تو تھوک کے ساتھ پیٹ میں بھی چلا جاتا ہے، کیا ایسی صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا؟ (سعید الرحمن، شولا پور)

جواب:- خون اگر حلق میں نہیں گیا، اور اس سے پہلے آپ نے تھوک دیا، یا کلی کر لی، تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ حلق سے نیچے کسی چیز کا جانا ناقض صوم ہے، اگر خون حلق سے نیچے چلا گیا، لیکن تھوک غالب اور خون مغلوب تھا، یعنی تھوک کی مقدار زیادہ اور خون کی مقدار کم تھی، تب بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ وہ تھوک ہی کے حکم میں ہے، اگر خون کی مقدار زیادہ تھی اور تھوک کی کم، اور یہ حلق سے نیچے چلا گیا، تو اس صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا، بعد میں اس کی قضاء کر لینی چاہئے، البتہ مشہور فقیہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر مسوڑھوں سے خون نکلنے کی کیفیت ایسی ہو کہ اس کے حلق میں جانے سے اجتناب بظاہر ممکن نہ ہو تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، جیسا کہ کسی شخص کو قے آئی اور بلا ارادہ لوٹ گئی تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

”إلا أن يفرق بعدم إمكان الحترز عنه فيكون كالقئ الذي عاد بنفسه“ (۱)

## روزہ کی حالت میں دانت نکلوانا

سوال:- {1126} جو شخص دانت کی تکلیف میں مبتلا ہو، اس کے لئے روزہ کی حالت میں کیا دانت نکالنے کی اجازت ہوگی، اور دانت نکالے تو روزہ باقی رہے گا یا ٹوٹ جائے گا؟ (ڈاکٹر سعید الرحمن، شولا پور)

جواب:- روزہ کے ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کا تعلق ایسی چیزوں سے ہے، جو حلق کے نیچے پہنچتی ہو، دانت چونکہ حلق سے اوپر ہے، اس لئے بذات خود دانت نکالنے میں کچھ حرج نہیں،

لیکن عام طور پر دانت نکالتے ہوئے، مسوڑھوں سے کافی خون آتا ہے، اور یہ بھی امکان رہتا ہے کہ خون حلق سے نیچے چلا جائے، اور ایسی صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا، اس لئے اگر شدید مجبوری نہ ہو، تو بہتر ہے کہ رمضان میں دانت نہ نکلوائے، شدید عذر کے بغیر رمضان میں دانت نکلوانا مکروہ ہے، کیونکہ یہ روزہ کے فاسد ہونے کا سبب بن سکتا ہے، اور جو باتیں روزہ کے ٹوٹنے کا باعث بن سکتی ہیں، وہ کم سے کم کراہت سے خالی نہیں۔

### لفافہ کا گوند تھوک سے ترک کرنا

سوال :- {1127} پوٹل لفافوں میں، ہلکی گوند لگی رہتی

ہے، لوگ اسے تھوک سے ترک کر کے، چپکایا کرتے ہیں، کیا اس

طرح چپکانا درست ہے؟ (محمد مبین، گلبرگہ)

جواب :- روزہ کی حالت میں گوند کو اپنی زبان سے ترک کرنا کراہت سے خالی نہیں،

کیونکہ اگر گوند کے اجزاء حلق سے نیچے چلے گئے، تب تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر اس کے اجزاء حلق سے نیچے نہیں گئے، تب بھی کم سے کم چکھنے کی کیفیت پائی گئی، جو مکروہ ہے، ہاں اگر انگلی میں تھوک لے کر اس سے گوند کو ترک کر لے، تو کوئی حرج نہیں۔

### روزہ کی حالت میں خون دینا

سوال :- {1128} اگر روزہ کی حالت میں مریض

کے لئے یا خود اپنے ٹسٹ کے لئے خون دیا جائے تو کیا اس

سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟ (عبدالحمید، ناندیڑ)

جواب :- روزہ ایسی چیزوں سے ٹوٹتا ہے جو جسم میں داخل ہو، نہ کہ ایسی چیزوں سے جو

جسم سے خارج ہو، اس سے صرف قے کی صورت مستثنیٰ ہے، جس کی بعض صورتیں ناقض صوم ہیں، اس لئے خون دینے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، رسول اللہ ﷺ سے خود روزہ کی حالت میں فصد

لگوانا ثابت ہے، (۱) فصد ایک طبی عمل تھا، جس کے ذریعہ جسم کا فاسد خون باہر نکالا جاتا تھا، اس لئے خون دینے میں کچھ حرج نہیں خواہ ٹسٹ کے لئے، یا کسی مریض کے لئے، البتہ اگر یہ اندیشہ ہو کہ خون دینے کی وجہ سے روزہ کو قائم نہیں رکھ سکے گا، اور اضطرار و مجبوری کی حالت نہ ہو، تو خون دینا مکروہ ہے، اسی احتیاط کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے روزہ کی حالت میں فصد لگوانے کو پسند نہیں فرمایا، (۲) اس لئے کہ تمام لوگوں میں اس کی قوت برداشت نہیں ہوتی، اور خطرہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے روزہ کو قائم نہیں رکھ سکیں۔

## روزہ میں ٹوٹھ پیسٹ

سوال:- {1129} افطار کرنے سے پانچ منٹ پہلے

کیا ہم پیسٹ سے منہ دھو سکتے ہیں؟

(جیلانی بانو، راپنچور)

جواب:- پیسٹ میں ذائقہ ہوتا ہے، اور روزہ کی حالت میں کسی بھی چیز کے ذائقہ کو

چکھنا مکروہ ہے، اس لئے روزہ کی حالت میں پیسٹ کرنے سے بچنا چاہئے، یہ کراہت سے خالی

نہیں۔ ”کرہ ذوق شیئ و مضغہ بلا عذر“ (۳)

## کھارے پانی سے کٹی

سوال:- {1130} روزے کی حالت میں اگر کھارے

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۹۳۸، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۱۰۶، سنن أبی داؤد، حدیث نمبر: ۲۳۷۲۔ محشی۔

(۲) ”سئل أنس بن مالک ؓ أکنتم تکرهون الحجامۃ للصائم؟ قال: لا إلا من أجل الضعف“ (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۹۴۰، باب الحجامۃ و القیئ للصائم) محشی

(۳) البحر الرائق: ۲/۲۷۹۔



پانی سے وضو یا کلی کی جائے، تو کیا اس میں کوئی مضائقہ ہے،  
جب کہ اس پانی میں نمک کا جز ہوتا ہے؟

(صبح الدین، انتہا پورم)

جواب:- پانی خواہ میٹھا ہو یا کھارا، اس سے وضو کرنے یا یوں ہی کلی کرنے میں کوئی  
حرج نہیں، کیونکہ پانی کا ذائقہ روزہ کے لئے چنداں مضر نہیں، ورنہ روزے کی حالت میں کلی  
کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہوتی، بالخصوص ان حالات میں کہ حجاز کا علاقہ سمندر کے ساحل پر  
واقع ہے اور وہاں بہت سے کنویں کھارے پانی کے ہوتے تھے، اگر کھارے پانی سے وضو اور کلی  
کی ممانعت ہوتی تو ضرور آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہوتا۔



## جن اعذار کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے

### سفر میں روزہ

سوال: - {1131} سفر میں روزہ معاف ہے، کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے دور میں سفر پیدل ہوا کرتے تھے جس سے پریشانی اور تھکاوٹ ہوتی تھی، تو معافی اس وقت کے لحاظ سے ہوئی ہوگی، اس دور میں تو سفر کی سہولتیں میسر ہیں اس لئے وہ رخصت اب نہیں ملنی چاہئے۔ (نعمت اللہ، مادھوپور، بہار)

جواب: - قرآن مجید نے جہاں سفر کی حالت میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے، وہاں مشقت کو معیار نہیں بتایا ہے، بلکہ سفر چونکہ عموماً کچھ نہ کچھ مشقت سے خالی نہیں ہوتا، اس لئے خود سفر کو افطار کی اجازت کے لئے کافی سمجھا گیا، لہذا آج کل کے آرام دہ سفر میں بھی افطار کرنا جائز ہے، اور اگر روزہ رکھ لے تو زیادہ بہتر ہے۔ (۱)

(۱) ”ویندب لمسافر الصوم : لآیة : ﴿وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ الدر المختار مع الرد: ۳/۴۰۵

## اگر سحری نہ کھا سکے

سوال:- {1132} کسی نے سحری نہیں کھائی، تو اسے

روزہ رکھنا چاہئے یا نہیں؟

(محمد جہانگیر الدین امجد، باغ امجد الدولہ)

جواب:- سحری کھانا مستحب ہے، واجب نہیں اس لئے بغیر سحری کے روزہ رکھا جا

سکتا ہے، روزہ درست ہو جائے گا، البتہ مسنون فعل کا ترک ہوگا، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی

ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”سحری کھاؤ کہ سحری میں برکت ہے“، (۱) حضرت عمرو بن

العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہمارے روزے اور اہل کتاب کے

روزوں کے درمیان سحری کھانے سے فرق ہوتا ہے“، (۲) اسی لئے حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے

کہ سحری کئی پہلوؤں سے باعث برکت ہے، اس سے ایک سنت کی اتباع ہوتی ہے، اہل

کتاب کی مخالفت ہوتی ہے، عبادت میں تقویت کا باعث بنتی ہے اگر پہلے سے روزہ کی نیت نہ

ہو تو نیت کا استحضار ہو جاتا ہے، آخر شب دعاء کی قبولیت کا وقت ہے اور سحری میں بیدار ہو

جانے کی وجہ سے اس وقت دعاء کی توفیق میسر ہوتی ہے، (۳) لیکن بہر حال سحری کھانا واجب

نہیں، اس لئے اگر کوئی شخص رات میں سحری نہ کھا سکا تو اس کے لئے روزہ کا توڑ دینا قطعاً

جائز نہیں، سخت گناہ ہے۔

## روزہ کے لئے مانع حیض ادویہ کا استعمال

سوال:- {1133} سنا ہے کہ بعض خواتین رمضان

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۷۰۸۔

(۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۷۰۹،

(۳) فتح الباری: ۴/۱۳۰، باب بركة السحور الخ۔

المبارک کے روزے مکمل کرنے کے لئے میڈیکل گولیاں کھا  
لیتی ہیں، کیا ایسا کرنا درست ہے؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- خواتین کو ماہواری کا آنا قانون فطرت کے مطابق ہے، اور اسے مصنوعی

طریقہ پر روکنا غیر فطری امر ہے، اور جو چیزیں فطرت کے عام اصول کے خلاف کی جاتی ہیں وہ  
عام طور پر صحت کے لئے نقصان دہ ہوتی ہیں، اس لئے اس سے احتراز کرنا چاہئے اور بعد میں روزہ  
کی قضا کر لینی چاہئے، عورتیں چونکہ اس معاملہ میں معذور ہیں، اس لئے امید ہے کہ رمضان کے  
بعد روزہ رکھنے کا ان کو اسی قدر ثواب ہوگا جو رمضان میں رکھنے کا ہوتا ہے، بلکہ ممکن ہے کہ وہ زیادہ  
اجر کی مستحق ہوں، کیوں کہ رمضان المبارک کے ماحول میں سبھوں کے ساتھ مل کر روزہ رکھنا  
آسان ہوتا ہے، اور عام دنوں میں تنہا روزہ رکھنا نسبتاً دشوار، اور جو کام اللہ کے حکم سے ادا کیا  
جائے اور اس میں زیادہ مشقت ہو، اس میں زیادہ اجر و ثواب کی توقع ہے۔

تاہم اگر کوئی عورت ماہواری شروع ہونے سے پہلے ہی سے دواء کا استعمال شروع  
کردے اور خون جاری ہی نہ ہو تو اس نے جن دنوں روزہ رکھا ہے، وہ درست ہو جائے گا، اگر  
خون شروع ہو چکا اور پھر اس نے دوا کھا کر خون کو روک لیا تو میرا خیال ہے کہ اس دن سے اس  
کے معمول کے ایام تک، اور کئی عادت مقرر نہ ہو، تو تین دنوں تک جو حیض کی کم سے کم مدت ہے،  
وہ حائضہ ہی تصور کی جائے گی اور ان دنوں کا روزہ درست نہیں ہوگا، نیز اس کی قضا واجب ہوگی:

”والحائض إذا حبست الدم عن الورد لا يخرج

من أن يكون حائضاً بخلاف صاحب

الجرح“ (۱)



## حالت حیض میں روزہ داروں کی مشابہت

سوال :- {1134} کیا عورتیں رمضان المبارک میں خاص ایام میں کھانا کھا سکتی ہیں، یا روزہ داروں کی مشابہت اختیار کریں گی؟ (س، ج، سنتوش نگر)

جواب :- اگر حیض یا نفاس کی حالت ہو، تو روزہ داروں کی مشابہت اختیار کرنا اور بھوکے رہنا درست نہیں، کیونکہ حالت حیض میں روزہ رکھنا حرام ہے، تو کھانے پینے سے رکنا رہنا گویا ایک فعل حرام کی مشابہت اختیار کرنا ہے اور یہ جائز نہیں، طحاوی فرماتے ہیں:

”وأما في حالة تحقق الحيض و النفاس فيحرم الامساك: لأن الصوم منهما حرام والتشبه بالحرام حرام“ (۱)

البتہ اگر دن کا کچھ حصہ گزرنے کے بعد پاک ہو گئیں تو اب دن کے بقیہ حصہ میں کھانے پینے سے رکنا چاہئے:

”يجب على الصحيح و قيل يستحب الامساك ... وعلى حائض و نفساء طهرتا بعد طلوع الفجر“ (۲)

ہاں! رمضان المبارک کے احترام کی رعایت کرتے ہوئے برسر عام کھانے پینے سے گریز کرنا چاہئے کہ ایک تو اس میں رمضان کا احترام ہے، دوسرے یہ حیا کا تقاضہ بھی ہے، ورنہ کھانے پینے سے حالت ناپاکی کا اظہار و اعلان ہوگا۔

(۱) طحاوی علی المراقی ص: ۳۷۰۔

(۲) مراقی الفلاح ص: ۳۷۰۔

## روزہ میں ماہواری شروع ہو جائے

سوال:- {1135} اگر کسی عورت نے صبح سے روزہ رکھا اور دوپہر میں اسے ماہواری شروع ہوگئی تو اس دن کا روزہ ہوگا یا نہیں؟ اور دن کے بقیہ حصہ میں اسے کھانا پینا چاہئے، یا کھانے پینے سے رک کر ہنا چاہئے؟

(فاطمہ سلمان، مہدی پٹنم)

جواب:- افطار کے وقت سے پہلے کبھی حیض آجائے، تو اس دن کا روزہ جاتا رہے گا، اور اس کے بدلہ قضاء کرنا واجب ہوگی، جو عورت حیض و نفاس کی حالت میں ہو اسے کھانا پینا چاہئے، کھانے پینے سے رکنا نہیں چاہئے، فقہاء نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اس خاتون کے لئے روزہ رکھنا حرام ہے، اور کھانے پینے سے رک جانا حرام کی مشابہت ہے، اور حرام کی مشابہت اختیار کرنا بھی حرام ہے، البتہ کھلے عام نہیں کھانا چاہئے، لوگوں کی نگاہ سے چھپ کر کھائے، کہ یہی تقاضہ حیا ہے۔

”و اما فی حالة تحقق الحيض والنفاس فيحرم الامساك لان الصوم منها حرام والتشبه بالحرام حرام ... ولكن لا يأكلن جهرا بل سرا“ (۱)

## بیماری کی وجہ سے روزہ کی قضا

سوال:- {1136} کس قسم کے امراض کی بناء پر روزہ نہ رکھنا جائز ہے؟ اگر ایک شخص چند روز روزہ رکھ سکتا ہو، لیکن چند دنوں کے بعد مسلسل روزہ رکھنے کی صورت میں اس کے

مرض میں اضافہ ہو جاتا ہے، تو اسے کیا کرنا چاہئے؟

(شیخ داؤد، محبوب آباد)

جواب:- شریعت میں انسانی حرج اور ضرورت کی قدم قدم پر رعایت ملحوظ رکھی گئی

ہے، ان ہی میں سے ایک یہ ہے کہ مرض کی بناء پر روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، اس کی چند صورتیں ہیں:

(الف) پہلے سے مریض ہو، اور روزہ رکھنے کی وجہ سے ہلاک ہو جانے یا کسی عضو کے

ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

(ب) پہلے سے مریض ہو اور روزہ رکھنے کی وجہ سے مرض بڑھ جانے کا اندیشہ ہو۔

(ج) پہلے سے مریض ہو، روزہ رکھنے کی وجہ سے مرض میں اضافہ کا اندیشہ نہ ہو، لیکن

خطرہ ہو کہ یہ صحت میں تاخیر اور بیماری میں طول کا باعث ہوگا۔

(د) ابھی بیمار نہ ہو، یعنی بیماری ظاہر نہ ہو، لیکن معتبر دینا نت دار مسلمان ماہر معالج کی

رائے ہو کہ روزہ رکھنے کی صورت میں وہ مریض ہو جائے گا۔

ان چاروں صورتوں میں رمضان المبارک کا روزہ نہ رکھنے اور بعد میں قضا کر لینے کی

گنجائش ہے، (۱) البتہ محض بیماری کے وہم کی وجہ سے روزہ چھوڑنا جائز نہیں، شرعی احکام کی بنیاد

غالب گمان پر ہوتی ہے نہ کہ محض اوہام پر۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس قدر ممکن ہو اللہ کا حکم بجالاؤ، (۲) لہذا اگر کوئی شخص مسلسل

روزہ نہیں رکھ سکتا، چند دنوں روزہ رکھنے کے بعد چند دن روزہ توڑنا اس کے لئے ضروری ہو جاتا

ہے، تو جتنے دن روزہ رکھ سکتا ہو رکھ لے، جب تکلیف شروع ہو جائے یا اس کا اندیشہ پیدا ہو

جائے، تو روزہ نہ رکھے اور بعد میں قضا کر لے۔

(۱) بدائع الصنائع: ۲/۲۵۰، البحر الرائق: ۲/۴۹۲۔ محشی۔

(۲) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۰۲، باب: کیف یبایع الإمام الناس۔ محشی۔

## شدید مرض کے باوجود روزہ

سوال:- {1137} اعصابی کمزوری کا دائم المریض ہمت کر کے رمضان کے روزے رہتا ہے، دس، بیس روزوں کے بعد قوی و ہمت جواب دے جاتی ہے جبکہ مریض کی عین تمنا یہی ہے کہ حالت روزہ میں اس کا انتقال ہو، ایسے مریض و روزہ دار کے لئے کیا احکامات ہیں؟

(ایم، ایس خان، اکبر باغ)

جواب:- اگر دس بارہ روزوں کے بعد روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رہی اور معالج روزہ رکھنے سے منع کرتا ہو، تو روزہ توڑ دینا چاہئے، روزہ رکھ کر جان دے دینا درست نہیں، کیونکہ بیماری کی وجہ سے روزہ توڑنے کی اجازت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، اور اللہ کی دی ہوئی سہولتوں سے فائدہ اٹھانا اللہ کے سامنے اپنے عجز اور ضعف و ناتاقی کا اظہار ہے، اور یہی عبدیت و بندگی کی اصل روح ہے، ایسی سہولتوں سے فائدہ نہ اٹھا کر اپنی جان دے دینا کوئی محمود اور پسندیدہ عمل نہیں کہ اسلام کی خصوصیت عدل اور اعتدال ہے، وہ عبادات میں بھی اعتدال کا قائل ہے اور غلو سے منع کرتا ہے۔

## روزہ اور جسمانی نقاہت

سوال:- {1138} کسی شخص کی روزہ رکھنے کی نیت ہے، لیکن اپنی جسمانی کمزوری جیسے نقاہت وغیرہ کی وجہ سے عاجز ہے، اور سمجھتا ہے کہ روزہ رکھوں گا تو پورے نہ کر سکوں گا، ایسی صورت میں اسے کیا کرنا چاہئے؟

(مقصود حسین خاں، نظام آباد)



جواب:- اگر واقعی کوئی شخص اتنا کمزور ہو کہ روزہ نہیں رکھ سکتا اور یہ اس کی عارضی بیماری ہو تو اسے وقتی طور پر روزہ نہیں رکھنے اور بعد میں روزہ قضا کر لینے کی گنجائش ہے، لیکن یہ عجز محض وہم کے درجہ کا نہ ہو بلکہ یہ کسی معتبر مسلمان ڈاکٹر کی رائے کی روشنی میں ہو، یا کم سے کم خود روزہ رکھ کر دیکھے اگر تجربہ سے ثابت ہو کہ واقعی وہ روزہ پورا نہیں کر سکتا تو پھر اس کے لئے آئندہ دنوں میں روزہ نہ رکھنے کی گنجائش ہو سکتی ہے۔



## روزہ کا کفارہ اور فدیہ

### غسل واجب سے روزہ نہیں ٹوٹتا

سوال :- {1139} اگر روزہ کی حالت میں غسل جاتا رہے تو کیا غسل کرنے سے روزہ باقی رہے گا یا ٹوٹ جائے گا؟  
(محمد واحد، آصف نگر)

جواب :- اگر روزہ کی حالت میں کوئی شخص روزہ کی کیفیت کو یاد رکھتے ہوئے بیوی سے ہم بستر ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضا کے علاوہ کفارہ بھی واجب ہوگا، اگر بیوی سے صحبت تو نہ کرے، لیکن غسل واجب ہونے میں اس کو دخل ہو تو قضا واجب ہوگی، کفارہ واجب نہ ہوگا۔

”أو جامع فيما دون الفرج ولم ينزل وكذا

الاستمناء بالكف“ (۱)

اگر غسل واجب ہونے میں براہ راست اس کے عمل کو دخل نہ ہو بلکہ احتلام ہو جائے یا

محض بدزگاہی اور ناشائستہ خیالات کی وجہ سے غسل واجب ہونے کی نوبت آجائے، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

”أواحتلم أو انزل بنظر ولو إلى فرجها مرارا أو  
بفكر وإن طال“ (۱)

## روزہ کا کفارہ کیا اور کب؟

سوال:- {1140} اگر کوئی شخص کسی وجہ سے ایک یا کئی

روزہ توڑ دے، تو اس سے کیا کفارہ ادا کرنا پڑے گا؟

(محمد جہانگیر الدین، باغ امجد الدولہ)

جواب:- اگر کسی شخص نے روزہ رکھنے کی نیت ہی نہیں کی تھی تو یہ بہت بڑا گناہ ہے،

اسے توبہ کرنا چاہئے اور ایک روزہ کی قضا کر لینی چاہئے اور اگر روزہ کی نیت کر چکا تھا پھر بلا عذر

جان بوجھ کر روزہ توڑ دے، تو اب کفارہ یہ ہے کہ ایک روزہ کے بدلہ مسلسل ساٹھ روزے رکھے

جائیں اور اگر روزے نہیں رکھ سکتا تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا ایسا کھانا کھلائے کہ وہ آسودہ

ہو جائیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کفارہ کی صراحت آئی ہے اور اس سلسلہ میں

ایک دلچسپ واقعہ بھی نقل کیا گیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش آیا تھا۔ (۲)

## رمضان کے روزہ کے بجائے نفل روزہ

سوال:- {1141} اگر رمضان کا ایک روزہ چھوٹ

جائے تو بعد میں نفل روزے رکھنے سے اس کو اتنا ہی ثواب ملے

گا؟ (محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

(۱) الدر المختار مع الرد : ۳/۳۶۷۔

(۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۷۲۳، صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۹۸۴۔

جواب:- اگر کسی شخص نے طبعی عذر کی بناء پر رمضان میں روزہ نہیں رکھا جیسے: عورتیں حیض و نفاس کی وجہ سے، یا کوئی مریض اپنی سخت بیماری کی وجہ سے اور اس نے بعد میں قضاء کر لی تو امید ہے کہ اسے اتنا ہی ثواب ملے گا، جتنا رمضان میں روزہ رکھنے سے ثواب حاصل ہوتا ہے، لیکن اگر بلا عذر روزہ توڑ دے، تو قضاء اور بعد میں نفل روزے اس کی کوپورا نہ کر سکیں گے، جو رمضان المبارک جیسے مہینے میں روزہ نہ رکھنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اگر رمضان میں روزہ نہ رکھے اور پھر عمر بھر بھی روزہ رکھے تو یہ رمضان کے روزہ کے برابر نہیں ہو سکتا“ (۱)  
اللہ تعالیٰ ایسی محرومی سے ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

## اگر ۲۸ ہی روزے رکھے؟

سوال:- {1142} رمضان المبارک کے روزوں کی تعداد انتیس یا تیس ہوتی ہے، سعودی عرب میں روزے دو روز قبل اور انڈیا میں عموماً دو روز بعد شروع ہوتے ہیں، چنانچہ حیدرآباد میں دو روز بعد روزے شروع کر کے سعودی عرب جانے والے عازمین عمرہ نے وہاں کے چاند کے لحاظ سے دو روز قبل رمضان کے روزے ختم کئے اور عید منائی، اسی طرح سال ۱۹۹۹ء میں ان عازمین عمرہ کو ۲۸ روزے رکھنے پڑے، جب کہ یہاں پر اور وہاں پر بھی تیس روزوں کا مہینہ تھا، گویا یہاں پر چاند دیکھ کر روزہ شروع کیا اور وہاں پر چاند دیکھ کر روزے ختم کئے اور عید منائی، اس سلسلہ میں دو روزوں کی کمی پر



شرعی مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

(محمد حسین خان، سالار جنگ کالونی)

جواب:- قرآن مجید نے ایک ماہ روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے (۱) اور ایک ماہ سے کیا مراد ہے؟ اس کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشادات کے ذریعہ واضح فرمایا، انیس یا تیس دن، (۲) لہذا اس سے کم روزہ رکھنا کافی نہیں ہوگا، جب ہندوستان اور سعودی عرب دونوں جگہ اس سال پورے تیس دن کا روزہ ہوا اور آپ کے روزے اٹھائیس ہی ہوئے تو اب مزید دو روزے مکمل کرنے ہوں گے، تاکہ تیس دن پورے ہو جائیں، یہ جو بات حدیث میں فرمائی گئی ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ شروع کیا جائے اور چاند دیکھ کر روزہ ختم کیا جائے، (۳) یعنی جب عید کا چاند دیکھ لیا جائے تو اس کے بعد رمضان کا روزہ نہیں، یہ حکم اس شخص سے متعلق ہے جو ایک ہی مقام پر رمضان کا چاند بھی دیکھے اور عید الفطر کا بھی۔

۲۹ روزے

سوال:- {1143} ہندہ نے اس سال رمضان شریف

کا آغاز ہندوستان میں کیا اور درمیان میں شارجہ چلی گئی اور

روزوں کا اختتام وہیں ہوا، جب کہ وہاں ایک دن قبل ہی چاند

(۱) ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ (البقرة: ۱۸۵)۔ محشی۔

(۲) "عن النبي ﷺ قال: إنا أمة أمية لا نكتب ولا نحسب الشهر هكذا هكذا

يعني مرة تسعة وعشرين و مرة ثلاثين" عن ابن عمر ؓ (صحيح البخاري،

حدیث نمبر: ۱۹۱۳، باب قول النبي ﷺ لا نكتب ولا نحسب)۔ محشی۔

(۳) "أن رسول الله ﷺ ذكر رمضان فقال: لا تصوموا حتى تروا الهلال ولا

تفطروا حتى تروه فإن غم عليكم فاقدروا له" عن ابن عمر ؓ، (صحيح

البخاري، حدیث نمبر: ۹۰۶، باب قول النبي ﷺ إذا رأيتم الهلال فصوموا وإذا

رأيتموه فافطروا)۔ محشی۔

نظر آ گیا اور ہندوستان میں ۳۰ رمضان بعد عید ہوئی، اس طرح ہندہ نے ۲۹ روزے رکھے، جب کہ ہندوستان والوں نے ۳۰ روزے رکھے، کیا ہندہ کو ایک روزہ کی قضاء لازم ہوگی؟ (نفیس احمد، خلیل پیٹ)

جواب:- اس سال ہندوستان اور متحدہ عرب امارات میں ایک ساتھ رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہوا، لیکن عید کا چاند امارات میں ایک دن پہلے اور ہندوستان میں ایک دن بعد نکلا، چوں کہ ماہ رمضان کے اختتام پر ہندہ امارات میں تھی اور وہیں عید کا چاند نکلا، تو اختتام کے سلسلہ میں اس پر وہیں کے احکام جاری ہوں گے، اور ۲۹/تاریخ کو اس کا رمضان مکمل سمجھا جائے گا، اب اسے ایک روزہ قضاء کرنے کی ضرورت نہیں۔

## روزہ میں جلق

سوال:- {1144} روزہ کی حالت میں مشیت زنی کا کیا حکم ہے؟ کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ (خالد، قلعہ گولکنڈہ)

جواب:- یہ فعل ہر حال میں گناہ ہے، سوائے اس کے کہ زنا سے بچنے کے لئے اضطراب کی کیفیت ہو جائے، اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، البتہ کفارہ واجب نہیں ہوتا، صرف روزہ کی قضا کرنی ہوگی۔ (۱)

## ایک شخص کو کئی روزوں کا فدیہ

سوال:- {1145} زید روزے نہیں رکھ سکتا، وہ فدیہ

(۱) "استمنی بکفہ ... قضی" (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۳۷۹، نیز دیکھئے: ص: ۳۷۱، باب ما یفسد الصوم و ما لا یفسد) محشی۔

ادا کرتا ہے، اور کھانا کھلانے کے بجائے گیہوں دے دینا چاہتا ہے، کیا وہ ایک مسکین کو کئی روزوں کا فدیہ ادا کر سکتا ہے؟  
(فخر الدین سلیم، ورنگل)

جواب:- اس صورت میں بہتر طریقہ تو یہ ہے کہ ایک مسکین کو ایک دن کا فدیہ ادا کرے، یا ایک ہی مسکین کو روزانہ ایک ایک دن کا فدیہ ادا کرتا چلا جائے، اس صورت کے درست ہونے میں فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں، لیکن اگر ایک ہی دفعہ ایک محتاج شخص کو ایک سے زیادہ دنوں کا فدیہ ادا کرے، تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک، یہ صورت بھی درست ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے۔

”للشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر و یفدی وجوبا و لو أول الشهر و بلا تعدد فقیر“ (۱)

## کیا قضاء کے ساتھ فدیہ بھی ادا کرے؟

سوال:- {1146} جو لوگ بیماری کی وجہ سے روزہ نہ رکھ کر بعد میں افطار کرنے والے ہوں، کیا ان کو بھی فدیہ ادا کرنا ہوگا، نیز کیا دودھ پلانے والی عورت کو بھی فدیہ دینا لازمی ہے؟  
(عبداللہ صدیقی)

جواب:- جو لوگ وقتی بیماری کی وجہ سے روزہ قضاء کر رہے ہوں، ان کو آئندہ صرف قضاء کرنا ہوگا، فدیہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں، جو عورت بچہ کو دودھ پلاتی ہو، روزہ رکھنے کی صورت میں بچہ کا دودھ متاثر ہو سکتا ہو، یا خود اس کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہو، تو فی الحال روزہ نہ رکھنے اور بعد میں اس کی قضاء کرنے کی گنجائش ہے، اور آئندہ قضاء کرنا ہی ضروری ہے، فدیہ ادا کرنا نہ ضروری ہے اور نہ کافی۔ (۲)

(۱) الدر المختار مع الرد: ۳/۴۴۰۔

(۲) بدائع الصنائع: ۲/۲۵۲۔ محشی۔

## حالت حیض کے روزوں کی قضاء

سوال :- {1147} اگر عورت سے حالت حیض میں روزے چھوٹ جائیں، تو کیا اس کی قضاء رکھنا کافی ہے، یا کفارہ بھی ادا کرنا ہوگا؟

(محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب :- صرف قضاء کرنا واجب ہے، کفارہ واجب نہیں، (۱) اس لئے کہ ان دنوں روزہ ترک کرنے میں عورت کے فعل کو دخل نہیں، بلکہ طبعی مجبوری اور شریعت کی طرف سے اس حالت میں روزہ رکھنے کی ممانعت کی وجہ سے اس کے روزے قضاء ہوئے ہیں۔

## حائضہ کا کھانے پینے سے رکارہنا

سوال :- {1148} اگر کسی عورت کو آدھا روزہ رکھنے کے بعد حیض آئے تو کیا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر نفلی روزہ ہے تو کیا اس کی قضا بھی کرنی ہوگی؟ نیز کیا ایسی عورت کو کھانے پینے سے رکارہنا چاہئے؟ (ایک بہن، جگتیاں)

جواب :- اگر روزہ شروع کرنے کے بعد حیض آجائے، تب بھی روزہ فاسد ہو جائیگا اور اس دن کی قضا واجب ہوگی، اگر نفلی روزہ تھا، تو چوں کہ شروع کرنے کی وجہ سے وہ واجب ہو چکا، اس لیے اس کی قضا بھی ضروری ہوگی، جو عورتیں نفاس کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتیں ان کو کھانا پینا چاہئے، کھانے پینے سے رک جانا جائز نہیں، علامہ طحطاوی نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ

(۱) "إنما يكفر إن نوى ليلا ولم يكن مكرها ولم يطرأ مسقط كمرض وحيض"

(الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۳/۳۹۰) محشی۔



اس حالت میں روزہ رکھنا حرام ہے اور کھانے پینے سے رک جانا روزہ رکھنے کی مشابہت اختیار کرنا ہے اور حرام کی مشابہت اختیار کرنا بھی حرام ہے۔ (۱)



## روزہ — مختلف مسائل

### رمضان المبارک اور غیر مسلم بھائی

سوال :- {1149} ماہ رمضان المبارک میں غیر مسلم اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ کس طرح تعاون کر سکتے ہیں، تاکہ مبارک ماہ کے برکات سے مستفید ہوں؟  
(کے راماراؤ، حیدرآباد)

جواب :- غیر مسلم بھائیوں کے لئے روزہ میں اپنے مسلمان بھائیوں سے تعاون کی چند صورتیں ہو سکتی ہیں:

(الف) مسلمان دوستوں اور غریب مسلمان پڑوسیوں کے لئے افطار وغیرہ کا نظم کرنا۔

(ب) جو مسلمان ان کی دوکانوں یا کارخانوں میں کام کریں ان کو وقت کے معاملہ میں

ممکن حد تک رعایت دینا تاکہ وہ رمضان میں اپنے مذہبی فرائض ادا کر سکیں۔

(ج) جو کام ان سے متعلق ہے اگر اس کو کچھ ہلکا کرنا ممکن ہو تو ہلکا کر دینا، تاکہ ان کو

روزہ رکھنے میں سہولت ہو۔

(د) رمضان اصل میں نزول قرآن کا جشن ہے، رمضان کا سب سے بڑا حق غیر مسلم بھائیوں پر بھی یہ ہے کہ وہ ترجمہ اور تفسیر کی مدد سے اس ماہ میں قرآن کی دعوت کو جاننے اور سمجھنے نیز کھلے دل سے اس کا مطالعہ کرنے کا خصوصی اہتمام کریں۔

## رمضان المبارک کے ہر دن و رات کی فضیلت

سوال: - {1150} شب قدر کی برکت و خصوصیت تو رمضان المبارک کی ایک مخصوص رات کی خصوصیت ہے، مگر رمضان المبارک کے ہر دن اور ہر رات کی کیا فضیلت ہے؟  
(محمد غوث الدین قدیر، سلاخ پوری، کریم نگر)

جواب: - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب ماہ رمضان کی پہلی شب ہوتی ہے، تو شیاطین اور سرکش جنات باندھ دئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں، اور اس کا کوئی دروازہ کھلا نہیں رہتا، جنت کے تمام دروازے کھول دئے جاتے ہیں، کوئی دروازہ بند نہیں رہتا اور ایک پکارنے والا ندا لگاتا ہے: ”اے طلب گار خیر! آگے بڑھ، اور اے برائی کا ارادہ رکھنے والے! رک جا، اللہ کے لئے جہنم سے بہت سے لوگ آزاد کئے جاتے ہیں، اور یہ ہر شب ہوتا ہے۔ (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ پورا رمضان المبارک اس کے دن بھی رات بھی برکتوں اور سعادتوں کے لمحات ہیں، اور ہر آن اللہ تعالیٰ کا در رحمت بندوں کی طرف دار ہوتا ہے۔

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۶۸۲، باب ماجاء فی فضل شہر رمضان۔

## آخری عشرہ میں ممسک حیض دوائیں

سوال :- {1151} رمضان المبارک کے پہلے اور دوسرے دن میں روزہ چھوٹ بھی جائے، تو ان شاء اللہ بعد میں قضاء کر لی جائے گی، لیکن آخری عشرہ میں روزہ کے ساتھ مقدس رات چھوٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے، تو کیا اس سے بچنے کے لئے خواتین اس آخری عشرہ میں ممسک حیض دوائیں استعمال کر سکتی ہیں؟ اور دوا کے استعمال کی وجہ سے خون نہ آئے، تو کیا اس کا روزہ درست ہو جائے گا؟

(شمع، یا قوت پورہ)

جواب :- (الف) جب شریعت نے حالت حیض میں روزہ توڑنے کا حکم دیا ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ بات شارع کے علم میں تھی کہ بہت سی خواتین کو آخری عشرہ میں بھی حیض کی نوبت آ سکتی ہے، تو بہتر یہی ہے کہ ممسک حیض ادویہ استعمال نہ کی جائیں، جو صحت کے لئے مضر ہیں کہ شریعت کی رخصتوں سے گریز اور اس کے لئے تکلف اختیار کرنا دین میں ایک طرح کا غلو ہے، اور دین میں غلو کو منع فرمایا گیا ہے، (۱) جہاں اخیر عشرہ کی طاق راتوں کے اعمال کی بات ہے، تو ان راتوں کے افعال میں سے دعاء اور ذکر بھی ہے، اور دعاء و ذکر حالت حیض میں بھی کیا جاسکتا ہے، نیز نیت کی بنیاد پر ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں نماز اور تلاوت کا اجر بھی عطا فرمادے۔

(ب) تاہم اگر کسی عورت نے ایسی دوا استعمال کر لی، خون نہیں آیا اور روزہ رکھ لیا، تو

روزہ ادا ہو جائے گا۔

(۱) "قال رسول الله ﷺ: يا أيها الناس إياكم و الغلو في الدين ، فإنما أهلك من كان قبلكم الغلو في الدين " عن ابن عباس ؓ ، ( سنن ابن ماجه ، حدیث نمبر : ۳۰۲۹ ، باب قدر حصی الرمی ) محشی۔



## جمعة الوداع

سوال: {1152} ماہ رمضان المبارک میں جمعہ تو

آتا ہے، مگر جمعۃ الوداع کی کیا اہمیت و فضیلت ہے؟

(محمد غوث الدین قدیر، سلاخ پوری، کریم نگر)

جواب: - جمعہ کے دن کی خصوصی فضیلتیں ہیں، جو احادیث سے ثابت ہیں، (۱)

رمضان المبارک چونکہ خود بھی برکت اور دعاء کی قبولیت کا مہینہ ہے، اس لئے اس ماہ کے جمعہ میں برکت اور قبولیت کی توقع زیادہ ہے، لیکن اس اعتبار سے رمضان کے تمام جمعہ برابر ہیں، آخری جمعہ کی خصوصیت نہیں، اور خاص اس جمعہ کی مستقل طور پر فضیلت ثابت نہیں۔

## رمضان المبارک میں نظام الاوقات کی طباعت

سوال: {1153} رمضان المبارک میں لوگ نظام

الاوقات طبع کر کر تقسیم کرتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رمضان

گزرنے کے بعد ادھر ادھر نالیوں میں یہ نظام الاوقات ڈال

دئے جاتے ہیں، کیا یہ گناہ نہیں؟ اور اس کا گناہ کس پر ہوگا؟

چھاپنے والے پر یا پھینکنے والے پر؟ (فوزیہ جبین، جگتیاں)

جواب: - نظام الاوقات طبع کرانے سے روزہ داروں کو سہولت بہم پہنچتی ہے، اور سحر

وافطار کا وقت معلوم ہوتا ہے، بعض لوگ اس میں افطار کی دعاء اور روزہ کی نیت بھی طبع کرتے ہیں،

اس سے بھی آسانی ہوتی ہے، اس لئے طبع کرنے والوں کو تو بہر حال اس کا اجر و ثواب حاصل

ہوگا، جو لوگ بے احتیاطی سے اسے گندی جگہوں پر ڈال دیتے ہیں، وہ یقیناً غلطی کرتے ہیں،

انہیں چاہئے کہ یا تو وہ اسے محفوظ کر دیں، یا کسی پاک جگہ پر دفن کر دیں۔

(۱) سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۱۰۵۲، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۱۱۲۶، الجامع

للمترمذی، حدیث نمبر: ۱۰۵۲۔ محشی۔

## روزہ رکھائی

سوال:- {1154} آج کل لوگ روزہ رکھائی بڑی دھوم دھام سے کرتے ہیں، کیا یہ عمل درست ہے؟  
(رشید احمد خاں، بھینہ)

جواب:- روزہ رکھائی کے لئے کوئی تقریب منعقد کرنا حدیث سے ثابت نہیں اور نہ ایسی چیزوں میں اسراف و فضول خرچی جائز ہے، البتہ اگر کسی بچہ نے پہلی بار روزہ رکھا ہو، اس کی حوصلہ افزائی اور اس کے اس عمل پر خوشی کے اظہار کے لئے کسی دوست احباب کو افطار پر مدعو کر لیا جائے تو اس کی گنجائش ہے، کیونکہ لوگ اسے دینی کام سمجھ کر عام طور پر نہیں کرتے، بلکہ اس کا مقصد محض مسرت کا اظہار ہے، تاہم ضروری ہے کہ فضول خرچی سے بچتے ہوئے اور تقریب کی شکل دئے بغیر دعوت کا اہتمام کیا جائے، آج کل تو لوگ اخبار میں اس کا اشتہار بھی دیتے ہیں، اور تصویریں بھی شائع کرائی جاتی ہیں، یہ عبادت کی تشہیر ہے، جو عبادت کی روح کے خلاف ہے اور تصویر شائع کرنا تو نیکی کے ایک کام کو گناہ کی گندگی سے آلودہ کرنا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی خلاف شرع باتوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

## بچوں سے روزہ رکھوانا

سوال:- {1155} بچوں کو روزہ کتنے سال کی عمر میں رکھنا ہوگا؟ آج کل بعض بچے چار تا پانچ سال کی عمر میں روزہ رکھتے ہیں، یہ طریقہ صحیح ہے یا غلط؟

(سید زاہد فردین، یاقوت پورہ)

جواب:- روزہ دوسری عبادتوں کی طرح بالغ ہونے کے بعد ہی فرض ہوتا ہے، لیکن جسمانی عبادتوں کا اچانک شروع کرنا اور اس پر کاربند رہنا دشوار ہوتا ہے، اسی لئے بلوغ سے

پہلے ہی ان عبادتوں کی عادت ڈالنی چاہئے تاکہ عبادت فرض ہونے کے بعد اس کی ادائیگی میں دشواری نہ ہو، نماز کے بارے میں تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا باضابطہ حکم دیا کہ بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز پڑھنے کو کہا جائے اور دس سال کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر سرزنش بھی کی جائے، (۱) روزہ کے بارے میں غالباً ایسی کوئی صراحت منقول نہیں، لیکن یہ ظاہر ہے کہ نماز سے زیادہ روزہ کی عادت ڈالنے کی ضرورت پیش آتی ہے، اس لئے بدرجہ اولیٰ بالغ ہونے سے پہلے اس کی عادت ڈالنی چاہئے، اور نماز پر قیاس کرتے ہوئے سات تا دس سال کی عمر سے کچھ روزے رکھوانے چاہئیں، بچوں کے روزہ کے لئے کسی خاص عمر کی تحدید نہیں، اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ اس میں روزہ کو برداشت کرنے کی قوت پیدا ہوگئی ہو اور وہ روزہ کا شعور رکھتا ہو، تاکہ اس کی نیت کر سکے۔

## اکیسواں روزہ

سوال:- {1156} آج کل اس کی نوبت آتی رہتی

ہے کہ ایک شخص سعودی عرب میں رمضان کے پورے تیس

روزے رکھ کر ہندوستان واپس آتا ہے، اور یہاں ایک روزہ

باقی رہتا ہے، ایسی صورت میں اسے کیا کرنا چاہئے؟

(معیّن الاسلام قاسمی، بمبئی)

جواب:- ایسے شخص کو ہندوستان میں مزید ایک روزہ مکمل کرنا چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا

ارشاد ہے کہ ”جو ماہ رمضان کو پائے وہ روزہ رکھے، ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ (۲)

(۱) ”قال رسول الله ﷺ: مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين و

اضربوهم عليها وهم أبناء عشر سنين“ عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده،

(سنن أبي داؤد، حدیث نمبر: ۴۹۵، باب متى يؤمر الغلام بالصلاة) محشی۔

(۲) البقرة: ۱۸۵۔

یہی رائے علماء عرب میں ڈاکٹر وہبہ زحیلی (۱) کی اور علماء ہند پاک میں مفتی عبدالرحیم صاحب لاچپوری اور مفتی تقی عثمانی کی رائے ہے۔ واللہ اعلم۔

## بغیر نماز کے روزہ

سوال:- {1157} ایک صاحب نے اپنے خطبات میں کہا کہ روزوں کے ساتھ نمازوں کی پابندی بھی ضروری ہے، ورنہ روزے فاقہ مار ہوں گے، حالانکہ روزہ اور نماز دو الگ الگ ارکان ہیں۔ کیا خطیب صاحب کی یہ بات درست ہے؟  
(ملک حبیب اللہ خاں، قلعہ گولکنڈہ)

جواب:- فقہی اور قانونی اعتبار سے تو روزہ اس کا درست ہو جائے گا، کیوں کہ روزہ طلوع صبح سے غروب آفتاب تک کھانے پینے وغیرہ سے رکے رہنے کا نام ہے، اور وہ اس سے رکا رہا ہے، لیکن کیا یہ روزہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول بھی ہوگا؟ اگر دوسرے واجبات و فرائض کے انجام دینے اور محرمات و ممنوعات سے بچنے کا اہتمام نہ ہو؟ اس سلسلہ میں تو اللہ ہی کو علم ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے روزہ داروں کے حصہ میں صرف بھوک اور پیاس ہی آتی ہے، (۲) اس پس منظر میں اگر خطیب صاحب کا منشا یہ ہو کہ جو لوگ روزہ رکھتے ہیں اور اس حالت میں بھی نمازوں کا اہتمام نہیں کرتے، اندیشہ ہے کہ ان کے روزے مقبول نہ ہوں، تو یہ کوئی بے جا بات نہ ہوگی، لیکن چوں کہ صراحتاً یہ مضمون قرآن و حدیث میں نہیں آیا ہے، اس لیے یقین کے الفاظ میں یہ بات نہیں کہنی چاہئے، کیوں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے کسی بات کو منسوب کرنے میں احتیاط ضروری ہے۔

(۱) الفقه الإسلامی و أدلتہ ۶۰۷/۲ - مرتب۔

(۲) "عن أبي هريرة ؓ أنه سمع رسول الله ﷺ يقول: رب قائم حظه من قيامه السهر و رب صائم حظه من صيامه الجوع و العطش" (بیہقی ۴/۳۳۹، باب الصائم ینزه صيامه عن اللغو و الشماتة) محشی۔



## سحر و افطار کے احکام

### سحری کا آخری وقت

سوال :- {1158} سحری کا آخری وقت کب تک رہتا ہے؟ کس وقت سحری چھوڑ دینا چاہئے؟  
(محمد و اصف، مرادنگر)

جواب :- صبح صادق طلوع ہونے سے روزہ کا وقت شروع ہوتا ہے، جو وقت ابتداء فجر کا ہے وہی وقت انتہاء سحر کا ہے، دونوں اوقات کے درمیان کوئی حد فاصل نہیں ہے، سحری کو تاخیر سے ادا کرنا مستحب ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم فرمایا ہے، (۱) لیکن اتنی تاخیر بھی نہ ہونی چاہئے کہ رات کا باقی رہنا ہی مشکوک ہو جائے۔

”یکره تأخیر السحر إلى وقت يقع فيه الشك“ (۲)

(۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۵۵۲، محشی۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ: ۱/۲۰۰۔

## مچھلی، انڈا وغیرہ سحری میں کھانا

سوال: - {1159} رمضان شریف میں مرغی، مچھلی،

انڈا، جھینگا، پیٹ کا سامان یعنی اوجھڑی وغیرہ، کیا یہ سب چیزیں سحری میں کھانے کی ممانعت ہے، یا اس سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے؟ (شاہدہ سراج، خلوت)

جواب: - جب تک صبح طلوع نہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ نے تمام حلال چیزوں کے کھانے

کی اجازت دی ہے، کھانے کی اشیاء میں کوئی تفریق نہیں کی گئی کہ کچھ چیزیں کھانے کی اجازت ہو اور کچھ چیزیں کھانے کی اجازت نہ ہو، عوام میں جو اس طرح کی بات مشہور ہو گئی ہے کہ سحری میں انڈا نہیں کھانا چاہئے، اس کی کوئی اصل نہیں۔

## سحر سعودی عرب میں اور افطار ہندوستان میں

سوال: - {1160} اگر کسی نے سعودی عرب میں سحر

کیا ہو اور وہاں سے سفر کر کے ہندوستان آیا ہو تو اسے افطار کس وقت کرنا چاہئے؟ جبکہ ہمارے ملک اور سعودی عرب میں دو گھنٹے کا فرق ہوتا ہے اور بعض ممالک سے تو چار پانچ گھنٹوں کا فرق ہوتا ہے۔ (محمد بن سالم، نزل)

جواب: - سحر و افطار اور دوسری عبادات میں بھی اس جگہ کا وقت معتبر ہوتا ہے جہاں وہ

عبادت انجام دی جا رہی ہو، پس جب افطار ہندوستان میں کر رہے ہیں تو ہندوستان کے وقت کے لحاظ سے ہی افطار کرنا ہوگا چاہے روزہ کے مجموعی اوقات بڑھ جائیں یا کم ہو جائیں۔

## صحبت کے بعد بغیر غسل کے سحری

سوال:- {1161} بیوی سے مباشرت کے بعد سحری

کھانا درست ہے، یا غسل کے بعد ہی سحری کھانا ہے؟

(کلیم اللہ خاں، جگتیاں)

جواب:- صحبت کرنے کے بعد افضل طریقہ یہ ہے کہ کھانا اور دوسرے کام کرنے سے

پہلے غسل کر لے، لیکن یہ ضروری نہیں، بغیر غسل کئے بھی کھا سکتا ہے، رسول اللہ ﷺ سے دونوں باتیں ثابت ہیں، (۱) اس لئے غسل کئے بغیر بھی سحری کھا سکتا ہے۔

## غسل کریں یا سحری کھائیں؟

سوال:- {1162} اگر کسی شخص کو رات میں احتلام

ہو گیا اور فجر کا وقت بھی قریب ہے، اگر غسل کریں تو سحر نہیں

کر سکتے، ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

(بی، ایم، حسین، مشیر آباد)

جواب:- ایسی صورت میں بہتر ہے کہ سحری کھالیں، پھر غسل کر لیں، تاکہ سحری کی سنت

بھی ادا ہو جائے اور نماز فجر سے پہلے پاکی بھی حاصل ہو جائے، فقہاء نے لکھا ہے کہ حالت

جنابت میں کھانے پینے میں کچھ حرج نہیں، البتہ بہتر ہے کہ کھانے پینے سے پہلے کلی کر لیں اور

ہاتھ دھولیں۔

”وإن أراد أن يأكل أو يشرب فينبغي أي

يتمضمض ويغسل يديه ثم يأكل ويشرب“ (۲)

(۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۵۹۲۔ محشی۔

(۲) بدائع الصنائع: ۱/۱۵۱۔

## افطار کے وقت اجتماعی دعاء

سوال :- {1163} جامع مسجد قاضی پیٹ کے مصلیان میں اس بات پر دو گروپ ہو گیا کہ افطار سے پہلے کس طرح دعاء کی جائے، ایک گروہ اجتماعی دعاء کرنا چاہتا تھا اور ایک گروہ انفرادی دعاء کو ترجیح دیتا تھا، اس سلسلے میں حکم شرعی کی رہنمائی کیجئے؟  
(اقبال احمد صوفی، قاضی پیٹ)

دعاء اصل میں انفرادی عمل ہے، یہ خدا اور بندے کے درمیان راز و نیاز اور سرگوشی کا درجہ رکھتی ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے ہر چیز خدا سے مانگنے کا حکم دیا ہے اور ظاہر ہے کہ ہر ایک کی ضرورتیں الگ ہوتی ہیں، بعض ایسی بھی ضرورتیں ہوتی ہیں جن کا بندہ اپنے مالک کے سامنے ذکر کرتا ہے، وہ کسی اور کے سامنے ان کا ذکر نہیں کر سکتا، اسی لئے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا عام معمول انفرادی دعاء کا تھا، خاص خاص مواقع پر اجتماعی دعاء کی جاتی تھی، جیسے قنوت نازلہ، بارش کے لئے دعائاً استسقاء، یا مسلمان کسی خاص آزمائش سے گزر رہے ہوں تو ان کے لئے دعاء، اس لئے اگر افطار سے پہلے معمول بنائے اور لازم سمجھے بغیر کبھی کبھی اجتماعی دعاء کر لی جائے، تو اس کی گنجائش ہے، لیکن اس کو روزانہ کا معمول نہ بنایا جائے، اور اس پر اصرار نہ کیا جائے اور اسے ضروری نہ سمجھا جائے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ایسے مسائل پر باہم نزاع پیدا نہ ہونے دی جائے، دعاء اجتماعی ہو یا انفرادی، زیادہ سے زیادہ مستحب ہے اور اختلاف و انتشار سے بچنا واجب ہے۔ وباللہ التوفیق۔

## مسجد میں افطار

سوال :- {1164} شہر کی بہت سی مسجدوں میں افطار کا نظم ہے، لوگ مسجد میں افطار کرتے ہیں اور مختصر افطار کے



ساتھ ہی مغرب کی نماز ادا کی جاتی ہے، کیا یہ بات آداب مسجد کے خلاف نہیں ہے؟  
(احمد حسن، نظام آباد)

جواب:- افطار میں عجلت مسنون ہے اور نماز مغرب میں بھی عجلت کا حکم دیا گیا ہے، اسی لیے مغرب کی اذان اور جماعت میں زیادہ فصل رکھنا مناسب نہیں، لہذا جماعت پانے کی غرض سے مسجد میں افطار کر لینے کی گنجائش ہے، البتہ دو باتوں کی رعایت کی جائے: اول یہ کہ مسجد میں داخل ہوتے ہوئے اعتکاف کی نیت کر لی جائے، کیوں کہ اعتکاف نفل امام محمدؒ کے قول پر تھوڑی دیر کا بھی ہو سکتا ہے اور معتکف کے لیے مسجد میں کھانے کی بالاتفاق اجازت ہے دوسرے مسجد کو آلودگی سے بچایا جائے، مثلاً چادر وغیرہ بچھالی جائے، مولانا ظفر احمد عثمانی نے ملا علی قاریؒ کی ”مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح“ (۱) کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ مسجد میں کھانے پینے کی کراہت سے افطار کی صورت مستثنیٰ ہے، (۲) اس سے مزید گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

سوال:- آج کل بڑے شہروں میں مسجدوں میں افطار کا رواج ہے، کیا یہ عمل مناسب ہے؟ (عبدالحمید، سعید آباد)

جواب:- مسجد عبادت اور ذکر کی جگہ ہے، کھانا پینا اور سونا عام حالات میں مسجد کے اندر کراہت سے خالی نہیں ہے، اس لئے جو لوگ مسجد کے قریب ہوں اور افطار کر کے بسہولت جماعت میں شریک ہو سکتے ہوں، ان کے لئے بہتر طریقہ یہی ہے کہ گھر میں افطار کریں اور مسجد میں آکر نماز پڑھیں، تاہم چوں کہ افطار بھی ایک طرح کی عبادت ہے، اور مسجد میں افطار کرنے کی ایک مصلحت یہ ہے کہ مغرب کی جماعت فوت نہیں ہوتی، اس لئے مسجد میں بھی افطار کرنے کی گنجائش ہے، البتہ دو باتوں کا لحاظ رکھیں، مسجد میں داخل ہوتے ہوئے اعتکاف نفل کی نیت

(۱) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح : ۵۱۳/۲۔

(۲) اراد الکاظم : ۱۰۳/۳۔

کر لیں، کیونکہ معتکف مسجد میں خورد و نوش کر سکتا ہے، دوسرے مسجد کو آلودگی سے بچانے کا پورا اہتمام کریں، اور اس کی صورت یہ ہے کہ افطار مختصر ہو، اور کوئی کپڑا بچھا کر اس پر افطار کا نظم کر لیا جائے، تاکہ مسجد کے اندر آلودہ ہونے کا کوئی خطرہ نہ رہے۔

## غیر مسلم کی اور بینک کی دعوتِ افطار

سوال :- {1165} رمضان شریف میں اکثر دیکھا جاتا ہے کہ غیر مسلم سیاسی قائدین، تجار، بینک وغیرہ افطار پارٹی کرتے ہیں، جس میں بعض علماء بھی شریک ہوتے ہیں، ظاہر ہے کہ غیر مسلم سیاسی قائدین اور بینک کا پیسہ مشکوک ہے، افطار میں لگائے جانے والے پیسوں کے بارے میں یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ حلال ہیں، تو اس طرح کی افطار پارٹیوں میں شریک ہونا کہاں تک درست ہے؟

(احمد جابری، نظام آباد)

جواب :- دعوتِ غیر مسلم کی بھی قبول کی جاسکتی ہے، اور خود رسول اللہ ﷺ نے بھی غیر مسلموں کی دعوت اور ان کا تحفہ قبول کیا ہے، (۱) پھر یہ کہ غیر مسلم جب تک مسلمان نہ ہو جائے احکام شرعیہ کی تفصیلات کا مکلف نہیں، تجارت اور حلال و حرام کے جو احکام ہیں، ایمان لانے کے بعد انسان اس کا مخاطب بنتا ہے، جب تک ایمان نہ لے آئے یہ احکام اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، اس لئے غیر مسلموں کی دعوت کے بارے میں ذریعہٴ معاش کی تحقیق و تفتیش ضروری نہیں، ہاں کوئی ایسی چیز نہیں کھائی جاسکتی جو بذاتِ خود حرام ہو، اس کی حرمت محض ذریعہٴ

(۱) "أن يهودية أتت النبي ﷺ بشاة مسمومة فأكل منها، فجئى بها فقيل: ألا نقتلها؟ قال: لا، قال: فما زلت أعرفها في لهوات رسول الله ﷺ" عن أنس بن مالك، (صحيح البخاري، حديث نمبر: ۲۶۱۷، باب قبول الهدية من المشركين) محشی۔

کسب کی وجہ سے نہ ہو، جیسے: مردار یا غیر مسلم کا ذبیحہ، البتہ جس مسلمان کا ذریعہ آمدنی حرام ہو، اس کی دعوت قبول کرنے میں احتیاط ضروری ہے، کیونکہ وہ مسلمان ہونے کے بعد تمام شرعی احکام کا مکلف ہے۔

بینک والوں کی دعوت قبول کرنا درست نہیں، کیونکہ ایک تو بینک کا ذریعہ آمدنی یقیناً سود پر مبنی ہے، اور سود کی حرمت و شاعت ظاہر ہے، دوسرے اس سے ایک ایسے ادارہ کا تعاون ہوتا ہے جو سود کا داعی اور نقیب ہے، اور گناہ میں تعاون حرام ہے۔

## افطار میں اسراف

سوال: - {1166} دعوتِ افطار میں عموماً ان لوگوں کو ہی دعوت دی جاتی ہے جو متمول اور دوسروں کو افطار و طعام کرانے کے لائق ہوتے ہیں، غریبوں محتاجوں کو نہیں، یہ رویہ کیسا ہے؟ دوسرے افطار میں جو اسراف نظر آتی ہیں اس کے بارے میں شرعی نقطہ نظر کیا ہے؟

(شہاب الدین دو گھروی، سویٹوالان، نئی دہلی)

جواب: - اسلام کا مزاج یہ ہے کہ ایسے مواقع پر غرباء کو ضرور ہی یاد رکھا جائے، محض متمول لوگوں کو کھلانا اور متمول کی نمائش کرنا اور غریب مسلمانوں کو نظر انداز کر دینا اخوتِ ایمانی کے خلاف ہے، اس لئے ایسا نہیں کرنا چاہئے، رسول اللہ ﷺ نے ایسے ولیمہ کو بدترین ولیمہ قرار دیا ہے جس میں غریب بھائیوں کو نہ پوچھا جائے، (۱) اسراف کے مذموم ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ خود قرآن مجید نے ایک سے زیادہ مواقع پر اس سے منع فرمایا ہے، (۲) اس لئے افطار میں بھی اسراف مناسب نہیں، البتہ شریعت نے اعتدال اور اسراف کے لئے کوئی پیمانہ مقرر

(۱) سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۲۳۵۶۔ الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۶۹۲۔ محشی۔

(۲) الانعام: ۱۴۱، الاعراف: ۳۱، الغافر: ۲۶، یونس: ۸۳، ۸۴۔ محشی۔



نہیں کیا ہے اور نہ ہی ایسا کیا جانا ممکن ہے، اس لئے ہر زمانہ کے حالات سوسائٹی کے خورد و نوش کے معیار اور اس کے مروجہ طریقوں کو سامنے رکھ کر احتیاط کے ساتھ کسی چیز پر اسراف کا حکم لگانا چاہئے۔

## اگر بس میں افطار کا سامان نہ ہو

سوال :- {1167} حالت سفر میں بس میں افطار کا وقت ہو گیا، روزہ افطار کرنے کے لئے نہ کھجور ہے اور نہ پانی، تو کیا کیا جائے؟ (عبداللہ صدیقی)

جواب :- اصل میں تو روزہ دار کو پہلے سے اہتمام کرنا چاہئے کہ اس کے پاس افطار کے لئے کوئی چیز موجود ہو، لیکن اگر غفلت ہو گئی تو یہ ایک مجبوری کی حالت ہے، اس کے سوا چارہ نہیں کہ آگے جہاں کچھ کھانے پینے کی چیز مل جائے وہاں روزہ افطار کر لے۔

## جس کی آمدنی مشکوک ہو، اس کی دعوت افطار

سوال :- {1168} رمضان المبارک میں ثواب کی نیت سے اکثر افطار، یا کھانے کی دعوت روزہ داروں کو دی جاتی ہے، بعض مرتبہ میزبان کی کمائی، یا تو دو نمبر کی ہوتی ہے، یا کم سے کم مشکوک ہوتی ہے، اگر دعوت قبول نہ کی جائے تو دل شکنی اور کدورت کا اندیشہ ہے، ایسی صورت میں حکم شرعی کیا ہے؟ (سید صابر علی چشتی، ناندیڑ)

جواب :- اگر کسی مسلمان کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ اس کا ذریعہ آمدنی حلال ہے، یا حرام؟ تو بحیثیت مسلمان اس کے بارے میں حسن ظن سے کام لیتے ہوئے دعوت قبول کرنی چاہئے، اگر اس کی آمدنی ناجائز ہو، یا آمدنی کا غالب حصہ ناجائز ہو، تو اس کی دعوت قبول



کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے اور اس کی تذلیل کے درپے ہوئے بغیر تنہائی میں اسے دعوت قبول نہ کرنے کی وجہ سمجھا دینی چاہئے، تاکہ اسے عبرت ہو، اگر وقتی طور پر اسے ناگوار بھی گزرے تو آئندہ انشاء اللہ وہ آپ کی مجبوری کو سمجھنے پر مجبور ہوگا، اگر اس کی آمدنی کا غالب حصہ حرام و ناجائز ہو، لیکن جس پیسے سے دعوت کر رہا ہے، معلوم ہے کہ خاص وہ پیسہ حلال ذریعہ سے حاصل شدہ ہے تو اس دعوت میں ایسے لوگ شریک ہو سکتے ہیں جو ”مقتدی“ کا درجہ نہ رکھتے ہوں، علماء اور خواص کو ایسی دعوتوں سے بھی گریز کرنا چاہئے، فقہ کی کتابوں میں صراحت کے ساتھ یہ تفصیل موجود ہے (۱) البتہ بلا وجہ کسی مسلمان کے بارے میں بدگمانی بھی درست نہیں اور اگر درست طریقہ پر معلوم ہو، تو الجھاؤ پیدا کئے بغیر تساہل بھی درست نہیں، تاکہ معاشرہ میں ایسے لوگوں کو عبرت ہو اور وہ اس سے بچنے کا اہتمام کریں۔

## دعوت افطار میں غریبوں کو نظر انداز کر دینا

مولانا: - {1169} ماہ رمضان میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ مسلم روزہ دار حضرات افطار پارٹیوں کا اہتمام کرتے ہیں اور غریب مسلمانوں کو نظر انداز کر کے غیر مسلم اعلیٰ عہدیداروں اور نامور شخصیتوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دعوت افطار دیتے ہیں، کیا ایسا کرنا درست ہے؟  
(شیخ احمد، نظام شوگر فیکٹری، شکر نگر)

جواب: - دعوت افطار میں غیر مسلموں کو مدعو کرنا بھی جائز ہے، رسول اللہ ﷺ نے خود بہت سے غیر مسلموں کو اپنا مہمان بنایا ہے (۲) اور غریب مسلمانوں کی رعایت بھی ضروری ہے،

(۱) الفتاویٰ الہندیہ: ۳۴۳/۵، کتاب الکراہیۃ۔

(۲) الدر المنثور فی التفسیر المأثور: ۱۸۱/۵۔ محشی۔

صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵۳۶۴، نیز دیکھئے: جمع الفوائد: ۱/۲۹۴۔ مرتب۔

ان کو بھی مدعو کرنا چاہئے، اگر غیر مسلم عہدیداروں کو محض خوشنودی اور چا پلوسی میں مدعو کیا جائے اور ذاتی مفاد پیش نظر ہو، تو اس پر شاید کوئی اجر و ثواب نہ ہو اور اگر ان کو مدعو کرنے کا مقصد اسلام اور مسلمانوں سے مانوس کرنا ہو، دین حق کی طرف متوجہ کرنا اور مسلمانوں کے تئیں غلط فہمیوں کو دور کرنا ہو تو ان کی دعوت کرنا باعث اجر ہے، لیکن بہر حال غریب مسلمان بلکہ حسب گنجائش غریب غیر مسلم بھائیوں کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے، اور رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ بدترین ولیمہ وہ ہے جس میں مالداروں کو بلایا جائے اور غریبوں کو نظر انداز کر دیا جائے، (۱) ظاہر ہے کہ جب یہ حکم ولیمہ کے بارے میں ہے تو دعوت افطار کے بارے میں بدرجہ اولیٰ ہوگا، کیونکہ دعوت نکاح کے مقابلہ میں دعوت افطار کے اندر عبادت اور مذہبیت کا پہلو زیادہ ہے۔

## کس چیز سے افطار مستحب ہے؟

مولانا:- {1170} کیا افطار کے وقت کھجور نہ ہو تو کم از

کم نمک سے افطار ضروری ہے؟ کیا یہ حدیث سے ثابت ہے؟  
(س، ج، سنتوش نگر)

جواب:- نمک پر افطار کرنے سے متعلق روایت میری نظر سے نہیں گذری اور غالباً کسی

صحیح حدیث میں اس طرح کی بات نہیں آئی، صحیح حدیثوں میں کھجور اور پانی پر افطار کا ذکر آیا ہے، چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

”رسول اللہ ﷺ نماز مغرب سے پہلے چند تر کھجوروں سے افطار فرمایا کرتے تھے، اگر یہ میسر نہ ہوتے تو چند گھونٹ پانی

(۱) ”عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: شر الطعام طعام الوليمة يدعى لها الأغنياء ويترك الفقراء الخ“ (صحيح البخاري، حدیث نمبر: ۵۱۷۷، باب من ترك الدعوة فقد عصي الله ورسوله) بحشی۔

نوش فرمالتے“ (۱)

امام ترمذی نے مزید یہ بھی لکھا ہے کہ جاڑے کے موسم میں آپ ﷺ کا معمول مبارک کھجوروں سے افطار کا تھا اور گرما میں پانی سے۔ (۲)

## افطار کس چیز سے کرے؟

سوال:- {1171} بعض لوگ کھجور رہنے کے باوجود نمک سے روزہ افطار کرتے ہیں، اور بعض لوگ پانی سے، افطار کس چیز سے کرنا چاہئے؟ (کوثر النساء، جہاں نما)

جواب:- حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرے، تو کھجور سے افطار کرے کہ یہ باعث برکت ہے، اگر کھجور نہ ہو، تو پانی سے افطار کر لے کہ یہ پاک ہے“ (۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی اس مضمون کی روایت منقول ہے، لیکن اس میں یہ ہے کہ چند تر کھجوروں سے افطار کر لے، اگر میسر نہ ہو تو چند سوکھی کھجوروں سے، اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو چند گھونٹ پانی سے، (۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے بعض اوقات دودھ سے بھی روزہ افطار کیا ہے، (۵) ایک ضعیف روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ تین کھجوروں یا کسی ایسی چیز پر افطار کرنا پسند کرتے، جو آگ پر پکی ہوئی نہ ہو، (۶) اس لئے

(۱) سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۲۳۵۶، الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۶۹۶۔

(۲) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۶۹۶، باب ماجاء ما يستحب عليه الافطار۔

(۳) مشکوة المصابیح، حدیث نمبر: ۱۹۹۰۔

(۴) سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۲۳۵۶۔ محشی۔

(۵) مجمع الزوائد ۱۵۶/۳۔

(۶) حوالہ سابق: ۱۵۵/۳۔

اہل علم نے کھجور، یا پانی سے افطار کو مسنون قرار دیا ہے، (۱) نمک پر افطار کرنے کی بات بے اصل معلوم ہوتی ہے کہ حدیثوں میں کہیں اس کا ذکر نہیں، مذکورہ حدیثوں سے ظاہر ہے کہ کھجور نہ ہو، تو پانی سے افطار کرنا چاہئے، کھجور موجود ہو تو کھجور سے افطار بہتر ہے۔

## افطار اور نماز مغرب کے درمیان فاصلہ

سوال: - {1172} رمضان المبارک میں مغرب کی

جماعت میں کس قدر تاخیر کی جاسکتی ہے؟

(ابوصالح، یا قوت پورہ)

جواب: - مغرب کی نماز میں جہاں تک ممکن ہو، عجلت کرنا مستحب ہے، لیکن فقہاء نے

کسی ضرورت یا عذر کے تحت تاخیر کی بھی اجازت دی ہے، ان اعذار میں ایک اس کو بھی شمار کیا ہے کہ آدمی کھانے کی حالت میں ہو:

”والأصح أنه يكره إلا من عذر كالسفر و

الكون على الأكل و نحوهما“ (۲)

اس لئے افطار کی وجہ سے تھوڑی سی تاخیر میں حرج نہیں، البتہ اتنی تاخیر نہ ہو کہ تارے نکل

آئیں، کہ یہ مکروہ ہے، اور اس سے منع کیا گیا ہے۔ (۳)

## ایک کھجور پر افطار

سوال: - {1173} صرف ایک کھجور سے روزہ افطار

(۱) احیاء العلوم: ۱/۱۵۵۔

(۲) کبیری: ص: ۳۳۷۔

(۳) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۶۹۹، صحیح البخاری: ۱/۲۶۳، صحیح مسلم: ۳۵۰/۱۔



کر کے نماز پڑھنا صحیح ہے؟

(حسن بن صالح الحامد، گرامٹ کال)

جواب:- کچھ کھاپی کر روزہ افطار کر لینا مسنون ہے، اس لئے کہ حضور ﷺ نے اس کی کوئی خاص مقدار متعین نہیں کی ہے، اگر کوئی شخص اپنی ناداری کی وجہ سے یا طبعی تقاضہ کی وجہ سے ایک کھجور کھانے پر اکتفا کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، ہاں! اسے واجب خیال نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ جو بات شریعت میں واجب نہ ہو یا جس مسئلہ میں اللہ تعالیٰ نے سہولت رکھی ہو اس میں کسی ایک پہلو کو واجب قرار دینا یا تنگی برتنا جائز نہیں ہے۔

## ہوائی جہاز میں افطار

سوال:- {1174} ہوائی جہاز میں جس علاقہ سے گذرنا ہوتا ہے، اس علاقہ کے لحاظ سے افطار کا وقت ہو جاتا ہے، لیکن چونکہ جہاز بلندی پر ہوتا ہے، اس لئے سورج نظر آتا رہتا ہے، ایسی صورت میں افطار کس لحاظ سے کرنا چاہئے؟  
(محمد عبد المجید، جدہ)

جواب:- افطار اس وقت کرنے کا حکم ہے، جب سورج غروب ہو چکا ہو، جب تک سورج موجود ہو افطار کرنا درست نہیں ہوگا، سورج کا باقی رہنا اور ڈوب جانا، اس مقام کے اعتبار سے ہے، جہاں روزہ دار ہو، اگر زمین پر ہو تو زمین کے اعتبار سے حکم ہوگا اور فضاء میں ہو تو فضاء کے اعتبار سے حکم ہوگا، جب روزہ دار فضاء میں ہے، اور وہاں سورج غروب نہیں ہوا ہے، تو اس کے لئے ابھی روزہ افطار کرنا درست نہیں ہوگا، اور روزہ افطار کر لے تو قضاء و کفارہ واجب ہوگا۔

## افطار کرانے کی فضیلت

سوال :- {1175} میری خالہ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں رمضان میں تم کو کچھ رقم دوں گی کہ ہمارے گھر کے ایک ممبر کی طرف سے ان کو روزہ کا اجر ملے، چنانچہ میرے گھر کے لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر آپ نے ان کے پیسوں سے افطار اور سحری وغیرہ کیا تو آپ کے روزہ اور تراویح وغیرہ کا پورا اجر ان کو مل جائے گا، کیا یہ صحیح ہے؟ (روبینہ بیگم، جہاں نما)

جواب :- اگر آپ کی خالہ نے آپ کے لئے افطار وغیرہ کا نظم کیا تو آپ کے روزہ و تراویح کے اجر میں کچھ کمی ہوئے بغیر ان کو بھی انشاء اللہ آپ کے روزہ کا اجر حاصل ہوگا، رسول اللہ ﷺ نے روزہ دار کو افطار کرانے والوں کے لئے یہی اجر بتایا ہے، (۱) اور ظاہر ہے کہ اللہ کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں ہے، اس لئے آپ اپنی خالہ سے مدد لے سکتی ہیں۔

## افطار اور نماز میں غیر مسلم بھائیوں کی شرکت

سوال :- {1176} نماز افضل ترین عبادت ہے نہ کہ تماشہ، لیکن بارہا دیکھا گیا ہے کہ قومی یکجہتی کے شوق میں بعض وقت غیر مسلم حضرات کو چاہے وہ لیڈر ہوں یا منسٹر، شریک نماز کر لیا جاتا ہے، خاص طور پر رمضان کی افطار پارٹیوں میں اکثر یہ تماشہ ہوتا رہتا ہے، تو کیا یہ بے ادبی نہیں ہے؟ (میر یوسف علی، محبوب نگر)

جواب :- غیر مسلم بھائیوں کو افطار کی دعوت دینے میں کوئی حرج نہیں، رسول اللہ ﷺ

نے غیر مسلموں کو مدعو کیا ہے (۱) اور خود بھی ان کی دعوت قبول فرمائی ہے، (۲) ان سے یہ تقاضا کرنا کہ وہ نماز میں شریک ہوں، نادرست بھی ہے اور نامعقول بھی، لیکن اگر کوئی غیر مسلم بطور خود مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک ہو جائے تو اسے شرکت سے روکنا اسلامی اخلاق کے مغائر بھی ہے اور اس سے اس کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کے تئیں نفرت بھی پیدا ہو سکتی ہے، اس لیے اس سے روکنا نہیں چاہئے، بلکہ دعاء کرنی چاہئے کہ ”اھدنا الصراط المستقیم“ کی دعاء اس کے حق میں مقبول ہو جائے، و ما ذلک علی اللہ بعزیز“ اس کی وجہ سے دوسرے نمازیوں کی نماز میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منافقین نماز پڑھا کرتے تھے، یہ مسلمان نہیں تھے، اور حضور ﷺ ان کے نفاق سے اچھی طرح واقف بھی تھے، پھر بھی آپ ﷺ نے کبھی ان کو اس سے منع نہیں فرمایا (۳) چنانچہ ان میں سے بہت لوگ بدرجہ دامن اسلام میں آ گئے۔



- (۱) صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۵۳۶۴، نیز دیکھئے: جمع الفوائد: ۱/۲۹۴، الدر المنثور فی التفسیر المأثور: ۵/۱۸۱۔ مرتب۔
- (۲) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۳۸۱، باب: خرص التمر، حدیث نمبر: ۲۶۱۶، ۲۶۱۷، مرتب۔
- (۳) الدر المنثور فی التفسیر المأثور: ۶/۶۸۲، ذیل سورة الماعون۔ مرتب۔

## نذر کے روزے وغیرہ

### روزہ کی نذر

سوال:- {1177} ایک شخص نے اللہ سے منت مانی کہ اگر شادی صحیح سلامت ہوگئی تو شادی کے بعد میاں بیوی مل کر آٹھ روزے رکھیں گے، اگر کسی بات سے چار ہی روزے رکھے پھر کچھ دنوں کے بعد تین روزے رکھ لئے اور ایک روزہ باقی ہے، تو کیا ایک روزہ رہنا ضروری ہے؟

(سیدہ ریحانہ بیگم، باغ امجد الدولہ)

جواب:- آدمی جس جائز چیز کی نذر مانے، اس کا پورا کرنا واجب ہے، چنانچہ حضرت

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”من نذر أن يطيع الله فليطعه ومن نذر أن

يعصى الله فلا يطعه“ (۱)



”جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے قبیل سے کسی بات کی نذر مانی، اس کو اس کی تکمیل کرنی چاہئے، اور اگر کسی گناہ کی بات کی نذر مان لے تو اس کو پورا نہیں کرنا چاہئے۔

اس لئے آپ دونوں پر آٹھ روزے پورا کرنا واجب ہے، اگر آپ نے مطلق آٹھ روزہ رکھنے کی نیت کی تھی، تو باقی ایک روزہ رکھ لینا کافی ہے، اور اگر مسلسل آٹھ روزے رکھنے کی نیت کی تھی، تو دوبارہ آٹھ روزے مسلسل رکھنے ہوں گے۔ (۱)

## کیا نذر میں نماز و روزہ کا تسلسل سے رکھنا ضروری ہے؟

سوال :- {1178} زید نے سورکعت نفل نماز اور چھ نفل روزوں کی نذر مانی تھی، تو کیا سورکعت نمازیں ایک ساتھ پڑھنی ضروری ہے؟ یا تھوڑی تھوڑی الگ الگ وقت میں ادا کی جاسکتی ہے؟ اور روزہ بھی کیا وقفہ وقفہ سے رکھے جاسکتے ہیں؟ (ش، ا، ع، نظام آباد)

جواب :- اگر سورکعت نماز کی نذر مانی ہو تو اسے وقفہ کے ساتھ بھی ادا کیا جاسکتا ہے، یہی حال روزوں کا بھی ہے، اگر مسلسل روزوں کی نیت نہیں تھی، بلکہ مطلق چھ روزوں کی نیت کی تھی، تو روزہ میں تسلسل ضروری نہیں ہوگا۔

”ولو قال صوم شهر یعنی أن التزم التتابع  
لزم، وإن أطلق لا يلزمه التتابع“ (۲)

(۱) دیکھئے: الفتاویٰ قاضیخان علی ہامش الہندیۃ: ۱۶/۲، البحر الرائق: ۲/۲۹۷۔

(۲) الفتاویٰ البزازیۃ علی ہامش الفتاویٰ الہندیۃ: ۳/۲۶۹۔

## نفل روزے کی نیت کر کے روزہ نہیں رکھ سکا؟

سوال:- {1179} زید نے نفل روزہ رکھنے کی نیت کی

تھی، اب اسے روزہ رکھنے کا وقت نہیں مل رہا ہے، ان حالات میں وہ ان روزوں کو کس طرح رکھے؟

(شہباز آصف، مقام غیر مذکور)

جواب:- اگر آپ نے صرف دل میں ارادہ کیا تھا کہ روزہ رکھیں گے تب تو آپ کو اختیار ہے چاہیں تو روزہ رکھ لیں یا نہ رکھیں اور اگر آپ نے زبان سے کہا تھا کہ میں اللہ کے لیے روزہ رکھوں گا، تو اب یہ نذر ہے اور نذر کی وجہ سے روزہ یا کوئی نیک عمل جس کی نذر مانی جائے واجب ہو جاتا ہے، اگر روزہ رکھنے پر قادر ہو تو روزہ رکھنا واجب ہے اور اگر روزہ رکھنے پر قادر نہیں ہو اور آئندہ بھی اس کی امید نہ ہو کہ آپ روزہ رکھ سکیں گے تو پھر فدیہ ادا کرنا واجب ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی شخص نذر مان چکا ہو اور وہ نہیں رکھ پایا، اب زندگی سے مایوس ہو چکا ہے تو اس پر واجب ہے کہ اپنے ورثاء کو فدیہ ادا کرنے کی وصیت کر جائے۔ (۱)



## نفل روزے

### سوال کے چھ روزوں کا حکم

سوال :- {1180} ہمارے قصبہ کے ایک عالم دین

سوال کے چھ روزوں کی اہمیت بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کی تکمیل نہ کرنے پر رمضان کے روزے ادھر لٹک کر رہ جاتے ہیں اور جب تک ان چھ روزوں کی تکمیل نہیں ہو جاتی ثواب نہیں ملتا؟ (سید خواجہ معین، سدا سیو پیٹ)

جواب :- سوال کے چھ روزے جائز یا زیادہ سے زیادہ مستحب ہیں، نہ فرض ہیں اور نہ

واجب، اس لئے یہ کہنا کہ روزہ رمضان کا اجر ان روزوں پر موقوف رہتا ہے، درست نہیں، یا تو موصوف سے مغالطہ ہو گیا ہے یا خود آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، فضائل پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ شریعت میں جس عمل کا جو درجہ ہو اس کو اسی درجہ پر رکھا جائے، کسی عمل کے لئے جو اہمیت ثابت ہے، اگر اس کو اس سے زیادہ اہمیت دے دی جائے تو یہ بھی بدعت ہے۔

## رمضان المبارک کے علاوہ روزے

سوال :- {1181} رمضان المبارک کے علاوہ کن

دنوں کے روزے رکھنا واجب ہے؟ اور کیا ان روزوں کے سحر

وافطار کی نیت اور رمضان کے روزوں میں کچھ فرق ہے؟

(فیروز خاں، پھولانگ، نظام آباد)

جواب :- رمضان المبارک کے روزے کے سوا کوئی اور روزہ فرض نہیں، اور نہ کوئی اور

روزہ مستقل طور پر واجب ہے، البتہ اگر روزہ کی نذر مان لی جائے، تو وہ واجب ہو جائے گا، اسی

طرح بعض غلطیوں کے کفارہ کے طور پر روزہ رکھنا واجب ہوتا ہے، رمضان المبارک کے روزوں

کی نیت صبح میں بھی کی جاسکتی ہے، لیکن ان روزوں کی نیت رات ہی میں کر لینا واجب ہے، (۱)

رمضان المبارک میں روزہ رکھ کر بلا عذر توڑ دیا جائے تو کفارہ واجب ہے، دوسرے روزے بھی

بلا عذر شروع کرنے کے بعد نہیں توڑنا چاہئے، لیکن توڑ دے تو کفارہ واجب نہیں؛ البتہ سحر و افطار

کے لئے نیت ضروری نہیں نہ رمضان المبارک میں نہ دوسرے روزوں میں، باقی احکام تمام

روزوں کے قریب قریب یکساں ہیں۔

## جمعہ کو نفل روزہ

سوال :- {1182} جمعہ کے دن نفل روزے رکھنے کا

کیا حکم ہے؟ (محمد عبدالوکیل ناصر، بازار سلیمان جاہ)

جواب :- بعض روایتوں میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے

منع فرمایا، (۲) جب کہ بعض روایات میں دوسرے دنوں کے ساتھ ملا کر روزہ رکھنے کا ذکر آیا

(۱) "فلا يجوز إلا بنية من الليل" (الهداية: ۱/۱۹۳) بخشی۔

(۲) سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۲۴۲۰۔ بخشی۔



ہے، (۱) اس لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ تنہا جمعہ کو روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے، البتہ جمعرات یا ہفتہ کا روزہ اس کے ساتھ ملا کر رکھا جائے تو حرج نہیں:

”کرہ صوم یوم الجمعة إلا أن يضم إليه یوم قبله  
أو بعده كما في الحديث ... النهی للتنزیه“ (۲)

## عشرہ ذی الحجہ میں روزہ

سوال:- {1183} ذوالحجہ کے مہینے میں کیا روزہ رہنا

چاہئے؟ اگر رہنا چاہئے تو کتنے اور کون کون سی تاریخ کو رہنا

چاہئے؟ (محمد جہانگیر الدین طالب، باغ امجد الدولہ)

جواب:- یوں تو ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں دس ذی الحجہ کو چھوڑ کر بقیہ نو دنوں روزہ رکھنا

باعث اجر ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”عشرہ ذی الحجہ سے بڑھ کر کسی دن کی عبادت اللہ تعالیٰ کو

محبوب نہیں، ان میں سے ہر دن کا روزہ ایک سال کے

روزے کے برابر اور ہر شب کی عبادت شب قدر کی عبادت

کی طرح ہے“ (۳)

اس روایت پر محدثین نے کلام کیا ہے، لیکن اس مضمون کی اور روایتیں بھی ہیں، (۴)

جن سے اس کو تقویت پہونچتی ہے، خاص طور پر یوم عرفہ یعنی ۹/ ذی الحجہ کے روزہ کی بڑی

فضیلت آئی ہے:

(۱) سنن أبي داود، حدیث نمبر: ۲۳۲۲۔ محشی۔

(۲) طحطاوی علی مراقی الفلاح: ص: ۳۱۵۔

(۳) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۷۵۸۔

(۴) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۷۴۹۔ محشی۔

”حضرت ابو قتادہ ؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے

ارشاد فرمایا کہ میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ یوم عرفہ کا روزہ

گزشتہ اور آئندہ سال کے لئے کفارہ بن جائے گا“

امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اسے ”حسن“ یعنی مستند و معتبر قرار دیا

ہے، (۱) چنانچہ اس کے مستحب ہونے پر تمام فقہاء متفق ہیں۔ (۲)

## تنہا ایک نفل روزہ

مولانا:- {1184} نفل روزہ صرف ایک دن رکھ سکتے

ہیں، جیسے پندرہ شعبان کا روزہ ہے، یا یوم عاشوراء کے روزہ کی

طرح ہر نفل روزہ میں ایک دن ملا کر رکھنا چاہئے؟

(میر احمد علی جاوید، علی بلڈرس، نام پبلی)

جواب:- یوم عاشوراء کو چونکہ یہودی بھی روزہ رکھا کرتے تھے، اس لئے یہودیوں کی

مماثلت سے بچنے کی غرض سے، ۱۰/ محرم کے ساتھ ۹/ یا ۱۱/ کا روزہ ملا کر رکھنے کا حکم دیا گیا ہے،

دوسرے نفل روزوں کے ساتھ روزہ ملا کر رکھنا ضروری نہیں، پندرہ شعبان کو تنہا روزہ رکھا جاسکتا

ہے، کیونکہ حدیث میں صرف اسی تاریخ کا ذکر آیا ہے، اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ سے پیر اور

جمعرات کے روزہ کی فضیلت ثابت ہے (۳) یوم عرفہ کے روزہ کی فضیلت منقول ہے (۴) ظاہر

ہے کہ یہ تنہا روزے ہیں، آپ ﷺ نے ان کے ساتھ ایک روزہ ملانے کا حکم نہیں فرمایا ہے، اس

لئے یوم عاشوراء کے روزہ کے علاوہ جو دوسرے نفل روزے ہیں، وہ سب تنہا بھی رکھے جاسکتے

(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۷۴۹۔ باب ماجاء فی فضل الصوم یوم عرفہ۔

(۲) کتاب الفقہ: ۵۰۵/۱۔ محشی۔

(۳) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۷۴۵۔

(۴) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۷۴۹۔

ہیں، اسی طرح بعض روایات میں تنہا جمعہ کے روزہ کو پسند نہیں کیا گیا ہے، اس لیے اس دن کے ساتھ بھی ایک دن ملا لینا چاہئے۔

## نفل روزے

مولانا: {1185} رمضان المبارک کا روزہ فرض

ہے، لیکن محرم کے دو روزے، شب برأت کے دو روزے، عید

الاضحیٰ کا روزہ اور دیگر روزوں کی حقیقت کیا ہے؟

(فیض احمد، کھوپولی، رائے گڈھ)

جواب:۔ آپ نے جن نفل روزوں کا ذکر کیا ہے، حدیث میں ان کا ذکر موجود ہے،

نویں محرم، اور یکم ذوالحجہ سے نو تاریخوں تک کے روزوں کا ذکر تو صحاح ستہ میں سے مختلف کتابوں

میں صراحت و صحت کے ساتھ منقول ہے، (۱) البتہ ۱۵ شعبان کے روزوں کا ذکر صحاح ستہ میں

نہیں ہے، لیکن بعض روایات اس سلسلہ میں بھی موجود ہے، حضرت علی ؓ کی ایک روایت میں

ہے کہ پندرہویں شب شعبان میں نماز پڑھو اور دن میں روزہ رکھو۔ ”قوموا لیلتها و صوموا

یومہا“ (۲) البتہ پندرہویں شعبان کو دو دنوں کا روزہ نہیں ہے ایک ہی دن کا روزہ ہے، دو

روزوں کا حکم آپ ﷺ نے خاص یوم عاشوراء کے سلسلہ میں دیا تھا، اس دن یہود بھی روزہ رکھتے

تھے، آپ کو جب اس کا علم ہوا تو ان کے تخبہ سے بچنے کے لئے دسویں محرم کے ساتھ ایک اور

روزہ ملا کر رکھنے کا حکم دیا، (۳) فی زمانہ جب کہ یہود اس دن روزہ نہیں رکھتے، خیال ہوتا ہے کہ

صرف ۱۰ محرم کو بھی روزہ رکھ لیا جائے تو قباحات نہیں، ہاں! احتیاط دو روزے رکھنے میں ہے، یہ

اور اس طرح کے حدیث سے ثابت دوسرے روزے نفل ہیں اور باعث ثواب۔

(۱) دیکھئے: الجامع للترمذی مع العرف الشذی: ۱/۱۵۲۵۔

(۲) کنز العمال: ۲۶۹/۱۳، لیلۃ النصف من شعبان، حدیث نمبر: ۱۲۸۳۔

(۳) کتاب الفقہ: ۵۵/۲۔ محشی۔

## پیر کے دن کا روزہ

سوال :- {1186} دارالسلام میں منعقدہ جلسہ رحمة للعالمین ﷺ میں ایک مولانا نے کہا کہ ”رسول اللہ ﷺ سے صحابہ ﷺ نے دریافت کیا کہ وہ ہر پیر کو روزہ کیوں رکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میں پیر کے دن پیدا ہوا تھا“

بتائیں کہ اس حدیث کا حوالہ کیا ہے؟ نیز کیا حضور ﷺ ہر پیر کو روزہ رکھتے تھے؟ (محمد عادل، ریڈ ہلز)

جواب :- رسول اللہ ﷺ کا معمول مبارک پیر کے دن روزہ رکھنے کا تھا، اس لیے اس دن روزہ رکھنا مستحب ہے، اسی دن روزہ رکھنے کی کیا وجہ تھی؟ اس سلسلہ میں پیر کے دن کی دو خصوصیات خود آپ ﷺ سے منقول ہیں: اول یہ کہ اسی دن آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی، چنانچہ حضرت ابو قتادہ ؓ سے روایت ہے:

’سئل رسول اللہ ﷺ من صوم الاثنين؟ فقال: فيه ولدت وفيه أنزل علي‘ (۱)

دوسرے حضرت ابو ہریرہ ؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پیر اور جمعرات کے دن انسانوں کے اعمال خدا کے حضور پیش کیے جاتے ہیں، تو میں پسند کرتا ہوں کہ روزہ کی حالت میں میرے اعمال پیش کیے جائیں:

”عن أبي هريرة ؓ أن رسول الله ﷺ قال: تعرض الأعمال يوم الاثنين والخميس“



فأحب أن يعرض عملي و أنا صائم " (۱)

کتب احادیث میں کئی روایتیں اسی مضمون کی وارد ہوئی ہیں، بعض صحابہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ عمل ثابت ہے، اور اس بابت دریافت کیے جانے پر انہوں نے اس کی وجہ یہی بتائی کہ پیر اور جمعرات کو خدا کے حضور اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ (۲)



(۱) الجامع للترمذی، حدیث نمبر: ۴۷۴۔

(۲) ملاحظہ ہو: سنن أبی داؤد، حدیث نمبر: ۲۴۳۶۔

## اعتکاف کے مسائل

### اعتکاف کی افضل جگہ

سوال:- {1187} اعتکاف کی افضل جگہ کون سی ہے؟

(زاہد مرزا، یا قوت پورہ)

جواب:- اعتکاف یوں تو کسی بھی مسجد میں ہو سکتا ہے، جس میں نماز، پنجگانہ ادا کی جاتی

ہو، لیکن سب سے افضل مسجد حرام (مکہ مکرمہ) میں، پھر مسجد نبوی میں، اس کے بعد مسجد اقصیٰ میں اور ان مساجد کے بعد جامع مسجد میں اعتکاف کرنا ہے:

”فأفضل الاعتكاف أن يكون في مسجد

الحرام، ألخ. (۱)

### زنجیری اعتکاف

سوال:- {1188} اعتکاف سنت اکیس رمضان سے

شوال کے چاند دیکھنے تک ایک ہی شخص کے بیٹھنے کے بجائے  
کئی احباب یکے بعد دیگرے زنجیری طور پر بیٹھیں، تو کیا محلہ  
والوں پر سے اعتکاف کی ذمہ داری ادا ہو جائے گی؟  
(محمد عبد الحفیظ، مولا علی)

جواب:- اعتکاف سنت یہ ہے کہ ایک ہی شخص بیس رمضان کو غروب آفتاب سے پہلے  
مسجد میں داخل ہو جائے، اور ہلال عید طلوع ہونے تک اعتکاف کی حالت میں رہے، (۱) مختلف  
دنوں میں مختلف لوگ بیٹھیں تو یہ اعتکاف نفل ہوگا، اس سے اعتکاف سنت ادا نہیں ہوگا، اور اہل  
محلہ پر اس کی ذمہ داری باقی رہے گی۔

## اگر اعتکاف فاسد ہو جائے؟

سوال:- {1189} عشرہ اخیرہ میں کوئی شخص اعتکاف  
سنت کی نیت سے بیٹھا پھر اس سے اعتکاف فاسد ہو گیا، ایسی  
صورت میں اس پر قضاء ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتنے دنوں کی  
کیا پورے عشرہ کی یا چوبیس گھنٹے کی؟  
(ضیاء الاسلام، سری رنگا ورم)

جواب:- اگر رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ کا مسنون اعتکاف ٹوٹ گیا، تو اب یہ  
اعتکاف سنت باقی نہ رہا، بلکہ اعتکاف نفل ہو گیا، اس لئے اسے پورے دس دن کے اعتکاف کی  
قضاء کرنی ضروری نہیں، ایک دن کی قضاء کر لے تو یہ کافی ہے، اسی رمضان میں کر لے، یا رمضان  
کے بعد کبھی ایک دن نفل روزہ رکھ کر اعتکاف کر لے، دونوں صورتیں درست ہیں، یہ امام ابو حنیفہؒ  
اور امام محمدؒ کے قول پر ہے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پورے دس دنوں کی قضاء کرنی ہوگی:

(۱) "و عند الأئمة الأربعة أنه يدخل قبل غروب الشمس إن أراد اعتكاف شهر  
أو عشر" (مرقاۃ المفاتیح: ۳۲۹/۴، باب الاعتکاف، ط: مکتبہ زعفرانیہ، دیوبند) محشی۔

”تقضى النظر أنه لو شرع فى المسنون أعنى  
العشر الأواخر بنية ثم أفسده أن يجب قضاءه  
تخريجا على قول أبي يوسف ... لا على  
قولهما“ (۱)

## ایک محلہ میں کئی مسجدیں ہوں

سوال: - {1190} ایک محلہ، جیسے فرض کر لیجئے مغلیہ پورہ  
ہے، اس محلہ میں قریب قریب چار پانچ مساجد ہیں، کیا ان  
مساجد میں سے ایک مسجد میں بھی دس دن کا اعتکاف کر لیا، تو  
سنت مؤکدہ کا حق ادا ہو جائے گا، یا پھر ہر مسجد کے مستقل  
مصلیوں میں سے کسی ایک کو ہر مسجد میں دس دن میں اعتکاف  
بیٹھنا سنت ہے؟ (نادر المسدوسی، مغلیہ پورہ)

جواب: - اعتکاف سنت کفایہ ہے، یعنی ایک یا چند اشخاص اعتکاف کر لیں تو سب بری  
الذمہ ہو جائیں گے، اور اگر کسی نے اعتکاف نہیں کیا تو سبھی تارکِ سنت کہلائیں گے، البتہ یہ  
سوال اہم ہے کہ ایک ہی محلہ میں کئی مسجدیں ہوں، تو کیا سنتِ اعتکاف کی ادائیگی کے لئے ہر مسجد  
میں اعتکاف ضروری ہے، یا محلہ کی ایک مسجد میں اعتکاف کر لینا کافی ہے؟ اس سلسلہ میں اعتکاف  
کی نسبت سے کوئی صراحت نہیں ملتی، البتہ جیسے اعتکاف سنت کفایہ ہے، اسی طرح مسجد میں تراویح  
کی جماعت بھی سنت کفایہ ہے، اور تراویح کے بارے میں فقہاء نے اس سوال کو اٹھایا ہے کہ  
پورے شہر میں ایک مسجد میں جماعت تراویح سنت کی ادائیگی کے لئے کافی ہے یا ہر محلہ میں، ایک  
مسجد میں تراویح کافی ہے؟ یا محلہ کی ہر مسجد میں تراویح ضروری ہے؟ فقہاء کے یہاں اس سلسلہ  
میں تینوں اقوال موجود ہیں، علامہ طحاویؒ نے شہر کی ایک مسجد میں کافی قرار دیا ہے، علامہ ہسکفیؒ



نے ہر مسجد کے لئے ضروری قرار دیا ہے، اور خاتم الفقہاء علامہ شامیؒ نے محلہ کی ایک مسجد میں تراویح کی ادائیگی کو کافی سمجھا ہے، اور اس سلسلہ میں فقہاء کی بعض عبارتوں سے اپنے نقطہ نظر کی تائید و توثیق بھی نقل کی ہے، (۱) علامہ شامیؒ ہی کا قول زیادہ درست اور مبنی بر اعتدال معلوم ہوتا ہے، پس جو حکم تراویح کا ہے وہی حکم اعتکاف کا بھی ہونا چاہئے، یعنی اگر ایک محلہ میں کئی مسجدیں ہوں، تو بہتر یہ ہے کہ ہر مسجد میں اعتکاف ہو، لیکن اگر ان میں سے ایک مسجد میں بھی اعتکاف کر لیا جائے تو پورے محلہ کے لوگ ترک سنت کے گناہ سے انشاء اللہ بری ہو جائیں گے۔

## بغیر روزہ کے اعتکاف

سوال:- {1191} میں ذیابیطیس کا مریض ہوں، روزہ رکھنے کی کوشش کرتا ہوں، بہت کم روزے ادا ہو پاتے ہیں، جو چھوٹے ہیں، ان کا فدیہ دے دیتا ہوں، آخری عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھنے کا بھی ارادہ ہے، بغیر روزہ کے اعتکاف ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (حسن پاشا، مستعد پورہ)

جواب:- اعتکاف سنت کی ادائیگی کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہے، اسی لئے اعتکاف سنت رمضان کے اخیر عشرہ سے متعلق ہے، اس لئے اگر بیماری کی وجہ سے بھی روزہ نہ رکھ سکے تو اعتکاف سنت نہیں کر سکتا، البتہ یہ اس کے حق میں اعتکاف نفل ہو جائے گا، اور اعتکاف نفل کا ثواب انشاء اللہ اسے حاصل ہوگا:

”و مقتضى ذلك أن الصوم شرط أيضا في  
الاعتكاف المسنون، لأنه مقدر بالعشر الأخير  
حتى لو اعتكفه بلا صوم لمرض أو لسفر

ينبغي أن لا يصح عنه ، بل يكون نفلا ، فلا

تصح به اقامة سنة الكفاية " (۱)

پس آپ بغیر روزہ کے بھی نفل اعتکاف کر سکتے ہیں۔

## ڈیوٹی کے ساتھ اعتکاف

سوال:- {1192} میں ایک سرکاری ملازم ہوں، اور میری ڈیوٹی اچم پیٹھ کے قریب ایک گاؤں میں رہتی ہے، اسی گاؤں کی مسجد کے کمرے میں میرا قیام ہے، گاؤں میں مسلمانوں کی کثیر تعداد ہے، بروز جمعہ مسجد بھر جاتی ہے، بلکہ تنگ دامن کی شکایت کرتی ہے، گاؤں میں بزرگ احباب بھی ہیں، لیکن گزشتہ دو سال سے میرا مشاہدہ ہے کہ کوئی بھی شخص ماہ رمضان کے آخری دہے میں اعتکاف کرنے کو تیار نہیں ہوتا، حالانکہ کئی طرح سے کئی بار اعتکاف کی اہمیت بتلائی گئی، جو شاید فرض کفایہ ہے، میرا دل چاہتا ہے کہ میں کم از کم آخری دہے گاؤں کی مسجد میں اعتکاف کر لوں، چونکہ میں ملازم ہوں، اور اپنے عہدہ کے لحاظ سے روزانہ دفتر حاضر ہونا ضروری ہوتا ہے، کیا میں دن میں دو چار گھنٹے آفس کا کام دیکھتے ہوئے نماز ظہر سے قبل روزانہ داخل مسجد ہو کر اعتکاف پورا کر سکتا ہوں، کیا اس طرح اعتکاف درست ہوگا؟ (سید انوار الحسن، اچم پیٹھ)

جواب:- یہ بات بہت افسوس ناک ہے کہ مسلمانوں کی کثیر تعداد ہونے کے باوجود

گاؤں میں کوئی شخص اعتکاف کے لئے تیار نہیں، اعتکاف سنت کفایہ ہے، اور اگر محلہ میں کوئی شخص

بھی مسجد میں معتکف نہ ہو، تو سب کے سب ترک سنت کے گنہگار ہونگے، اس لئے گاؤں کے مسلمانوں کو اس سلسلہ میں متوجہ کرنا چاہئے، آپ نے اعتکاف کی جو صورت لکھی ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ صورت درست نہیں، کیونکہ امام صاحب کے یہاں کسی شرعی یا طبعی ضرورت کے بغیر ایک لمحہ کے لئے بھی مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں، اور نکل جائے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا، اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ سہولت ہے کہ اگر آدھے دن سے کم مقدار مسجد سے باہر رہا تو اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، آدھے دن سے زیادہ دن مسجد سے باہر رہے تو اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔

”وقالا لا یفسد إلا بأكثر من نصف یوم و هو

الإستحسان... فینبغی ترجیح قولہما“ (۱)

لہذا اگر آپ دس روز کی مکمل رخصت نہیں لے سکتے تو بہ درجہ مجبوری یہی صورت اختیار کر لیں، ان دونوں فقہاء کے قول پر آپ کا اعتکاف درست ہو جائے گا، اور بعض اہل علم نے ان ہی حضرات کے رائے پر فتویٰ دیا ہے۔ (۲)

## حالت اعتکاف میں خروج ریح

سوال :- {1193} اگر اعتکاف کی حالت میں خروج

ریح کی نوبت آئے تو کیا مسجد ہی میں اس ضرورت کو پورا کر لینا

چاہئے یا مسجد سے باہر نکلنا چاہئے؟ (عبدالمتین، کشن باغ)

جواب :- عام حالات میں فقہاء نے مسجد میں اخراج ریح کو منع کیا ہے، کیونکہ اس سے

بدبو پھیلتی ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں بدبودار چیزوں کے لانے کو منع فرمایا ہے، اور معتکف

کو طبعی حوائج کے لئے باہر نکلنا جائز ہے، اور یہ بھی طبعی حوائج میں داخل ہے، اس لئے بہتر یہی ہے

(۱) البحر الرائق: ۳۰۳/۲۔

(۲) الهدایۃ مع فتح القدیر: ۳۱۰/۲-۳۱۱-محشی۔

کہ اگر پہلے سے اس کا تقاضا ہو تو استنجاء کے بہانے باہر آ جائے، تاہم یہ حکم ازراہ استحباب ہے، واجب نہیں، اس لئے جس شخص کو عذر ہو اس کے لئے مسجد سے باہر نہ آنے کی بھی گنجائش ہے۔

”واختلف فی الذی یفسو فی المسجد فلم یر  
بعضہم بأسا و بعضہم قالوا لا یفسو و یرج  
إذا احتاج إلیہ و هو الأصح“ (۱)

## خروج ریح کے مریض کا اعتکاف کرنا

سوال:- {1194} اگر کسی شخص کو میٹک کی بیماری ہو  
اور بار بار خروج ریح کی نوبت آتی ہو تو کیا ایسے شخص کو اعتکاف  
کرنا چاہئے، یا اس کا اعتکاف کرنا جائز نہیں؟  
(عبدالمبین، کشن باغ)

جواب:- اگر کوئی دوسرا شخص اعتکاف کر رہا ہو، تو خیال ہوتا ہے کہ ایسے شخص کا اعتکاف  
میں نہ بیٹھنا بہتر ہے، کیونکہ اعتکاف سنت کفایہ ہے، یعنی اگر ایک شخص نے بھی اعتکاف کر لیا تو  
سب لوگ ترک سنت کے گناہ سے بچ جائیں گے، اور ایسے شخص کے اعتکاف کرنے میں بظاہر  
مسجد کی بے احترامی معلوم ہوتی ہے، اور اس سے اجتناب زیادہ اہم ہے، ویسے یہ اس حقیر کی ذاتی  
رائے ہے، دوسرے اہل علم سے بھی دریافت کر لیا جائے۔

## سگریٹ پینے کے لیے معتکف کا باہر نکلنا

سوال:- {1195} اعتکاف میں بیٹھنے کے بعد کیا مسجد  
کے باہر نکل کر بیڑی، سگریٹ یا گٹکا استعمال کر سکتا ہے؟  
(محمد اسماعیل، وقار آباد)



جواب:- بیڑی، سگریٹ اور کفکھا استعمال کرنا عام حالات میں بھی کراہت سے خالی نہیں، تاہم اگر اس کا ایسا عادی ہو چکا ہو کہ اس کے استعمال کے بغیر چین نہ آتا ہو، یا کوئی شخص ایسا خوگر ہو کہ اس کے بغیر اجابت نہ ہوتی ہو، تو اب اس کی حیثیت کھانے پینے کی طرح طبعی ضرورت کی ہوگی، اور طبعی ضرورت کے لیے معتکف مسجد سے باہر جاسکتا ہے:

”و حرم علیہ ... الخروج إلا لحاجة الانسان

طبعیۃ ، کبول ، وغائط ، وغسل “ (۱)

اس لیے اس مقصد کی غرض سے باہر نکل سکتا ہے، البتہ پھر اچھی طرح منہ صاف کر کے

مسجد میں آئے، کیوں کہ بدبودار چیز کھا کر مسجد میں آنے کی ممانعت ہے۔ (۲)

## غسل جمعہ کے لئے مسجد سے باہر نکلنا

سوال:- {1196} معتکف کیا غسل جمعہ کے لئے مسجد

کے باہر نکل سکتا ہے؟ یا اسے مسجد کے اندر ہی غسل کرنا چاہئے؟

(حبیب الرحمان، نلکنڈہ)

جواب:- جمعہ کے لئے غسل کرنا سنت ہے، حدیث میں اس کی تاکید آئی ہے، اس کی

اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ابتداء اسلام میں رسول اللہ ﷺ نے غسل جمعہ کو واجب

قرار دیا تھا، (۳) فقہاء کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل فرض ہو یا نفل دونوں کے لئے معتکف کو

(۱) الدر المختار علی رد المحتار: ۳/۴۲۵۔

(۲) ”أن رسول الله ﷺ قال في غزوة خيبر: من أكل من هذه الشجرة يعني

الثوم فلا يقربن مساجدنا“ عن ابن عمر ؓ، (صحيح البخاري، حدیث نمبر: ۱۲۳۸،

باب ما جاء في الثوم النسيئو البصل و الكراث) مرتب۔

(۳) ”أن رسول الله ﷺ قال: غسل يوم الجمعة واجب على كل محتلم“ عن أبي

سعيد الخدري ؓ، (صحيح البخاري، حدیث نمبر: ۸۷۹، باب فضل الغسل يوم

الجمعة، وهل على الصبي شهود يوم الجمعة أو على النساء) محشی۔

مسجد سے نکلنا جائز ہے، ظاہر ہے کہ غسل جمعہ بھی غسل نفل میں شامل ہے چنانچہ شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

”غسل جمعہ کے بارے میں کتب اصول میں مجھے کوئی صریح قول نہیں ملا، سوائے اس کے کہ شرح امداد میں کہا گیا ہے کہ غسل فرض ہو یا نفل اس کے لئے معتکف باہر نکل سکتا ہے“ (۱)

## معتکف کا مسجد میں چہل قدمی کرنا

سوال :- {1197} اعتکاف کی حالت میں مسجد کے اندر کیا چہل قدمی کی جاسکتی ہے؟ یہ مسجد کے احترام کے خلاف تو نہیں؟ (مخلص الدین، محبوب آباد)

جواب :- چہل قدمی ایک تو تفریحا کی جاتی ہے، اس نقطہ نظر سے مسجد میں ٹہلنا مناسب نہیں، البتہ بعض لوگوں کو طبی اغراض کے تحت چہل قدمی کرنی ہوتی ہے، خاص کر ریاحی تکلیف یا شوگر وغیرہ کی وجہ سے، اس مقصد کے تحت چہل قدمی کرنا درست ہے، کیونکہ یہ علاج کے قبیل سے ہے، اور انسان کی بنیادی حاجات میں داخل ہے اور معتکف کے لئے مسجد میں ضروری امور انجام دینے کی اجازت ہے۔

## اعتکاف میں بیوی سے ملاقات

سوال :- {1198} کیا حالت اعتکاف میں بیوی مسجد آکر شوہر سے ملاقات کر سکتی ہے؟ (عبدالمقیت، چندرائن گڑھ)

جواب:- معتکف کے لئے صرف جماع اور دوائی جماع کی ممانعت ہے، ملاقات اور بات چیت میں قباحہ نہیں، اگر مسجد کے اندر ہو، رسول اللہ ﷺ سے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حالت اعتکاف میں جا کر ملاقات کرنا ثابت ہے، اور خود بخاری میں ایک سے زیادہ مواقع پر یہ روایت آئی ہے۔ (۱)

## خواتین کا اعتکاف

سوال:- {1199} خواتین کے اعتکاف کرنے کا کیا حکم ہے؟ انہیں کہاں اعتکاف کرنا چاہئے، اور اگر اعتکاف کے درمیان ماہواری شروع ہوگئی تو اعتکاف جاری رہے گا، یا ختم ہو جائے گا؟ (شفیق احمد، اکبر باغ)

جواب:- عورتوں کے لئے بھی اعتکاف مسنون ہے، فقہاء نے اسے مطلقاً مسنون قرار دیا ہے، اور مرد و عورت کا کوئی فرق ذکر نہیں کیا ہے، البتہ اعتکاف کے سلسلہ میں مسجد کا جو حق ہے، وہ خواتین کے اعتکاف سے ادا نہیں ہو سکے گا، کیونکہ وہ گھر میں اعتکاف کریں گی، عورتوں کے لئے مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ تنزیہی ہے، ”و یکرہ فی المسجد ای تنزیہا“ (۲) اگر گھر میں نماز کے لئے کسی جگہ کو مخصوص کر رکھا ہو تو اسی جگہ عورت کو اعتکاف کرنا چاہئے، ”لبث امرأة فی مسجد بیتھا“ (۳) عورت کے اعتکاف کرنے سے چونکہ شوہر کا حق استمتاع متاثر ہوتا ہے اس لئے عورت کو شوہر سے اجازت لے کر ہی اعتکاف کرنا چاہئے اور جب شوہر اجازت دے چکا ہو تو اب اس کے لئے درست نہیں کہ اعتکاف شروع ہونے کے بعد اس سے صحبت کرے۔

(۱) صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۲۰۳۸، باب زیارة المرأة زوجها فی اعتکافہ۔ محشی۔

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ۳۲۹/۳۔

(۳) الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۱۵۵/۱۔

”ولیس لزوجها أن يطأها إذا أذن لها ... ولا

ينبغي لها الاعتكاف بلا إذنه“ (۱)

اگر اعتکاف کے درمیان ماہواری آئی تو اعتکاف کی مخصوص جگہ سے باہر آ جائے اور جوں ہی پاک ہو غسل کر کے اعتکاف گاہ میں واپس آ جائے، جتنے دنوں ناپاکی کی حالت میں گزرے بعد کو اتنے دنوں کی قضاء کر لینی چاہئے۔ (۲)

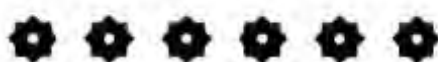
سوال :- کیا عورت کے لئے بھی اعتکاف ضروری ہے؟

اگر ضروری ہے تو شرائط وغیرہ کی وضاحت کیجئے؟

(ارفع شاداں، محبوب نگر)

جواب :- عورتوں کے لئے رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا مستحب

ہے، البتہ وہ اپنے گھر کے ایک حصہ ہی میں اعتکاف کریں گی، اگر گھر کے کسی حصہ کو نماز کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہو تو وہاں اعتکاف کریں، اور اگر ایسا نہ ہو تو گھر کے کسی حصہ کو اعتکاف کے لئے مخصوص کر لیں، اگر اس جگہ سے بلا عذر نکل جائیں تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا، نذر ماننے کی وجہ سے اعتکاف واجب ہو جاتا ہے، اگر اعتکاف کی نذر خواتین مان لیں تو ان پر بھی اعتکاف واجب ہو جائے گا، اور اسی طرح گھر کے ایک حصہ میں اعتکاف کرنا ہوگا، اگر بلا عذر اس جگہ سے نکل پڑیں تو اعتکاف واجب تو فاسد ہو جائے گا، لیکن نفل کی حیثیت سے باقی رہے گا، عورتوں کے لئے مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ ہے۔ (۳)



(۱) ردالمحتار: ۳/۴۲۹۔

(۲) جامع الرموز: ۱/۱۶۵۔

(۳) طحطاوی: ص: ۳۸۲۔